

آفتابِ ولایت
و
ماہتابِ امیرِ ملّت

مُصنّف:
پیر سیّد حافظ اشتیاق حسین جماعتی



اس کتاب میں علی پور شریف کے مندرجہ ذیل بزرگان دین کی کرامات بیان کی گئی ہیں

bakhtiar2k@hotmail.com

پیر سید اشتیاق حسین شاہ علی پوری
پیر سید جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے پر پوتے ہیں

اور اس کتاب کے رائیٹر ہیں



پیر سید اشتیاق حسین شاہ ولد پیر سید نظر حسین شاہ رحمتہ اللہ علیہ ولد پیر سید خادم حسین شاہ رحمتہ اللہ علیہ ولد پیر سید جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ

پیر سید جماعت علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے متعلق ویب سائٹس، بلاگز، ویڈیو اور تصاویر کے لنکس

ویب سائٹس http://ameeremillat.org/

ویب سائٹس http://www.haqwalisarkar.com/

ویب سائٹس http://www.charaghia.com/

کتابیں http://www.scribd.com/bakhtiar2k

تصاویر http://www.flickr.com/photos/34727076@N08/

فیس بک پر پیر بھائیوں کا گروپ http://www.facebook.com/groups/alipurmureeds/

بلاگز http://wwwnfiecomblogspotcom.blogspot.com/2009_06_01_archive.html

بلاگز http://www.jamaatali.blogspot.com/

بلاگز http://alipuri.blogspot.com/2009/06/about-pir-syed-jamaat-ali-shah.html

بلاگز http://www.jamaatali.blogspot.com/

bakhtiar2k@hotmail.com

درود شریف ہزارہ

الھم صل علی سیدنا محمد
وعلی آل سیدنا محمد
بعدد کل ذرة ماءة الف الف مرة

عرس مبارک

10-11 مئی	30 اگست	16 اکتوبر

کتاب کا نام: آفتاب ولایت و ماہتابِ امیرِ ملت

تحقیق و ترتیب: حضرت پیر سید حافظ اشتیاق حسین شاہ (جماعتی)

پروف ریڈنگ: حضرت پیر سید حافظ منظر حسین شاہ (جماعتی)

ٹائٹل: سہیل اکرم جماعتی

شفیق احمد جماعتی

پرنٹنگ: جی۔ ایف پرنٹرز، لاہور

تعداد اشاعت: 1000

ہدیہ کتاب: 150 روپے

تعاون خدمت: سہیل اکرم جماعتی/ عارف محمود قریشی/ سید ایاز حسین

اشاعت: مئی 2005ء

یا فیضانِ نظر

اعلیٰ حضرت نجم الملت الحاج الحافظ پیر

سید نذر حسین شاہ جماعتی علی پوری

یا فیضان کرم

اعلیٰ حضرت فخر الملت الحاج الحافظ پیر

سید افضل حسین شاہ جماعتی علی پوری

سجادہ نشین علی پور سیداں شریف

انتساب

یہ کتاب میں اپنی پیاری دادی اماں جان اور والدہ ماجدہ کے نام کرتا ہوں۔ جن کی دعاؤں سے میں اس قابل ہوا ہوں

"الحمدللہ"

نعتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ہم کو اپنی طلب سے سوا چاہیے
آپ جیسے ہیں ، ویسی عطا چاہیے

کیوں کہوں یہ عطا وہ عطا چاہیے
ان کو ہے معلوم ، ہم کو کیا کیا چاہیے

اک قدم بھی نہ اور ہم چل سکیں گے حضورؐ
ہر قدم پر کرم آپ کا چاہیے

دونوں عالم کی دولت عطا کر کے بھی
پوچھتے ہیں بتا اور کیا چاہیے

جھولی میری بھر کر میرے لجپال نے
مسکرا کر کہا اور کیا چاہیے

آپ کے عشق میں ہم تڑپتے رہیں
ہر تڑپ میں بلالی ادا چاہیے

درد جامی ملے نعت خالد لکھے
اور انداز احمد رضا چاہیے

آپ اپنی غلامی میں لے لیں مجھے
اس سے بڑھ کر مجھے اور کیا چاہیے

نعتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

یا پیر جماعت شاہ میں ہوں تیرا دیوانہ
ہے جان تیرے صدقے اور دل بھی ہے نذرانہ

اک بار کرم کر دو ، جھولی کو میری بھر دو
بخشش کا تری مرشد انداز ہے شاہانہ

قدموں سے ترے برکت پائی ہے علی پور نے
اب رشکِ گلستاں ہے جو پہلے تھا ویرانہ

دراصل ہماری تو اک عید یہی دن ہے
یہ عرس مبارک ہے جو آپ کا سالانہ

دربار علی پور میں عرفان محبت کا
چلتا ہے ہر اک لحہ پیمانے پہ پیمانہ

دکھ درد کے مارے ہیں ، دربار میں آئے ہیں
سن لیجیے جماعت شاہ یہ دکھیوں کا افسانہ

ہم سب کی یہ خواہش ہے دل کی یہ تمنا ہے
دربارِ علی پور میں آتے رہیں روزانہ

مضمون ترتیب

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ابتدائیہ

اے رب العالمین! یہ گناہ گار عاجزی کے ساتھ آپ کے دربار میں سربسجود ہوتا ہے کہ تیری بڑی مہربانی تو نے مجھے اپنے محبوب کی اُمت میں پیدا کیا اور گزارش ہے کہ روزِ قیامت بھی اپنے حبیب ﷺ کی اُمت میں اُٹھانا۔ میرے گناہوں کو نظر انداز کرنا اور اپنی رحمت سے میری بخشش کر دینا۔ تیرا لاکھ شکر ہے کہ تو نے مجھ سے کتاب لکھوائی جو تیرے حبیب ﷺ کی حیات مبارکہ پر تھی۔ پھر اپنے اولیاء اللہ پر لکھنے کی توفیق عطا فرمائی۔

درود وسلام

اس کے بعد تیرے حبیب ﷺ پر لاکھوں درود وسلام بھیجتا ہوں کہ تو خود اور تیرے فرشتے اِن کی ذاتِ پاک ﷺ پر درود وسلام بھیجتے ہیں اور تیری کتنی مہربانی ہے کہ تو نے اپنی مشیت سے مجھے حضرت محمد ﷺ کے سپاہی کے نام سے موسوم کر دیا۔ ورنہ خود ایسا نام اپنانے سے بے ادبی کا ڈر لگتا ہے پس ایک عرض ہے کہ روزِ قیامت مجھے اسی نام سے پکارنا اور اگر کوئی حساب کتاب لینا چاہو تو بقول علامہ اقبالؒ اُن کی نگاہوں سے پوشیدگی میں ایسا کرنا۔ یہ بھی حساب کتاب سے بچنے کا ایک بہانہ ہے ورنہ وہ کون سی جگہ ہے جو سرکار دو عالم ﷺ کی نگاہوں سے پوشیدہ ہوگی۔

گر تو می بینی حسابم ناگزیر
از نگاہ مصطفےٰؐ پنہاں بگیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سببِ تالیف

حمد بے حد اس خدائے پاک کو　　　نور ایماں جس نے بخشا خاک کو
خاک کو پُرنور سر تا پا کیا　　　قطرۂ ناچیز کو دریا کیا

تمام تعریفیں اُس تبارک وتعالیٰ کے لیے جس نے دُونوں جہاں کی تخلیق فرمائی اور وُہ دُونوں جہانوں پر قادر اور برتر ہے۔ ہم سب کا پاسبان اور حامی وناصر ہے۔ اِس کے بعد بے حد درود وسلام حضور سرور کائنات فخرِ موجودات رحمت اللعالمین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی خدمت اقدس میں جو مالک لوح و قلم ہیں اور اُنھی کے طفیل تو دُونوں جہاں کی بے شمار نعمتوں سے نوازا گیا ہے اور پھر منقبت اللہ کے اِن برگزیدہ بندوں کی جنھوں نے اپنی جانیں دین اسلام کے لیے قربان کر دیں اور اپنی زندگیاں اسلام کے لیے وقف کر دیں اور اپنے آقائے دو جہاں ﷺ کے عشق میں سرمست وغرق ہوئے۔ اِن لوگوں نے اپنے محبوب کی خاطر دُنیا کی خواہشات کو ترک کر دیا اور اپنے آقا ﷺ کے بتائے ہوئے سیدھے راستے کو اختیار کیا اور اِن لوگوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو راضی کیا۔ یہ وہی لوگ ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مختلف جگہوں پر کہیں اُنھیں اپنا دُوست کہا اور کہیں اُنھیں سچوں کا لقب عطا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر علیہ السلام کو عہدے عطا فرمائے۔ کہیں حضرت آدم علیہ السلام کو سب آدم کا باپ ہونے کا درجہ عطا کیا۔ حضرت نوح علیہ السلام کو آدم ثانی کا خطاب عطا فرمایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل اللہ فرمایا، حضرت سلیمان علیہ السلام کو جنوں، تمام جانوروں، انسانوں اور ہواؤں پر حکومت عطا فرمائی۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو حسن کی دولت سے نوازا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلیم اللہ کہہ کر مخاطب فرمایا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو روح اللہ کے لقب سے نوازا اور اپنے پیارے حبیب رحمت اللعالمین ﷺ کو تمام انبیاء اور تمام جہانوں پر فضیلت و برتری عطا فرمائی اور دُونوں جہاں کا مالک بنایا۔ اسی طرح اپنے پیارے محبوب ﷺ کی اُمت میں جو بزرگ بندوں کو فضیلتیں عطا ہوئیں یہ تمام فضیلتیں حضور سرور کائنات ﷺ کے طفیل عطا ہوئیں کیونکہ اِن بزرگان دین کو اپنے آقا ﷺ سے بہت زیادہ عشق تھا۔ اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اِن کو اپنا

دُوست اور ذِکر کرنے والا فرمایا اور اِن کو مختلف فضیلتیں عطا فرمائیں۔ یہ انعام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے کہ اِن ہستیوں کو دُنیا اِن کے اصل ناموں کی بجائے اِن کی کرامتوں کے نام سے پکارتی ہے۔ حضرت سیّد عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو محبوب سبحانی، حضرت غوث الاعظم دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گیارھویں والی سرکار کے نام سے، حضرت سیّد علی ہجویری ؒ کو داتا گنج بخش کے نام سے، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری ؒ کو غریب نواز کے نام سے، حضرت جنید ؒ کو سلطان العارفین کے نام سے، حضرت شاہ ولی اللہ ؒ کو محدث دہلوی کے نام سے، حضرت شیخ ضیاء الدین کے ساتھ مدنی لازمی کہا جاتا ہے۔ اسی طرح حضرت نظام الدین ؒ کو شیخ نظام الدین اولیا کہا جاتا ہے۔ حضرت بابا فرید الدین ؒ کو گنج شکر کہا جاتا ہے۔ حضرت شیخ احمد سرہندی ؒ کو مجدد الف ثانی شیخ ہندی کہا جاتا ہے۔ حضرت شیخ شمس الدین ؒ کو شمس العارفین کہا جاتا ہے۔ اسی طرح شیخ الشیخ حضرت بابا فقیر محمد چوراہی ؒ کو چوراہی بابا کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ بابا چوراہی ؒ کے اکثر مرید ولی اللہ ہوئے ہیں اور دُنیا اِن کے فیض سے مستفید ہو رہی ہے۔ ان میں ایک ہستی پیر سیّد جماعت علی شاہ ؒ خلفیہ ثانی علی پوری ہیں۔ جنھیں دُنیا لاثانی کے نام سے جانتی ہے۔ یہ ہستیاں کسی نام اور تعارف کی محتاج نہیں بلکہ تعارف اِن کا محتاج ہے کیونکہ یہ ماسوائے اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ کے کسی کو بھی خاطر میں نہیں لاتے کہنے کا مطلب یہ کہ یہ ہستیاں دُنیاوی شخصیات سے نہ تو ڈرتیں ہیں اور نہ اُن کے رُعب اور دبدبے کو خاطر میں لاتیں ہیں۔ اِسی لیے دُنیا اِن کی غلامی کو ترجیح دیتی ہے۔ جس خاص ہستی کا تذکرہ میں اِس کتاب میں کر رہا ہوں وہ کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ پوری دُنیا میں آپ کے غلاموں کی کمی نہیں۔ دُنیا کا کوئی خطہ بھی ایسا نہ ہوگا جہاں کوئی آپ کے نام سے واقف نہ ہو۔ آپ کا نام نامی اسمِ گرامی حضرت حافظ الحاج پیر سیّد جماعت علی شاہ علی پوری ؒ ہے۔ دُنیا آپ کو محدّثِ اعظم، محدّثِ یگانہ، حافظ صاحب، پیر ہندی، اعلیٰ حضرت مجددِ دین وملّت، شہنشاہِ امیر ملّت، سنوسی ہند، ابو العرب جیسے القاب سے پکارتی ہے۔

آپ کے حالاتِ زندگی، سیّرت امیر ملّت میں جو میرے اعلیٰ حضرت پیر و مرشد حضرت قبلہ عالم جوہر ملت حافظ سیّد اختر حسین شاہ صاحب نے متصنیف کی ہے میں تفصیلاً تحریر ہیں۔ میں نے اِس کتاب میں حضرت امیر ملّت ؒ اور اِن کے خاندان کی صرف ایسی کرامات اور واقعات تحریر کیے ہیں جن کا ذکر سیرت امیر ملّت میں نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مدد میرے شامل حال رہے تا کہ میں اِس کتاب کو جلد از جلد تحریر کرسکوں اور میری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ میری خطاؤں کو معاف فرمائے۔ آمین

علی پور سیّداں شریف

جب ہمایوں بادشاہ نے وفات پائی اور اکبر بادشاہ تخت پر بیٹھا تو حضرت صاحبزادہ سیّد محمد نوروزؒ نے گوشہ نشینی اختیار کر لی تو اکبر بادشاہ نے آپ کے اور آپ متوسلین کے اخراجات کے لیے پسرور ضلع سیالکوٹ سے نو میل کے فاصلے پر ایک سرسبز قطعہ اراضی آپ کی خدمت میں نذر کی۔ حضرت سیّد محمد نوروز شاہؒ نے اپنے اور اپنے درویشوں کے لیے ایک مختصر عمارت تعمیر کی اور اس طرح علی پور سیّداں بنیاد پڑی۔ حضرت نے اِس بستی کا نام اپنے جدامجد کے نام پر علی پور سیّداں رکھا۔ علی پور ضلع نارووال میں ہے۔ سیالکوٹ سے جنوب مشرق میں تیس میل، نارووال سے نو میل، لاہور سے شمال مشرق میں قریباً تریسٹھ میل ہے۔ وزیرآباد نارووال ریلوے لائن پر علی پور سیّداں کا ریلوے اسٹیشن آبادی سے صرف ایک میل پر واقع ہے۔

حضرت نوروز شاہؒ کی اولاد

حضرت سیّد نوروز شاہؒ کی اولاد مفصلہ ذیل چار دیہات میں آباد ہے۔ علی پور سیّداں، خیراللہ پور سیّداں، فتح پور سیّداں اور اُونچی رسول پور سیّداں۔ علی پور سیّداں اور فتح پور سیّداں کے سادات اپنے آباؤاجداد کے مذہب اہل سُنت پر قائم ہیں مگر خیراللہ پور سیّداں اور رسول پور سیّداں کے سادات نے صرف چند پُشت اُوپر سے اپنا آبائی مذہب ترک کر کے اہل تشیع کا مذہب اختیار کر لیا ہے۔

حضرت سیّد محمد نوروز شاہؒ کا مزار مبارک اُونچی رسول پور سیّداں میں واقع ہے۔ ان چاروں گاؤں میں سادات کے علاوہ کوئی دوسری قوم زمین کی مالک نہیں۔ حضرت سیّد نوروز شاہؒ کی اولاد میں سے سیّد شجاع الدینؒ کی اولاد موضع ابہال سیّداں، تحصیل کھاریاں ضلع جہلم میں جا کر آباد ہو گئی ہے۔ حضرت سیّد نوروز شاہؒ کے چچا حضرت سیّد حسن شاہؒ کو اکبر بادشاہ نے ضلع گرداسپور میں زمین دی تھی۔ اِس بستی کا نام بھر پور سیّداں رکھا جو بعد میں بھوپر سیّداں مشہور ہوا۔ چونکہ یہ بستی آبائی عقائد اہل سُنت پر قائم رہی اس لیے علی پور سیّداں اور بھوپر سیّداں کے سادات میں رشتے ناتے ہوتے رہے۔ 1947ء میں برصغیر کی تقسیم کے وقت بھوپر سیّداں ہندوستان کے حصے میں چلا گیا تو وہاں کے سادات ہجرت کر کے موضع کھاریاں والا ضلع شیخوپورہ اور موضع پنج گرائیں (ضلع سیالکوٹ) میں آ کر آباد ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ اِن سب حضرات کو اپنے فضل و کرم سے نوازے۔ آمین۔

پیش لفظ

اسلام ایک ایسا دین ہے جس کے بطور نظام حیات نفاذ کے امکانات نا صرف روشن بلکہ روشن ترین ہیں۔ اسلام کی آفاقی تعلیمات قیامت تک کے لیے نسل انسانی کی بقاو سلامتی کی ضامن ہیں۔ برصغیر کی سماجی اور سیاسی زندگی میں ہمارے علما اور مشائخ نے بہت اہم کردار ادا کیا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی ہند میں سرمایۂ ملت کے نگہبان تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہ کی اجتہادی بصیرت اِسی شعور کی محافظ بنی رہی۔ اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلویؒ نے بھی انھی نابغۂ روزگار ہستیوں کے آثار قلم سے اکتساب فیض کیا اور سینوں میں عشق مصطفےٰ ﷺ کی شمع روشن کر کے فکری محاذ پر ابلیسی قوتوں کی ہر سازش کو ناکام بنا دیا۔ اِسی شعور کی اقبالؒ کے عظیم الشان فکری نظام میں تخلیقی سطح پر تجسیم ہوئی اور اس سے اُمت مسلمہ کی سوچ کے منجمد پانیوں میں تموج کے آثار پیدا ہوئے اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے محکوم قوموں کا لہو گرم ہونے لگا۔ امیر ملتؒ، ابوالعرب اور اپنے وقت کے مجتہد شیخ سید جماعت علی شاہؒ محدث علی پوری بھی اسی اعتقادی، علمی اور فکری روایات کے تسلسل کا وہ آفتاب ہیں کہ جس کی آب و تاب سے لفظوں کے اندھیرے سے کرن پھوٹ رہی ہے

حضرت سید جماعت علی شاہؒ نے بیک وقت فرد کے دِل و دماغ پر دستک دی۔ انھوں نے ذہنوں کا زنگ کافور کیا، روحوں سے ویرانہ دور کیا اور ذہن جدید میں تیقن کی قندیل روشن کر کے عصر نو کی تاریکیوں میں چراغاں کا اہتمام کیا۔ مادہ پرستی کی دُھند میں روحانیت کا خورشید چمکا۔ روح کے بنجر سناٹوں میں تصوف کی خوشبو بکھری، نفرتوں اور عداوتوں سے سسکتی انسانیت نے اخوت ومحبت کی دولت پائی اور امت مسلمہ کے مکین گنبدِ خضریٰ کے ساتھ ٹوٹا تعلق بحال ہوا اور ساری دنیا پکار اُٹھی۔

ذیشان آگیا، ذی وقار آ گیا   تھا جس کا انتظار وہ شاہکار آ گیا
اُس شخص کی تو دوستو کایا پلٹ گئی   جو حلقۂ جماعت میں ایک بار آ گیا

امیر ملتؒ سید جماعت علی شاہؒ وہ فقید المثال ہستی کہ جس میں امام غزالی کی علمی جلالت، امام اعظمؒ کی بصیرت، حضرت غوث الاعظمؒ کے کردار کی عظمت، حضرت شاہ نقشبندی بہاوالدینؒ کی چھپ،

حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ کا نفس گرم، حضرت شاہ ولی اللہؒ کی لگن، حضرت امام حسن بصریؒ کی یاد، حضرت جنید بغدادی کی تڑپ اور حضرت اویس قرنیؒ کا عشق موجزن ہے۔ آپؒ نے دینِ مصطفوی ﷺ کی اشاعت کے لیے سرزمین اقبالؒ سے حرم مکہ اور حرم مدینہ تک بلکہ کفر و ظلمت میں گھری یورپ کی زمین تو تب تک نسبتِ نبی ﷺ کو چراغ راہ بنا کر سفر کیا اور سفیر رسول ﷺ کا کردار ادا کیا کہ

وہ شمع حرم جس سے منور ہے مدینہ
کعبہ کی قسم رونقِ کعبہ بھی وہی ہے

حضرت سید جماعت علی شاہؒ کی مساعی جلیلہ کا معترف پورا عالم ہے۔ سرزمین عرب تک ہی محدود نہیں بلکہ انگلینڈ اور امریکہ تک ان کی عظمت و جلالت کا چرچا ہوا۔ جس کا اعتراف یورپ والوں نے یوں کیا کہ پی ایچ ڈی کے ایک طالب علم (ریسرچ سکالر جو آج کل کولگیٹ یونیورسٹی میں اسسٹنٹ پروفیسر ہے) آرتھر ایف بلھبر کو یہ فریضہ سونپا کہ وہ ہندوستان جا کر یہ تحقیق کرے کہ انڈیا میں انگریز حکومت کے دوران پنجاب میں سلسلہ نقشبندیہ نے کیا کردار ادا کیا اور سلسلہ نقشبندیہ کے کسی ایک صوفی شیخ، جس کا کردار باقی شیوخ سے نمایاں اور منفرد ہو، تحقیق کرے۔ آرتھر ایف بلھبر نے سلسلہ نقشبندیہ پر تحقیق کرنے میں آٹھ سال صرف کیے اور بالآخر اپنی تحقیق کے اختتام پر اپنی کتاب لکھی جس کا نام تھا۔

(SUFI HEIRS OF THE PROPHET AND THE INDIAN NAQSHBANDIYYA AND THE RISE OF THE MEDIATING SUFI SHAIKH)

کتاب کے پیش لفظ میں مصنف لکھتا ہے کہ ٹائٹل میں **(MEDIATING SHAIKH)** ان کی مراد سید جماعت علی شاہؒ کی دل پذیر ہستی ہے۔ جنھوں نے پنجاب کے باقی تمام نقشبندی مشائخ عظام کے طریق سے ہٹ کر برطانوی سامراج کے خلاف ایک مجتہد کا کردار ادا کیا اور ہندوستان کے طول و عرض سے علما کرام مشائخ عظام کو ایک جھنڈے تلے جمع کیا کہ

پرونا ایک ہی تسبیح میں ان بکھرے دانوں کا
جو مشکل ہے تو اس مشکل کو آساں کر کے چھوڑوں گا

مذکورہ کتاب میں اسلامی طریق تصوف کی ترقی اور ترویج کو بالعموم اور بین الاقوامی طریقِ تصوف میں ایک صوفی شیخ کی ذاتی شخصیت کو بالخصوص اپنی تحریر کا موضوع بنایا گیا ہے۔ سلسلہ نقشبندیہ کا آغاز حضرت بہاوالدین نقشبند (1389 / 791) سے ہوا۔ ان کا مزار خارا ازبکستان میں واقع ہے۔

بعد میں سلسلہ نقشبندیہ حضرت شیخ احمد سرہندی مجددی (A.D1034/1624) کی نسبت سے نقشبندیہ مجددیہ کہلانے لگا۔ نقشبدی صوفیائے کرام نے پیغمبر پاک ﷺ کے نقشِ قدم کو اپنے دِل ونگاہ کا محور بنایا اور کہکشاں بن کر ساری دُنیا میں پھیل گئے کہ

محفل جاں سجی ہوئی آپ ﷺ کے دم قدم سے ہے
میری تمام کائنات آپ ﷺ کے دم قدم سے ہے

روحانیت اور تصوف ایک ایسا موضوع ہے کہ جس کی اہمیت کو تاریخ دان نظر انداز کرتے ہوئے مسلم قوم کے تاریخی واقعات سے منسلک کردیتے ہیں اور اس بات کی تحقیق نہیں کرتے کہ صوفیائے کرام کی مختلف اقسام میں کیا فرق ہے؟ یہ کہ کوئی نقشبندی ہے یا نہیں؟ یا کون مددی ہے؟ ایک مبلغ شیخ ہے یا نہیں؟ کون ایک مجتہد شیخ کے منصب پر فائز ہے؟ وہ کون سے مشائخ ہیں جو خود بھی منور ہیں اور دوسروں کو بھی فروزاں کرتے ہیں؟ اور وہ کون سے مشائخ ہیں جو خوتو تاباں نہیں لیکن وہ اُس روشنی کی عکاسی کرتے ہیں جو وہ دوسروں سے وصول کرتے ہیں۔ (آرتھرایف بلھیر)

ہندوستان

وسطی ایشیا اور ترکی میں نقشبندی مشائخ عظام کی ابتدائی کامیابیاں اور پھر پورے عالم میں ان کی شاندار کامیابیاں اس حقیقت کی نشاندہی کرتی ہیں کہ ان کی سماجی، تہذیبی اور نظریاتی مصروفیات بین الاقوامی اسلامی نکتہ نظر کے عین مطابق ہیں۔ صدیوں پر محیط مسلسل شہرت اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ نقشبندی مشائخ عظام نے سماجی اور نظریاتی سطح پر افراد کے (Master of the Hearts) دلوں پر دستک دی ہے اور انھیں مسخر کیا ہے۔

کافی سال پہلے میں کیلی فورنیا سے روانہ ہوا اور مصر پہنچا جہاں پر میں نے دو سال گزارے، پھر یمن چلا گیا جہاں میں نے عربی زبان سیکھی لیکن میں ابھی تک اسلامی تہذیب سے ناآ

شنا تھا۔ پھر میں واپس ہاورڈ یو نیورسٹی (HARWARD UNIVERSTITY) آ گیا۔ جہاں پروفیسر این میری (PROF. ANEE MARIE) کی نگرانی میں تصوف پر اسپیشلا ئز یشن (SPECIALIZATION IN SUFIS) کیا۔ اکتوبر 1987ء میں ہارورڈ سے لاہور کے لیے روانہ ہوا اور اُسی ماہ شمال مغربی سرحدی صوبہ میں میری ملاقات نقشبندی صوفی سے ہوئی۔ اس ملاقات کے لیے مجھے 600 کلومیٹر کا سفر طے کرنا پڑا۔ میں پاکستانیوں سے یہ پوچھتا رہا کہ کیا وہ کسی ایسے صوفی شیخ کو جانتے ہیں جو لوگوں میں فکری اور نظریاتی آگہی کو پروان چڑھاتا ہو؟ وہ میرے اس سوال کے مفہوم کو حقیقی پیر (GENUINE PIR) کے معنی میں لیتے اور میری مدد کرنے سے قاصر دکھائی دیتے۔ بالآخر اسلام آباد میں موجود ایک ایرانی نے مجھے صوفی مبارک کے بارے بتایا اور میں ان سے ملنے شمال مغربی صوبہ سرحد کی طرف روانہ ہوا۔ یہ کسی نقشبندی صوفی سے میری پہلی ملاقات تھی۔

جناب شیخ مبارک نے میرے ساتھ مصافحہ کیا۔ خیریت دریافت کی اور وہاں رہنے کی اجازت دے دی میرے وہاں قیام کے دوران میں تمام لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف رہے اور کسی نے بھی میرے سوالات کا جواب دینا ضروری نہ سمجھا اور میں عجب تشنہ لب، خیالات میں گم وہاں سے روانہ ہوا کیونکہ میں نے تصوف اور طریقت کے بارے میں جو کچھ پڑھا تھا۔ اس کا مشاہدہ نہیں کر پایا تھا۔ واضح طور پر وہ ایک ایسی جگہ نہیں تھی کہ جہاں رہ کر میں تصوف کا مطالعہ کرسکتا۔ پیش لفظ ... آرتھر ایف بلھہر

ایک سال بعد دوبارہ پاکستان آیا اور لاہور میں سلسلہ نقشبندیہ کے متعلق کتابوں کی تلاش میں دو سال (1989/1991) صرف کیے۔ جلد ہی مجھ پر یہ حقیقت آشکار ہوئی کہ پنجاب میں مبلغ شیخ (DIRECTING) تو بہت ہیں لیکن مجتہد شیخ (MEDIATING SHAIKH) کا ملنا بہت مشکل ہے۔ میں اس شخصیت کا متلاشی تھا جس نے روایتی روحانی طریق سے ہٹ کر ایک مجتہد کا کردار ادا کیا ہو۔ روحانی ہدایت کا شیوخ (SPIRITUALL DIRECTORS) کی ایک بڑی تعداد برطانوی حکومت کے دوران میں دکھائی دیتی تھی لیکن مجھے مجتہد (MEDIATOR) کی تلاش تھی کہ

جو دِل کی بات سمجھ لے فقط نگاہوں سے
تمام شہر میں ایسی کوئی نظر بھی ہے!

پنجاب میں تحقیق کے دو سال پورے ہونے کو تھے۔ جب مجھے نو آبادیاتی دور کے ایک نقشبندی شیخ سید جماعت علی شاہؒ (1841-1951) کی قائم کردہ انجمن سے بیس سالوں پر مشتمل ماہانہ میگزین انوار الصوفیہ کا بنڈل ملا اور مجھے یہ پتہ چلا کہ 1935ء میں جناب عزت مآب سیّد جماعت علی شاہؒ کو امیر ملتؒ منتخب کیا گیا تھا۔ بیسویں صدی سے قبل سلسلہ نقشبندیہ سے زیادہ اور مفصل چھپا ہوا مواد کسی دوسری تنظیم کا نہ تھا۔ یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں تھی کہ قابل صد احترام سید جماعت علی شاہؒ ایک عملی مجتہد شیخ (PRAGMATIC MEDIATING SHAIKH) تھے اور جدید دور کے کامل، عظیم نقشبندی راہنما تھے اگر چہ اُس دور میں وراثتی شیوخ بھی تھے اور مزارات کے متولی بھی، جو فقط نام کے پیر تھے اور روحانی غذا فراہم کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے تھے اور نقشبندی لٹریچر میں اُن کا کہیں نام ونشان نہیں ملتا۔

رسالہ انوار الصوفیہ کی اتفاقاً بازیافت نے مجھے اس بات پر قائل کیا کہ بلند مقام سیّد جماعت علی شاہؒ کو اپنے مطالعہ کا محور و مرکز بناؤں اور اس معاملے کا کھوج لگاؤں کہ اُس وقت کیا ہو رہا تھا اور نقشبندی مجدد کی مصروفیات کیا تھیں؟ جب کہ نو آبادیاتی پنجاب پر انگریزوں کی حکومت تھی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک مجتہد شیخ کے طور پر صد ذی وقار سیّد جماعت علی شاہؒ کی سربراہی اپنے خلفا اور مشہور و معروف علما کے لیے برطانوی ہند اور اسلامی دُنیا کے بہت سے خطوں میں بلند پایہ نقشبندیوں کے لیے عملی نمونہ اور مثال بن چکی تھی۔ اعلیٰ مقام سیّد جماعت علی شاہؒ کے بارے میرے پاس فقط دو مستند تحریریں تھیں۔ (رسالہ انوار الصوفیہ کا مجموعہ اور سیرت امیر ملتؒ) خوش قسمتی سے یہ دونوں ذرائع بھرپور اور مکمل علمی مواد رکھتے تھے۔ جن سے حضرت سیّد جماعت علی شاہؒ کی عظیم المرتبت شخصیت عیاں ہوتی تھی۔ رسالہ انوار الصوفیہ میں سیّد جماعت علی شاہؒ کی روزمرہ زندگی کی جھلک ملتی ہے اور یہ مجموعہ بیس سال کے طویل عرصے پر محیط ہے۔ سلسلہ نقشبندیہ کے متعلق فراہم کردہ معلوماتی مواد کی بدولت یہ تحریریں بیسوی صدی کے کسی بھی تحریر شدہ مواد سے بالکل ہی منفرد ہیں۔ اس حوالہ سے جدید محققین خوش قسمت ہیں کہ نقشبندیہ کے پاس بہت سے وسیع البیان مصنف تھے جن کی تحریریں وقت کے ہاتھوں محفوظ ہیں۔

قارئین کرام! اس کتاب میں اُن ابواب کا ترجمہ اضافے کے ساتھ درج کیا جا رہا ہے جو

کہ آرتھرایف بلھر کی کتاب پیغمبر کے وارث صوفی میں فقہ وحدیث کے امام اور مجتہد شیخ حضرت سیّد جماعت علی شاہؒ محدث علی پوری کے بارے میں رقم ہیں۔ کتاب لکھنے یا ترجمہ کرنے کا ارادہ تو نہ تھا لیکن چند غلامانِ امیر ملتؒ اور یارانِ طریقت کے اصرار پر ایسا کرنا پڑا جو یہ جاننے کے لیے متجسس تھے لیکن انگریزی زبان اُن کے لیے رکاوٹ تھی کہ ایک انگریز نے اُن کے پیارے حضرت کے بارے میں کیا کچھ لکھا ہے اور کس انداز میں روحانی خانوادہ رسول ﷺ کے اس چشم و چراغ پر تحقیق کی ہے۔ دراصل یہ بھی غلاموں کا اپنے آقا سے محبت کا اظہار ہے اور اس خادم کا بھی اسی محبت کے اظہار کا ذریعہ ہے کہ

پیر سیّد اشتیاق حسین جماعتی

میں تیرے حُسنِ بیاں تک دیکھوں

حضرت سیّد جماعت علی شاہؒ کی صوفیانہ تنظیم

صد ذی شان سید جماعت علی شاہؒ ضلع سیالکوٹ کے گاؤں علی پور سیداں میں 1841ء میں پیدا ہوئے اُن کے جد امجد سید محمد نوروز حسین شاہؒ مغل بادشاہ ہمایوں کے ہمراہ ہندوستان 1956 میں تشریف لائے۔ حضرت سید جماعت علی شاہؒ حافظِ قرآن اور محدث اعظم بھی تھے۔ بابا فقیر محمد چوراہی نے 1891ء میں حضرت سیّد جماعت علی شاہؒ کو نہ صرف نقشبندیہ مجددیہ میں باقاعدہ داخل کیا بلکہ بہت جلد انہیں خلافت سے بھی نواز دیا۔

نقشبندی سلسلہ میں شیخ کا کردار

شیخ کی نگاہِ کرم نے میرے دِل کے آئینے کو اس قدر مصفا کر دیا ہے۔ شیخ کی نظر کرم نے میرے دِل سے گناہوں کا زنگ اُتار دیا ہے۔ میرا دِل اس قدر شفاف ہے کہ اس میں آقا کی رغبت کے سوا دُنیا کی ہر قسم کی حرص ختم ہوگئی ہے۔

جیس دِل دیکھاں یار و یار

شیخ کا تصور بالآخر خدائے بزرگ و برتر سے ملاقات کا باعث بنتا ہے۔ مجتہد شیخ ایک منفرد اور جداگانہ شخصیت کی عکاسی کرتا ہے۔ وہ ایک مبلغ شیخ سے منفرد حیثیت کا حامل ہوتا ہے۔ مجتہد شیخ، مبلغ

شیخ سے بنیادی طور پر مختلف طریقہء تصوف اختیار کرتا ہے اور لوگوں کے سامنے ایک مثالی نمونہ پیش کرتا ہے۔ ابتدائی نقشبندی صوفیاء جو ایک ہی ڈگر پر گامزن ہوں، اُن میں تبدیلی کا باعث بنتا ہے۔ مجتہد شیخ ایمان کی دولت سے مالا مال ہوتا ہے اور سرورِ دو جہاں حضرت محمد ﷺ اور معمول کے معلمین درمیان واسطے کا باعث بنتا ہے اور ایمان والوں کو اللہ سے ملانے کا ذریعہ ہوتا ہے اس کے برعکس مبلغ شیخ اپنے یارانِ طریقت کو فقط راستہ دکھلاتا ہے کہ وہ کس طرح محنت اور جدوجہد کر کے اللہ تک رسائی اور روحانی قوت حاصل کر سکتے ہیں۔ انیسویں صدی میں ہندوستان میں مزاروں پر رہنے والے شیخ اگرچہ کافی تعداد میں تھے مگر خانقاہوں کے یہ محافظ اپنے مریدین کو روحانی سفر کی تعلیم دیتے اور ان کی راہنمائی کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے تھے کیونکہ ان میں سے اکثر علم فقہ اور علم حدیث سے نابلد تھے۔ حضرت سیّد جماعت علی شاہؒ نے اس تخیلاتی اور روایتی طریقے سے ہٹ کر اور خانقاہوں کے محافظوں کے نقش قدم پر چلنے کی بجائے ایک نیا اور منفرد راستہ اختیار کیا کہ اُن کا یہ مسلک تھا کہ

؎ نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبیری

چنانچہ انھوں نے علی پور سیداں کی خانقاہ سے نکل کر رسم شبیری ادا کی اور اسی سبب آج پورا عالم انھیں ایک بلند پایہ مصلح اور مجدد کے طور پر جانتا ہے۔ بلاشبہ وہ ایک مجتہد شیخ کی باوقار مسند پر متمکن تھے۔ اُن کو نبی اکرم ﷺ اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ براہِ راست تعلق تھا اور وہ اپنے یارانِ طریقت کو بھی سرورِ کائنات حضرت محمد ﷺ اور اللہ تعالیٰ تک پہنچانے کا ذریعہ تھے کہ

؎ بمصطفٰے برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نرسیدی تمام بولہبی است

نقشبندی مجتہد شیخ سید جماعت علی شاہؒ محبت شیخ پر زور دیتے ہیں۔ شیخ کی محبت سے ہر کام یہاں تک کہ بخشش اور نجات ممکن ہے یہ محبت ہی ہے جو مرید اور اُس کے سر پر دستِ شفقت رکھنے والے شیخ کے درمیان تصوف اور درجات کے پھیلے فاصلے کو مٹا سکتی ہے۔ نقشبندی شیوخ نے دوبار روحانیت میں پیار و محبت کے فروغ اور تقویت پر زور دیا درحقیقت اُن کی منزل بھی محبت تھی کیونکہ محبت ہی ماننے والے اور اُس کے آقا کے درمیان رابطے کا ذریعہ ہوتی ہے۔ بے شک خدا اور محمد ﷺ سے

جو چیز قربت کا سبب بنتی ہے وہ پیار ہی ہے۔ جو بندے کے دِل میں اپنے پیغمبر سے اور خدا کے لیے ہے۔ اس عشق الٰہی نے بہت سے پڑھے لکھے مسلمانوں کو متاثر کیا اور انھوں نے نو آباد ہندوستان میں اپنے معاشرتی طرز زندگی کو یکسر بدل دیا۔ نقشبندیوں کا ایک نیا مذہبی جنون سامنے آیا جو جدید ترین موثر انگریزی تعلیم سے معمور تھا۔ ایک ماہانہ انگلش میگزین کا اجراء کیا گیا اور یہ رسالہ ہزاروں میل دور دراز کے علاقوں میں مسلمانوں تک پہنچایا جاتا کہ

میرا پیغام محبت ہے جہاں تک پہنچے

اس سلسلہ میں حضرت سیّد جماعت علی شاہؒ کی مشہور نقشبندی تنظیم اور سلسلہ طریقت ایک اعلیٰ مثال ہے جو لوگوں کے دِلوں پر حکومت کرتے تھے۔ چشتی حضرت پیر مہر علی شاہؒ کی طرح انھوں نے اپنے دور کے جید علما سے تعلیم حاصل کی آپ کے والدِ محترم حضرت سیّد کریم حسین شاہؒ نے حافظ شہاب الدینؒ کشمیری کو، آپ کو تعلیم دینے کے لیے مقرر کر رکھا تھا۔ جو قلعہ احمد آباد سے آئے تھے۔ عبدالر شید علی پوری عبدالوہابؒ امرتسری اور غلام قادر بریلویؒ سے حصول تعلیم کے بعد جناب سیّد جماعت علی شاہؒ نے اپنے وقت کے دو مشہور و معروف نقشبندی عالم، ارشاد حسینؒ رامپوری اور شاہ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی سے مذہب اور منطق کی تعلیم حاصل کی۔ شیخ بلند المرتبت جناب حضرت جماعت علی شاہؒ کی بطور امیر ملتؒ نامزدگی اور تقرری اُن کی مجتہدانہ صلاحیت رکھنے اور اُن شہری، دیہی اور عام لوگوں کے راہنما ہونے کا واضح ثبوت ہے کہ

نگاہ بلند، سخن دِلنواز، جان پر سوز
یہی ہے رختِ سفر میر کارواں کے لیے

آپ نے مجتہدانہ صوفی کا کردار ادا کیا۔ انھیں ایک عالم و فاضل حضرت احمد رضا خان بریلویؒ کی معاونت حاصل تھی۔ وہ شہری اور دیہاتی کی تمیز سے بالاتر تھے۔ علما کی بھرپور حمایت، دیہاتی زمیندار، یارانِ طریقت کے ساتھ تعلق اور شہری قائدین کی موثر معاونت سے حضرت سیّد جماعت علی شاہؒ کو بنیادی طور پر انڈیا کے تمام پیش رو نقشبندی صوفیائے کرام پر سبقت حاصل تھی۔ وہ آسمان ولا یت محمدی کے علم و فکر اور تصوف کے درخشاں، تابندہ ستارے تھے۔ انھیں نسبتِ ولایت محمدی بھی حاصل

تھی اور آقائے کون ومکاں حضرت محمد ﷺ کی آل پاک سے ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔

؎ سرکار ﷺ سے نسبت ہے سرمایہ کل میرا

1904ء میں اپنی انقلابی صوفی تنظیم کو منظم کرنے اور اس کی سرگرمیوں کو پنجاب سے باہر دور دراز علاقوں تک پھیلانے کے لیے حضرت سیّد جماعت علی شاہؒ نے انجمن خدام الصوفیہ قائم کی۔اس انجمن کو فعال بنانے میں اعلیٰ تعلیم یافتہ ڈسٹرکٹ جج انور علی روہتک (جو صوبہ پنجاب کے ایک زمیندار تھے) نے اہم کردار ادا کیا۔جج انور علی کو ماہانہ میگزین انوار الصوفیہ شائع کروانے کی ذمہ داری سونپی گئی۔انھیں حضرت سیّد جماعت علی شاہؒ کے معاون ہونے کا شرف بھی حاصل ہوا۔انجمن خدام الصوفیہ کا بنیادی مقصد اسلام میں فتنہ پھیلانے والے گروہوں اور خاص طور پر مرزائیوں کے خلاف صوفیائے کرام کو متحد کرنا تھا۔تمام سلاسل طریقت نقشبندی، چشتی، قادریہ، سہروردیہ کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کرنا۔علم تصوف کا فروغ، علم تصوف پر موجود کتابوں کو قارئین تک پہنچانا اور رسالہ انوار الصوفیہ کے ذریعے سے اسلام کے پیغام کو دور دور تک پھیلانا تھا۔

اُنیسویں صدی میں خانقاہوں اور مزارات کے سجادہ نشین حج کرنے کے علاوہ شاذونادر ہی اپنی خانقاہوں سے دور جاتے تھے۔وہ خانقاہ میں رہ کر ہی اپنے مریدین کی روحانی راہنمائی فرماتے اور روحانی طاقت عطا کرتے تھے۔مریدین کو بخوبی علم ہوتا تھا کہ اُن کے شیخ کامل اپنی خانقاہوں میں موجود ہوں گے اور وہ جب چاہیں وہاں جا کر اُن کی زیارت کر سکتے ہیں۔لیکن یہ اصول وضوابط حضرت سیّد جماعت علی شاہؒ کی مسلسل سفر کرنے کی عادت پر منطبق نہیں ہوتے تھے اور اُن کی شخصیت کو کسی ایک علاقے یا کسی مخصوص مقام اور جگہ تک محدود نہیں کیا جا سکتا۔تصوف کی ترویج کے لیے مہم جوئی ایک جدید اصول ہے اس کی بجائے کہ طالبان حق سرکار سیّد جماعت علی شاہؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے جیسا کہ اُس دور میں پیرانِ عظام کو شیوہ تھا۔آپ بنفس نفیس ہزاروں میل کی مسافت طے کر کے انڈیا کے دور دراز علاقوں تک پہنچتے اور اُن کے یارانِ طریقت بڑی محبت وعقیدت کے ساتھ چشم براہ رہتے کہ

؎ وہ خود نزدیک آجاتے ہیں تڑپایا نہیں کرتے

سال میں دو مواقع ایسے ہوتے جب یارانِ طریقت کو یہ یقین ہوتا تھا کہ سرکار سیّد جماعت

علی شاہؒ گھر پر موجود ہوں گے۔ وہ انجمن خدام الصوفیہ کا سالانہ جلسہ 11,10 مئی اور آپ کی والدہ ماجدہ کی برسی (4 شعبان) کا موقع ہوتا تھا۔ ایک دفعہ آپ قریباً 8 ماہ تک میسور، بنگلور، حیدرآباد دِکن کے سفر پر رہے۔ ریل کے لمبے سفر کے بعد جب آپ حیدرآباد پہنچے تو نواب آف حیدرآباد نے ایک کار کرایہ پر آپ کے لیے حاصل کی جونہی گاڑی راستے میں رکتی لوگ آپ کی زیارت کے لیے اُمڈ آتے۔ آپ کو پھول اور پھل پیش کرتے۔ دید کے مشتاق آپ کا استقبال کچھ اس طور کرتے

؎ جیسے ویرانے میں چپکے سے بہار آ جائے

اس واقعہ کے چھ برس بعد اور پنجاب سے پھر ایک لمبا عرصہ دور رہنے کے بعد جب حضرت سیّد جماعت علی شاہؒ واپس آئے تو سیالکوٹ ریلوے اسٹیشن پر آپ کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے ہزاروں مشتاق پیروکاروں نے آپ کو اور آپ کے بیٹے حضرت سیّد خادم حسین شاہ صاحب کو ہار پہنائے۔ لوگوں کا اس قدر ہجوم تھا کہ یاران طریقت کو راستہ بنانا پڑتا اور جب سیالکوٹ سے 50 کلومیٹر کا فاصلہ طے کر کے آپ علی پور سیداں پہنچے تو لوگ دو کلومیٹر تک سڑک کے ساتھ (لائن) قطار بنائے اپنے شیخ کا استقبال کرنے کیلیے کھڑے تھے اور آپ کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے بے تاب تھے کہ

؎ آنے والے تیری راہوں میں بچھاؤں پلکیں

1880ء کے بعد پنجاب سے شائع ہونے والے اخبارات ورسائل کی تعداد بہت بڑھ چکی تھی۔ ہر مذہبی گروہ دوسروں پر سبقت لے جانے کی کوشش میں تھا۔ رسالہ انوارالصوفیہ کی پہلی اشاعت کا اہتمام حضرت سیّد جماعت علی شاہؒ نے اپنی جیب سے کیا تھا۔ اور یہ پہلا رسالہ تھا جو پنجاب میں صوفیائے کرام کے مشن کا صحیح ترجمان تھا۔ 1880ء سے 1905ء تک پنجاب سے شائع ہونے والے مذہبی مسلم رسائل کی تعداد سولہ تھی اور یہ ایک خصوصی ایجنڈے کے تحت شائع کیے جاتے تھے اگر چہ دیگر مذہبی رسائل کی طرح انوارالصوفیہ میں بھی احمدیوں اور وہابیوں کے خلاف تحریریں ہوتیں لیکن اس رسالے میں زیادہ تر صوفیائے کرام کی مجتہدانہ کوششوں کو سراہا جاتا تھا اور اس بات کی وضاحت کی جاتی تھی کہ کس طرح کوئی روحانی قوتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے خدا اور خدا کے رسول ﷺ تک رسائی

حاصل کرسکتا ہے۔

1922ء میں رسالہ انوار الصوفیہ میں فتنہ ارتداد کے موضوع پر ایک باقاعدہ باب کا اضافہ کیا گیا۔ 1925ء میں حضرت سیّد جماعت علی شاہؒ نے آریا سماج تحریک کے خلاف پنجاب بھر سے آئے اکتیس وفود کی سربراہی کی۔ 1923ء میں رسالہ نے انجمن خدام الصوفیہ کے سکول مساجد تعمیر کرنے کی کوشش کے جذبے کو سراہتے ہوئے کارکردگی رپورٹ کا آغاز کیا۔ سکول مساجد اور ہسپتالوں کی تعمیر اس حکم کی تکمیل تھی جس کو انسانیت کے درد سے معمور بلند پایہ شخصیت حضرت سیّد جماعت علی شاہؒ میں جاری کیا تھا کہ اہلِ طریقت کو لوگوں کی مدد کرنی چاہیے۔ صدذی وقار سیّد جماعت علی شاہؒ کی شخصیت کی سب سے اہم بات یہ تھی کہ آپ نے انجمن خدام الصوفیہ اور رسالہ انوار الصوفیہ سے اپنے پیروکاروں کے درمیان ایک ایسا رابطہ پیدا کیا جو آگے چل کر ساری ملتِ اسلامیہ کے لیے اتحاد و یگانگت کا باعث بنا۔ رسالہ انوار الصوفیہ 1904ء سے لے کر 1969 تک باقاعدگی سے چھپتا رہا۔ حضرت سیّد جماعت علی شاہؒ ہر ماہ رسالہ کی کاپی تمام پیران عظام کو فری بھیجتے اور رسالے میں اکثر اوقات ان پیرانِ عظام کی تعریف بھی کی جاتی تھی تاکہ رسالہ کی مقبولیت اُن شیخوں کے مریدین میں پھیل جائے۔

1922ء میں قائد انسانیت نے ایک فرمان جاری کیا کہ ان کا ہر یار طریقت جو پڑھا لکھا پیروکار ہو اُسے یہ رسالہ ضرور خریدنا چاہیے اور جو ایسا نہیں کرے گا میں قیامت کے دِن اُس کی شفاعت کا ذمہ دار نہیں ہوں گا۔ یہ فرمان اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ حضرت سیدّ جماعت علی شاہؒ کا طریقہ خدمت اسلام ایک مجتہد شیخ کی مانند تھا جو باقی تمام شیوخ سے منفرد و مختلف تھا۔

سیدّ جماعت علی شاہؒ کا مجتہدانہ تصوف

تنظیم انجمن خدام الصوفیہ نے انگریزی طریقہ اختیار کر کے اور جدید ذرائع بروئے کار لاتے ہوئے پنجابی صوفیا کے افکار و خیالات کو بدل کر رکھ دیا اور اپنے پیروکاروں کے خیالات کو ایک نئی نہج پر گامزن کر دیا۔ متلاشیانِ حق جب اس مجتہد شیخ حضرت سیّد جماعت علی شاہؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو انھیں ایک نئے اور منفرد تجربے کا احساس ہوتا۔ نقشبندی طریقہ تصوف میں سیّد جماعت علی شاہؒ طالبان حق کو مجددی طریقہ پر راہنمائی نہ فرماتے اور نہ ہی اُن کے سامنے روحانی قوتوں کی نمائش کرتے کیونکہ مجتہدانہ طریقہءِ تصوف میں ایسی روحانی تعلیم کی کوئی گنجائش نہیں۔ مجتہدانہ تصوف اُس ڈھانچے کی مکمل

طور پر نفی کرتا ہے کہ کوئی شخص اپنی ذاتی کاوش اور انتھک محنت سے خدا تک رسائی حاصل کر ے ہے بلکہ خدا تک پہنچنے کا واحد راستہ مجتہد شیخ حضرت سیّد جماعت علی شاہؒ کے نزدیک تصورِ شیخ اور محبتِ رسول ﷺ سے ہو کر گزرتا ہے کہ

؎ اللہ والے ہیں جو اللہ سے ملا دیتے ہیں۔

مجتہد شیخ حضرت سیّد جماعت علی شاہؒ خدا اور مومن کے درمیان ایک وسیلہ ہے جو پیغمبر پاک ﷺ کے ورثے کا کام دیتا ہے اور حضرت محمد ﷺ کے نقش قدم پر گامزن ہے اور اُس کا ہر ہر فعل طریقتِ محمدی ﷺ پر دلایت کرتا ہے کہ

؎ تیرے نقش پا کی تلاش تھی کہ میں جھک رہا تھا نماز میں

اگر ہم سیدّ جماعت علی شاہؒ محدث علی پوری کی زندگی کا بنظر غائر جائزہ لیں تو پتہ چلتا ہے کہ ربِ کائنات نے انھیں صاحبِ تقویٰ بنایا تھا۔ صاحب استغنا بنایا تھا۔ صاحب جود وسخا بنایا تھا، صاحب اتباع مصطفٰے ﷺ بنایا تھا۔ صاحب زاہد بنایا تھا۔ صاحب ورئی بنایا تھا۔ صاحب اتباعِ خدا بنایا تھا۔ اُن کا ظاہر شریعت محمدی ﷺ سے مزین اور اُن کا باطن طریقت محمدی سے منور تھا اور وہ اتباع مصطفٰے ﷺ پر فائز تھے۔

مجتہدانہ طریق تصوف اہلِ ایمان اور سرکار مدینہ ﷺ کے درمیان و کا سبب بنتا ہے اور جب نبی کریم ﷺ کے ساتھ تعلق استوار ہو جاتا ہے تو سرور دو عالم ﷺ مومن اور خدا کے درمیان رابطے کا باعث بن جاتے ہیں اس طرح دو درمیانی واسطے کام کرتے ہیں۔

۱۔ پیر برزخ صُغریٰ

۲۔ پیر برزخ کُبریٰ

محبت شیخ جس پر نجات اور خدا کے ساتھ رابطے کا انحصار ہوتا ہے، سائل کو خدا کے بہت نزدیک کر دیتی ہے۔ درجہ بندیوں کا فرق ذاتی مشاہدے سے کم نہیں فقط شیخ سے کم ہو ہے۔ اس اصول پر گامزن رہتے ہوئے کہ محبت شیخ، محبتِ رسول ﷺ اور محبتِ خدا، حضرت سیّد جماعت علی شاہؒ صوفیانہ مجاہدے میں محبت پر زور دیتے ہیں۔ خدا کی محبت اس وقت حاصل ہوتی ہے جب محبتِ رسول ﷺ مومن کے دِل میں موجزن ہو جائے اور محبتِ رسول ﷺ اس وقت نصیب ہوتی ہے جب محبت

شیخ مرید کی رگ و پے میں سرایت کر جائے اور اپنے شیخ کے ساتھ مرید کا تعلق اِس حد تک گہرا ہو جائے کہ اُسے فنافی الشیخ کا مقام حاصل ہو جائے کہ

دانہ خاک میں مل کرگل وگلزار ہوتا ہے

ایک ہدایت کار شیخ کی نگرانی اور محبت میں روحانی مجاہدہ کرنے کی بجائے مجتہد شیخ سے دلی محبت انسان کو فنافی اللہ کے اعلیٰ مقام تک پہنچا دیتی ہے۔ جسے مجتہد شیخ بنفس نفیس پہلے ہی حاصل کر چکا ہوتا ہے۔ خدا کے تمام سچے اور برگزیدہ بندوں سے محبت کرنا ہر شخص کا مذہبی فریضہ ہے۔ مرید کو اپنے شیخ کے ساتھ پوری کائنات سے بڑھ کر محبت کرنی چاہیے۔ حضرت سیّد جماعت علی شاہؒ نے نقشبندی طریقِ تصوف کی تشریح و وضاحت ہمیشہ محبت کے حوالے سے کی ہے۔ اپنے شیخ اور پیغمبر پاک ﷺ کے ساتھ والہانہ محبت ہی حضرت سیّد جماعت علی شاہؒ کا طریق ہے جو انھی مقام غوثیت پر متمکن و فائز ہے۔

جو لوگ طریق زہد پر کاربند ہوتے ہیں اور خلوص سے محنت کرتے ہیں۔ مجاہدے نوافل ادا کرتے ہیں۔ میلاد کی محفلیں سجاتے ہیں، کثرت کے ساتھ عبادت میں محو رہتے ہیں گویا اس معمول میں اک عمر دراز گزر جاتی ہے۔ ان کے قلب و باطن کی صفائی یقینی نہیں ہوتی۔ کچھ ہو جاتی ہے اور کچھ رہ جاتی ہے۔ اس کے برعکس طریق عشق والے کیا کرتے ہیں۔ تیل چھڑکا، آگ لگادی اور ساری کی ساری جسمانی غلاظتیں، کدورتیں اور نفرتیں یک جنبش اک شعلے کی میں آجاتی ہیں اور سب کچھ جل کر راکھ ہو جاتا ہے اور محبوب کے نام کے سوا کچھ دکھائی نہیں دیتا کہ

جلا ہے جسم جہاں دِل بھی جل گیا ہوگا
کریدتے ہو جو اب راکھ جستجو کیا ہے

یہ محدث علی پوریؒ کا طریق عشق ہے جس پر قطب الاقطاب امیر ملت سیّد جماعت علی شاہؒ خود بھی کاربند تھے اور اپنے پیروکاروں کو بھی اسی طریق پر ڈالتے تھے کیونکہ یہ زیادہ موثر، نتیجہ خیز اور جلد منزل تک پہنچاتا ہے۔

رسالہ انوار الصوفیہ اپنے قارئین کو اس بات کی طرف راغب کرتا تھا کہ مجددی طریقہ کار ذکر، توجہ، رابطہ، اور تصور شیخ کو محبت اور محبت رسول ﷺ کے ساتھ مربوط کر دیا جائے۔ مرید اللہ کا بار بار ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ تصور شیخ اور محبت رسول ﷺ میں ڈوب جائے۔ روحانی توجہ سچی محبت

بار ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ تصور شیخ اور محبت رسول ﷺ میں ڈوب جائے۔ روحانی توجہ سچی محبت سے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔ حضرت سیّد جماعت علی شاہؒ کے نزدیک اپنے شیخ کے ساتھ رابطہ استوار کرنے اور قلبی تعلق پیدا کرنے کے لیے سب سے پہلی ضرورت محبت شیخ ہے۔ مرید اور شیخ کا تعلق اور رابطہ فقط خدا اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ عقیدت و محبت سے ہی بحال رہ سکتا ہے حضرت سیدّ جماعت علی شاہؒ کے طریق تصوف میں جب مرید گردن جھکا کر اللہ اللہ کا ورد کرتا ہے اور اپنی توجہ شیخ پر مرکوز رکھتا ہے تو اُس پر تمام اسرار و رموز عیاں ہو جاتے ہیں۔

حضرت سیّد جماعت علی شاہؒ کے نزدیک تصوف کا مقصد یہ ہے کہ بندہ نابینا نہ رہے بینا ہو جائے۔ اُسے بصارت کے ساتھ ساتھ بصیرت بھی حاصل ہو جائے کہ

؎ جب نگاہ بدل جاتی ہے منظر تبدیل ہو جاتے ہے

خدا کے انوار و تجلیات کی صحیح عکاسی انوار تجلیاتِ محمدی ﷺ سے ہوتی ہے اور پیر جو محبت رسول ﷺ کا پیکر ہوتا ہے۔ مرید صادق کے باطن کو نورِ محمدی ﷺ کے فیض سے مسلسل منور و تاباں کرتا رہتا ہے اور مرید صادق اپنے شیخ کے ساتھ صادق جذبے کی رو سے روحانی سفر کے تمام مراحل طے کرتا چلا جا تا ہے اور سچی محبت کو بنیاد بنا کر شیخ اپنے مرید کا ربط پیغمبر پاک ﷺ کے ساتھ قائم کر دیتا ہے کہ

؎ نسبت نور تو خود نور بنا دیتی ہے

کسی مرید کا اپنے شیخ سے روحانی فیوض حاصل کرنے کا دار و مدار تمام تر اس بات پر ہوتا ہے کہ وہ اپنے شیخ کو کتنا ٹوٹ کر چاہتا ہے۔ دراصل محبت شیخ جنت میں داخلے کی سند ہے۔ یہی روحانی طریقہ محبت ذی وقار حضرت سیّد جماعت علی شاہؒ کا تھا جو ایک مجتہد شیخ تھے۔ خدا کے ولی سے عقیدت اور لگاؤ سائل کو ہمیشگی کی زندگی عطا کرتی ہے لیکن اس کے لیے شرط یہ ہے کہ مرید اپنے شیخ کو ظاہر کی آنکھ سے نہیں بلکہ دِل کی آنکھ سے دیکھے کہ

؎ ہو دیکھنا تو دیدۂ دِل وا کرے کوئی
ظاہر کی آنکھ سے نہ تماشا کرے کوئی

حضرت سیّد جماعت علی شاہؒ اپنے مریدین کو روایتی صوفی طریقے پر ہدایت دینے کی بجائے مجتہدانہ انداز اختیار فرماتے اور اکثر یہ اعلان کرتے کہ زندگی کے تمام شعبوں سے تعلق رکھنے والے لوگ

میرے حلقہ میں شامل ہیں۔ میں انہیں فقط ذکر الٰہی اور ذکر رسول ﷺ کی تلقین کرتا ہوں اور اس کے سوا کچھ نہیں کہتا۔ جب بھی کوئی شخص آپ کے سلسلہ طریقت میں داخل ہوتا تو اُسے ایک مختصر پاکٹ سائز پمفلٹ دیا جاتا۔ جس میں شجرہ شریف پڑھنے پر زور دیا جاتا، درود شریف پڑھنے کی تاکید ہوتی۔ شیخ کی محبت میں نظمیں پڑھنے اور ختم خواجگان پڑھنے کا طریقہ درج ہوتا۔

مجتہد شیخ حضرت سیّد جماعت علی شاہؒ کا طریقہ کار باقی تمام شیوخ سے مختلف تھا۔ دوسرے لفظوں میں انجمن خدام الصوفیہ نے تصوف اور صوفیاء کی تاریخ میں نئی روایات کی بنیاد ڈالی۔ انجمن کے سالانہ جلسوں میں محبتِ شیخ اور محبت رسول ﷺ پر تقاریر ہوئیں اور ان اجلاس میں پورے ہندوستان سے ہر قسم کے لوگ بشمول اینگلو انڈین شامل ہوتے تھے۔ انجمن کے اس سالانہ جلسہ میں تمام علاقوں سے صوفیائے کرام، سجادہ نشین، علمائے کرام، مریدین اور متوسلین شامل ہوئے اور یہ کانفرنس ایک جدید خطوط پر منعقد ہوئی تھی۔ جس سے سیّد جماعت علی شاہؒ کے مجتہدانہ افکار و خیالات کی صحیح ترجمانی ہوئی تھی۔

حضرت سیدّ جماعت علی شاہؒ کے حالاتِ زندگی کا اگر بنظر غائر مطالعہ کیا جائے تو اس راز سے پردہ اُٹھتا ہے کہ وہ اپنے وقت کے ایک ایسے مجتہد شیخ تھے جنھوں نے ہمیشہ برطانوی سامراج کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کی اور وہ ہر دم خدمتِ اسلام کے جذبے سے سرشار رہتے تھے۔ اُن کی نگاہ بلند تھی۔ آپ کو نہ تو قارون کے خزانوں کی طلب تھی اور نہ ہی فکر افلاطون درکار تھی کہ

؎ خاکی ہے مگر خاک سے رکھتا نہیں پیوند

انجمن خدامِ الصوفیہ کے سالانہ جلسوں میں ہر روز آٹھ تقاریر ہوتی تھیں۔ پابندی کی ساتھ نماز ادا کی جاتی اور قرآن پاک کی تلاوت ہوتی۔ سرور دو جہاں حضرت محمد ﷺ کی خدمت اقدس میں مدحت کے نذرانے پیش کیے جاتے اور آخر میں لنگر تقسیم ہوتا۔ ان جلسوں کے موقع پر اپنے پرائے نئے پرانے اور ہندوستانی یا انگریز کے درمیان کوئی امتیاز نہیں برتا جاتا تھا سب لوگوں کی نگاہوں کا مرکز وہ مقام ہوتا تھا۔ جہاں قالین پر سجادہ نشین، علما، نعت خواں اور اقرا حضرات عام لوگوں کے درمیان بیٹھے ہوتے تھے۔ یہ بھرپور تہذیبی اجتماع دیکھنے والوں کو بہوت کر دیتا تھا اور اس کا تاثر شاہی جلسوں سے مکمل طور پر مختلف دکھائی دیتا تھا کہ

؎ محفلِ جاں، سجی ہوئی آپ ﷺ کے دم قدم سے ہے۔

لارڈلٹن کا جلسہ جس میں وہ آٹھ دس فٹ بلند سٹیج پر بیٹھا ہوتا یا مغلیہ دور کے دربار جہاں بادشاہ اور امراء عام لوگوں سے بلند سطح پر بیٹھے ہوں۔ انجمن کے سالانہ جلسوں سے یکسر مختلف ہوتے تھے۔ انجمن کے سالانہ جلسے کی خصوصیت یہ ہوتی تھی کہ ہزاروں مریدین اور متوسلین کو اپنے مجتہد شیخ حضرت سیّد جماعت علی شاہؒ کا دیدار نصیب ہوتا اور وہ خدا کی اس نعمت عظمیٰ سے فیوض و برکات محمدی ﷺ حاصل کرتے تھے۔ سرور کائنات حضرت محمد ﷺ کے چمن ستان کا نورانی پھول اُن کے روبرو ہوتا اور وہ اس کی خوشبو اور انوار و تجلی سے مسرور ہوتے۔ آپ کا دیدار کرنے والے اپنی غم واندوہ کی تپش کو بھول جاتے، محبت شیخ میں ڈوب جاتے، عشق و مستی سے سرشار ہوتے، ایمان کی کلی شگفتہ اور تر و تازہ ہو جاتی اور اُن کی شیریں اور رس بھری باتوں سے اپنے تن من کو اُجلا اور قلب و باطن کو مصفا کیے جاتے کہ

مہکی مہکی اے دل دی گلی، پلکاں تے بتیاں بنیاں نیں
دم دم دے نال اُڈیکاں مینوں اُوس عربی سانول دیاں نیں

مجتہدانہ اندازِ فکر کا مرکزی نکتہ یہ تھا کہ انجمن کے سالانہ جلسے میں مرید کو اپنے شیخ کا درشن ہو جاتا تھا جو درجہ بندیوں کے مسلسل بڑھتے ہوئے فاصلے کو کم کرتا تھا۔ جلسے میں مقررین محبت شیخ اور مدحتِ رسول ﷺ پر لیکچر دیتے اور لوگوں کو تصوف کے بارے میں آگاہ کرتے تھے۔ رسالہ انوار الصوفیہ کے مطابق سالانہ جلسے کا مقصد پاک باز لوگوں کی محبت مہیا کی جائے۔ خدا کی محبت کو دِلوں میں اُجاگر کیا جاسکے اور عشق رسول ﷺ موجزن ہو جائے اور صوفیائے کرام کی محبت پیدا ہو۔ انجمن خدام الصوفیہ کے سالانہ جلسے میں جو لوگ شریک ہوتے تو نہ صرف اُن کے گناہ معاف ہو جاتے بلکہ وہ خدا کے منظور نظر بن جاتے جنھیں روز قیامت انعام و کرام سے نوازا جائے گا۔ حضرت سیّد جماعت علی شاہؒ کے مجتہدانہ طریقہ تصوف میں شیخ کی محبت کو جنت کی کنجی سمجھا جاتا ہے یہ انعام اُسی حاضری کا ثمر ہے کہ جو لوگ سالانہ جلسے میں شریک ہوں گے وہ قیامت کے دن صوفیائے کرام کی صف میں شامل ہوں گے۔ اِن سالانہ پروگرام میں شریک لوگوں کو پیغمبر پاک ﷺ کی مدح سرائی سے فیض یاب ہونے کے کثیر مواقع نصیب ہوتے۔ انجمن کے سالانہ جلسے میں شریک سات ہزار سے چودہ ہزار لوگ ایسے ہوتے جو نہ تو حضرت سیّد جماعت علی شاہؒ کے مرید ہوتے اور نہ ہی اُن کا آپ سے کوئی ذاتی تعلق ہوتا مگر کھنچے آتے کہ

کرم کی خیرات بٹ رہی ہے نظامِ ہستی سنبھل رہا ہے

کوئی تو ہے جو دِلوں کی نفرت کو چاہتوں سے بدل رہا ہے

1916ء اور 1917ء تک جلسے میں شریک ہونے والے لوگوں کی تعداد اس قدر بڑھ چکی تھی کہ حضرت سیّد جماعت علی شاہؒ نے انگریز حکومت پر زور دیا کہ وہ علی پور سیداں تک ریلوے لائن بچھائے۔ انجمن کے دوروزہ جلسے کے دوران میں ہزاروں کی تعداد میں موجود لوگوں کے قیام و طعام کا انتظام آپؒ فرماتے تھے۔ حضرت سیّد جماعت علی شاہؒ اِس درجہ کے مہمان نواز تھے کہ مشرق سے مغرب تک اور دکن بنگلور، میسور حیدرآباد سے سرزمین عرب تک اُن کے مہمان نوازی اور جود و سخا کی دھوم تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اہلِ عرب نے آپ کو ابوالعرب کے لقب سے نوازا۔

وہ کون سی وجوہ تھیں جو مجتہد شیخ حضرت سیّد جماعت علی شاہؒ کو شمالی ہندوستان اور دُنیا کے دوسرے بہت سے حصوں میں ہر دل عزیز شخصیت بنا رہی تھیں۔ یہ آپ ﷺ کا روحانی طریقہ کار تھا جو نا صرف دیہی آبادی کو اپنی طرف کھینچ رہا تھا بلکہ شہری زندگی سے تعلق رکھنے والے مختلف نظریات والے لوگ بھی بڑی تعداد میں آپ کے حلقہ طریقت میں داخل ہو چکے تھے۔ رسالہ انوارالصوفیہ اور انجمن خدام الصوفیہ نے مختلف سماجی طبقات سے تعلق رکھنے والے لوگوں کو یکجا کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ حضرت سیّد جماعت علی شاہؒ کے روحانی پیشوا حضرت بابا فقیر محمد چوراہیؒ اس بات پر زور دیتے کہ یاران طریقت کو آپس میں بھی محبت کرنی چاہیے اور ایک دوسرے کے مسائل حل کرنے چاہیں۔ انھوں نے فرمان جاری کیا کہ اگر کوئی مرید یہ چاہتا ہے کہ اُسے اللہ اور حضرت محمد ﷺ کی محبت نصیب ہو اور محبتِ شیخ بھی حاصل ہو جائے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے پیر بھائیوں سے محبت سے پیش آئے اس فرمان کے فوراً بعد رسالہ انوارالصوفیہ میں صدذی وقار حضرت سیّد جماعت علی شاہؒ کا ایک مضمون چھپا۔

جس میں انھوں نے تاکید کی کہ میرے مریدین جو ہر طبقے سے تعلق رکھتے ہیں اُن کو آپس میں بھی محبت کرنی چاہیے۔ مختلف نظریات کے حامل مسلمان اور ہندو یورپ سے فارغ التحصیل تھے اور وہ کسی بات کو علمی سطح پر پرکھ سکتے تھے۔ ان کو وہ طریقہ مذہب اپنانے میں مشکل پیش آتی تھی۔ جس کو اُن کے والدین نے کسی حیل و حجت کے بغیر اختیار کر لیا تھا۔ اسلامی نقطہ نظر سے کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ ایسے پڑھے لکھے لوگوں میں سے زیادہ تر اس ضابطہ حیات کو نہیں اپنائیں گے کیونکہ روحانی پیشوا،

مذہب، سائنس اور انگریزی کے بارے میں آشنا نہیں تھے۔ اس لیے ایک مبلغ شیخ کی مکمل فرمانبرداری ایک ایسے شخص کے لیے انتہائی مشکل تھی۔ جسے یورپ میں یہ تعلیم دی گئی ہو کہ اس طرح کے طریق، خیالات اور عادت فقط جاہل اور توہم پرست لوگ اختیار کرتے ہیں کہ

دیکھیے چلتی ہے مشرق کی تجارت کب کہ
شیشہ دیں کے عوض جام و سبو لیتا ہے
ہے مداوائے جنوں نشترِ تعلیمِ جدید
میرا سرجن رگِ ملت سے لہو لیتا ہے

مگر مجتہد شیخ حضرت جماعت علی شاہؒ کی بات ہی کچھ اور تھی۔ وہ عالم بھی تھے اور محدث بھی، انھوں نے مذہب و منطق کی تعلیم بھی حاصل کی تھی اور وہ جدید افکار و خیالات سے بھی آراستہ تھے وہ علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ اور دوسرے مفکرینِ اسلام کی طرح جدید اسلامی نظریات و خیالات رکھتے تھے۔ آپؒ کی طرف سے محبت شیخ اور محبتِ رسول ﷺ کا درس شقی القلب لوگوں کو سعید ازل بنانے کے لیے کافی ہوتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ (مشرق سے مغرب) پورب سے پچھّم تک پھیلی دُنیا سے تعلق رکھنے والے اور جدید تعلیم کی آگہی اور جدید افکار وخیالات سے مزین لوگ صد ذی وقار حضرت سیدّ جماعت علی شاہؒ کے حلقہ احباب میں شامل ہونا اپنے لیے باعث صد افتخار سمجھتے تھے۔

اُس دور میں برطانوی نوآبادیاتی نظام حکومت کو ساری دنیا پر وہ برتری حاصل تھی جس کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا۔ ایسے حالات میں ایک مبلغ شیخ اپنی روحانی قوتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے برطانوی سامراج کا مقابلہ بھلا کیسے کرسکتا تھا۔ 1857ء میں انگریز حکومت کے خلاف بغاوت کے دوران میں کسی کو یہ جرأت نہ تھی کہ وہ صوفیائے کرام سے یہ کہے کہ وہ اپنی روحانی قوت کا مظاہرہ کریں۔ برطانوی حکومت ہندوستان کے مسلمانوں کو انگریزی اندازِ فکر اپنانے پر مجبور کرتی تھی اور اُن لوگوں کو حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا جو صوفیائے کرام کی پیروی کرتے تھے۔ یہ امر بھی حضرت سیدّ جماعت علی شاہؒ کے مجتہد شیخ ہونے پر دلالت کرتا ہے کہ انھوں نے برطانوی سامراج کے دور میں ہندوستان کے کونے کونے میں جا کر لوگوں کو انگریزوں کے خلاف متحد کیا۔ انگریزی اقدار و روایات کے خلاف علم بلند کیا اور کسی کو آپؒ پر انگلی اُٹھانے کی جرأت تک نہ ہوئی کیونکہ آپؒ اپنے قول کا مجسم نمونہ تھے کہ جو سیدّ

ہے وہ ڈرتا نہیں اور جو ڈرتا ہے وہ سیّد نہیں۔

بھلا فضا کی تاریکی انھیں کیا ڈرا سکتی ہے جن کے کردار کے خورشید کے طفیل اندھیرے خود کو فور ہو جاتے ہیں۔ صد ذی شان حضرت سیّد جماعت علی شاہؒ ایمان والوں اور حلقہ' یاران طریقت کے لیے ریشم کی طرح نرم اور باطل وطاغوتی قوتوں کے خلاف فولاد تھے۔ آپؒ نے اپنے آپ کو بجا طور پر امیر ملتؒ کے منصب کا اہل ثابت کیا وہ جو بھی فیصلہ کرتے یا کوئی قدم اُٹھاتے تو پوری ملت ا سلامیہ کی بہتری اور مفاد کو ملحوظ خاطر رکھتے۔ آپؒ فرقہ بندیوں اور گروہی تعصب سے آزاد تھے۔ رسالہ انوار الصوفیہ اُن کے امیر ملتِ ہونے کا عکاس ہے جس کی تحریروں میں ہمیشہ امت مسلمہ کی بہتری اور اتحاد و یگانگت کا رنگ جھلکتا تھا۔ جس طرح علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ ایک وسیع تر مسلم قومیت کے نظریہ پر کار بند تھے اسی طرح حضرت سیّد امیر ملت کا بھی تمام لوگوں کے لیے یہی درس ہوتا تھا کہ

ے بتان رنگ و خو کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا
نہ تورانی رہے باقی نہ ایرانی نہ افغانی

شہری زندگی سے منسلک لوگ جو جدید افکار و خیالات کو اپناتے، وہ علامہ اقبال کی شاعری سے متاثر ہو کر پختہ ایمان کے ساتھ قرآنی تعلیمات پر کار بند ہو جاتے جبکہ دوسرے تمام لوگ جس میں شہری علاقوں سے بھی شامل ہوتے تھے وہ حضرت سیّد جماعت علی شاہؒ جیسے مجتہد شیخ کی طرف کھنچے چلے آتے۔ جن کا اخوت ومحبت کا عالمی درس اُن کے مجتہد شیخ ہونے اور ایک عظیم و بلند پایہ روحانی ہستی کے مینارہ نور کی حیثیت سے ہر قسم کے لوگوں کے لیے باعث کشش تھا۔

مجتہد انہ طریقِ اسلام

ایسا طریق ہے جس کے ساتھ ایک صوفی شیخ کی کرشماتی مقدس شخصیت بھی منسلک ہوتی ہے جو پیغمبرانہ عادات و خصائل کا مالک ہوتا ہے۔ وہ شہری اور دیہی، پڑھے لکھے اور ان پڑھ کے درمیان تفاوت کو ختم کر دیتا ہے۔ مزاراتی مصروفیات کی بنا پر دیہی نسبت رکھنے اور بین الاقوامی سطح پر نقشبندی رکنیت سازی کے اثر اور قرآن و حدیث پر مکمل عبور کی بدولت حضرت سیّد جماعت علی شاہؒ کی تنظیم نے تمام تہذیبی اور سماجی تفاوت کو ختم کر کے سارے ہندوستان سے مسلمانوں کو اپنی طرف مائل کر لیا اور

انھیں ایک ملت اسلامیہ کی لڑی میں باندھ دیا کہ

؎ اسلام تیر دیس ہے تو مصطفوی ﷺ ہے۔

مجتہدانہ طریق تصوف اور سیاست

پنجاب کے دیہی عوام کے لیے مجتہدانہ تصوف اُس بین الاقوامی، معاشی، سماجی اور سیاسی حقیقت کی ایک روحانی تمثیل تھی۔ جس کا وہ مشاہدہ کرتے تھے۔ صوفیائے کرام کی زیارت سے مشرف لوگوں کی زیادہ تعداد ہدایت کار شیوخ سے زیادہ متاثر نہیں ہوتی تھی۔ کسی شخص کے ایک شیخ کو منتخب کرنے کا انحصار زیادہ تر سماجی اور جغرافیائی سطح پر ہوتا ہے۔ ایک دیہاتی اپنے اہل خانہ کے ہمراہ ایک روحانی شیخ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور ایک ایسا وسیلہ منتخب کرتا جو کہ مفید ثابت ہو۔ ایک پیر کا انتخاب محض ایک روحانی فیصلہ نہیں ہوتا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ حالات و واقعات کے بھنور سے نکلنا بھی مقصود ہوتا ہے۔ نوآبادیاتی دور کے مغربی پنجاب میں تعینات ایک برطانوی افسر کے مطابق صوفیائے کرام اس دُنیا میں جنت کی کھڑکیاں ہیں۔

خدائے بزرگ و برتر کے ساتھ رابطہ استوار رکھنے اور بین الاقوامی سطح پر معاشی اور سیاسی قوتوں کے ساتھ تعلق قائم کرنے کے لیے ایک مجتہد شیخ کی ضرورت ہوتی ہے۔ انگریز کی پنجاب میں آمد سے بہت عرصہ پہلے روحانی قوتیں، سیاسی قوتوں کے ساتھ منسلک ہوتی تھیں۔ مغلوں نے مزاراتی خاندانوں کے سجادہ نشینوں کو جائداد اور اعزازت سے نوازا تھا۔ بقول عرفان حبیب شہری علماء اور دیہی پیران عظام کو عوام کے ساتھ رابطہ رکھنے کے لیے باقاعدہ طور پر وظیفے مقرر تھے۔

انگریزوں نے نوآبادیاتی سلطنت میں بڑی سنجیدگی کے ساتھ روحانی مدرسوں کے ساتھ تعلق قائم کرنے کی کوشش کی۔ وہ اُن کی مدد تو نہ کرتے تھے لیکن اُن کے دیہی اثر ورسوخ کو کم کرنے کی تگ ودو کرتے رہتے تھے۔ ان میں زیادہ تر صوفیائے کرام کے مزاروں سے منسلک مجاور تھے اور وہ کئی صدیوں سے اربابِ اقتدار اور دیہی عوام کے درمیان رابطے کا باعث تھے۔

مجتہد شیخ	پورے روحانی نظام کا مرکزی کردار یا روح رواں
ہدایت شیخ	مبلغ شیخ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انسانیت کے جدامجد حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں جتنے اولاالعظم انبیاء علیہ الصلوۃ والسلام تشریف لائے ان کی ذات پاک میں دو قسم کی شان پائی جاتی ہے۔

(1) شانِ فضیلت

(2) شانِ مثلیت

(1) **شانِ فضیلت:** اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو مبعوث فرماتے وقت اس کی ذات کے اندر کچھ ایسی نشانیاں مزین فرماتے ہیں جو اس وقت کے حالات و واقعات سے بالکل مختلف ہوتی ہیں۔ جنھیں بازبان عام فہم معجزات کہا جاتا ہے۔

(2) **شانِ مثلیت:** شان فضیلت کے ساتھ ساتھ یہ وہ شان ہے جو اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء کے شروع میں بیان فرمائی۔ہم نے جوڑے بنائے پھر جوڑے سے جوڑے بنائے پھر انہیں کثرت سے زمین پر بکھیرا یعنی انسانی پیدائش کے متعلق جس کی تفصیل یوں ہے۔" کہ وہ پیدا ہوتے ہیں جوان ہوتے ہیں، کھاتے پیتے ہیں، شادی بیاہ کرتے ہیں، اس دُنیائے ارض پر چل پھر کر کے اللہ کی دعوت و تبلیغ کو ہر نفس میں اُتارنے کی ہمہ وقت کوشش کرتے ہیں۔ یہی دو چیزیں صرف اور صرف اللہ کے مبعوث کردہ انبیاء میں موجود ہیں۔ان دونوں پر ایمان لانا فرض عین ہے مگر عقیدہ صرف شان فضیلت پر منحصر ہے"

قابلِ توجہ ایک بات: اُوپر شانِ فضیلت میں ایک لفظ بندہ تحریر کیا گیا ہے۔اس کا معنی کم ظرفی، کج فہمی اور تنگ نظری سے یہ مت خیال کرنا کہ عام انسانی جسامت کو بندہ کہہ کر پکارا گیا ہے تو ہم جیسا ہی انسان ہوگا۔جیسا کہ سورۃ بنی اسرائیل کی پہلی آیت میں عبدہ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے تو اس کا معنی انسان نہیں بلکہ عبادت گزار گردانا گیا ہے۔یعنی انسان کی فضیلت کو اُجاگر کیا گیا ہے ابتدائے آفرینش سے ہی انسان کے پانچ گروہ وجود میں آئے جو کہ ابدالآباد تک قائم رہیں گے۔

(i) مُشرک

(ii) کافر

(iii) منافق

(iv) مذبذب۔ مداہن

(v) مومن

(i) مُشرکین

وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے اپنے وقت میں انبیاء علیہ السلام کی ذات پاک سے معجزات شانِ فضیلت کو صورت میں منعکس ہوتے دیکھا۔ شان مثلیت کو بھول گئے۔ بے ساختہ پکار اُٹھے جیسا کہ قرآن پاک میں آتا ہے عزیز ابن اللہ یعنی عزیز علیہ السلام اللہ یا اللہ کے بیٹے ہیں۔ سو اللہ نے انھیں مُشرک قرار دیا کیونکہ وہ شانِ مثلیت کو بھول گئے۔

(ii) کافرین

یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے وقت کے انبیاء علیہ السلام کو زمانہ میں حق العین، یقیناً مشاہدہ کے بعد یہ کہتے سنا یہ سب کچھ ٹھیک ہے۔ ہم مانتے ہیں مگر یہ ہم ہی میں سے پیدا ہوا۔ پھر جوان ہوا، شادی بیاہ کے بعد کھاتا پیتا ہے سوتا جاگتا ہے اگر اللہ نے پیغمبر بھیجنا ہی تھا۔ وہ کہتے (مانعبدو هم الالیو قر بون عند الله زلفی) ہم ان بتوں کی عبادت محض اس لیے کرتے ہیں کہ ان سے اللہ کا قرب حاصل ہو۔ اللہ کا انکاری کوئی نہیں قرب وہ بھی اللہ کا چاہتے ہیں مگر ان کا طریقہ جدا ہے۔ وہ ذات مصطفوی سے دور ہو کر سب کچھ حاصل کرنا چاہتے ہیں تو وہ کسی اور مخلوق سے پیدا کرتا۔ یعنی سب کچھ دیکھنے کے باوجود انکار کرتے۔ جیسا کہ ابوجہل اور ابولہب ان کا انکار بے سبب کفر ثابت ہوا۔ سو وُہ کافر ہو گئے اور شان مثلیت پر بضدر ہے۔

(iii) منافقین

یہ وُہ لوگ ہیں جو اپنے وقت کے انبیاء علیہ السلام کے ساتھ مل بیٹھ کر بظاہر کلمہ نماز

ودیگرارا کین اسلام پر ایمان بجالاتے بازبان عام اعلان کرتے ہم ایمان لائے اور آپ کے ساتھ ہیں اور جب واپس اپنے گروہ میں پلٹتے تو وہاں جا کر کہتے کہ ہم ان کو بیوقوف بنا آئے ہیں ۔ بلا ان کا کہا کون مانے گا ہم تو ویسے ہی ہیں جیسے تھے ۔ قرآن میں ہے کہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو دھوکہ دیتے ہیں وہ از خود دھوکے میں ہیں اور اللہ نے ان کو اپنی ڈال دی ہے نہ یہ ادھر کے رہے اور نہ ادھر کے سو یہ تھے گروہ منافقین ۔

(iv) مذبذب ۔ مداہن

مداہنین جس کا معنی ہے یا جن کا اطلاق تذبذب اور وسوسہ پر ہوتا ہے یہ وہ لوگ ہیں جو آج ہمارے ایمانی اور روحانی محور کے گرد مدار میں گردش تو کرتے ہیں لیکن مادہ پرستی نے ان کے اندر ایک مرض پیدا کر دیا ہے جو دِن بدن بڑھتا جا رہا ہے ۔ بقول شاعر مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی اور المیہ ہے کہ یہ لوگ شان فضیلت کو بھول کر صرف اور صرف شب و روز تحریر و تقاریر وعظ و بیان توحید واحدنیت کرتے چلے جاتے ہیں ۔ مگر آقا پاک ﷺ کی ذاتِ پاک کو مس تک نہیں کرتے اگر زور دیتے بھی ہیں تو انکارِ زور صرف اور صرف مثلیت پر ہے ۔ یا پھر فروہی انداز میں اگر عاشق ان کے سامنے آقا ﷺ کی والہانہ عقیدت بیان کرتا ہوا پایا جائے تو یہ لوگ تذبذب اور وسوسہ میں پڑ کر اس سوچ پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ اب کافر ہوا ۔ ابھی مشرک ہوا ۔ ابھی اس نے کفر کا ارتکاب کیا مگر وہ اس کے برعکس اپنے آقا ﷺ کی شان بیان کرتا ہوا ۔

بقول شاعر

وُہ خُدا نہیں باخُدا نہیں
وُہ خُدا سے لیکن جدا نہیں

اور جس طرح قرآن پاک میں واشگاف الفاظ میں موجود ہے ۔ پیارے محبوب ﷺ جو کنکریاں تو مارتا ہے ۔ تو نہیں مارتا بلکہ میں مارتا ہوں ۔ اس سے بڑھ کر اور کیا سند ہوگی ۔ عاشق اپنے آقا ﷺ کی شان بیان کرتا چلا جاتا ہے اور تذبذب والا اُن کی مثلیت کی طرف ہی دھیان کرتا ہوا اپنے مرض میں مزید اضافہ کرتا چلا جاتا ہے ۔ بالآخر متذبذب میں آ کر آقا ﷺ سے دور ۔۔۔۔۔۔ بقول شاعر

نہ خُدا ہی ملا نہ وصال صنم
نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

(v) مومنین

یہ وُہ لوگ ہے جو اپنے آقا ﷺ تاجدارِ انبیاء علیہ السلام کی ذاتِ پاک کے اندر مندرجہ بالا شکوک وشباہت سے ماورا ہیں۔ وُہ یہ دیکھتے ہیں کہ مدینہ کی گلیوں سے گزرتے ہیں تو آٹھ آٹھ دِن تک خوشبوئیں کم نہیں ہوتیں۔ جسم پاک ہے مکھی کو جرأت نہیں کہ اوپر بیٹھ سکے۔ وہی جسم پاک میں پسینہ آئے تو عورتیں اکٹھا کر کے اپنی بیٹیوں کو دلہن بناتے وقت بطور خوشبو استعمال کرتیں۔ جسم پاک وہی اور کسی حال میں بھی کعبہ اور مسجد میں کوئی ممانعت نہیں۔ خوراک تین دِن کی مگر چالیس چالیس دِن کے بعد بھی بغیر کچھ کھائے پیے چہرہ مبارک چاند سے لاکھ درجہ زیادہ روشن متمنی ہے۔ مومن شب و روز زورِ قلم اور زور واعظ و بیان صرف اور صرف آقا دو جہاں ﷺ کی شانِ فضیلت بیان کرتا ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ہے (و رفعنالك ذكرك) اور (و وجدك ضالا افخعنی) مومن کا اسی پر عقیدہ ہے جس پر وہ قائم رہتے ہوئے اپنا ایمان کامل ساتھ لے کر اس دُنیا فانی سے کوچ ہوتا ہے۔۔۔۔ شاید اسے ہی مو قعوں کے لیے علامہ اقبال نے کیا خوب کہا:

اگر ہو عشق تو ہے کفر بھی مسلمانی
نہ ہو تو مردِ مسلمان بھی ہے کافر و زندیق

یثبت الله الذین امنو با لقول الثابت فی الحیات الدنیا و فی الآخراة

الله تعالیٰ ایمان والوں کو قول محکم پر ثابت رکھتا هے دُنیا اور آخرت میں

جن مومنوں نے اللہ پاک اور آقا دو جہاں ﷺ کی ذات پاک کے ساتھ والہانہ عشق کیا وہ نزدیک قرآن وحدیث قول ثابت کے مقام پر پہنچ کر اسی کے حضور سرخرو ہوئے اسی آیت کریمہ کے حوالہ سے ان پر روشنی ڈالی گئی۔ اس دُنیا اراضی میں بڑے بڑے حکمران پیدا ہوئے بعد از اقتدار دُنیا ہستی سے نیست و نابود ہوئے ان کی جھوٹی بڑھائی، جھوٹی کرسیاں، تکبر رعونت اور جھوٹی کبریائی کے دعوے جو کچھ اس دُنیا میں مسندوں پر بٹھائے جاتے ہیں مگر اٹھا بھی دیے جاتے ہیں۔ وہ اپنی جھوٹی کبریائی کے دعوے

تو بُلند کرتے ہیں۔ پھر ذلیل ورسوا بھی کردیے جاتے ہیں۔ نہ انھیں اس دُنیا میں پائیداری حاصل تھی۔۔۔۔۔۔ بقول شاعر

نہ قبر سکندر نہ ہے گور دارا
مٹے نامیوں کے نشان کیسے کیسے

اس مملکت خداداد کے اندر کچھ ایسے حکمرانوں کے مقبرے بھی ہیں جنھوں نے اپنے وقت میں اپنی عظمت کو بُلند تو کیا مگر آج وہاں انسان تو کیا شائد کوئی چرند پرند بھی نظر نہیں آتے۔ جن کو اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی معرفت حاصل ہوئی وہاں افراط وتفریط کا ہجوم اس قدر نظر آتا ہے جس کی مثال ملنا مشکل ہی نہیں ناممکن بھی۔ اُن کو دائمی و ابدی بنا دیتا ہے۔ دائمی اور ابدی قول کے ساتھ ان کو ثابت قدم کردیتا ہے۔ ثابت قول کیساتھ۔ اس دُنیا میں بھی اور مابعد وصال جن کو پائیدار قول کے ساتھ مضبوط کردیتا ہے جب وہ اس کی نعمتوں سے فوائد حاصل کرتے ہیں تو سارے امراء، سارے سلاطین، تمام ایوان سلطنت، دُنیا کے سب چھوٹے بڑے ان کے سامنے کمزور ہوتے ہیں اور یہ طاقتور۔ ان کو مسند پر بٹھایا جاتا ہے۔ اُٹھایا نہیں جاتا۔ عظمت انھیں عطا کی جاتی ہے واپس چھینی نہیں جاتی۔ عزت ان کے قدموں میں ڈالی جاتی ہے واپس لی نہیں جاتی۔ انھیں اونچا کیا جاتا ہے۔ پھر پست نہیں کیا جاتا۔ مخلوق ان کی طرف بھیجی جاتی ہے واپس بلائی نہیں جاتی۔

وُہ دُنیا میں بھی حکمران ہوتے ہیں اور مابعد وصال۔ ہر سوان کی عظمت کے ڈنکے بجائے جاتے ہیں۔ (فکری بات کہ ان کی بلندی ختم کیوں نہیں کی جاتی) ہزاروں فتنے ان کی بلندی کو ختم کرنے کے لیے برپا ہوتے ہیں۔ کتابیں لکھی جاتی ہیں۔ وعظ ہوتے ہیں۔ وسوسے ذہنوں میں ڈالے جاتے ہیں۔ ہر طرح سے مطمئن کیا جاتا ہے کہ مزاروں پہ کچھ نہیں۔ بے مقصد اپنا وقت ضائع مت کرو۔ یہ سب کچھ بتا دینے کے بعد بھی کوئی یہاں آئے تو سمجھ لو کہ لوگوں نے نہیں مانا کہ یہاں کچھ نہیں بلکہ صدق دل سے تسلیم کیا کہ یہاں سب کچھ ہے۔ وُہ یہ کہ انسان کی کوشش سے انسان کی دی ہوئی بلندی سلب ہوسکتی ہے مگر یہاں انسان کی کوششوں کے باوجود یہ قبولیت کیوں سلب نہیں ہوتی۔ اس لیے کہ یہ بلندی کسی انسان نے نہیں دی، بلکہ خود ربِ کائنات کی عطا کی ہوئی ہوتی ہے۔ ان کو ثابت قدم

اللہ تعالیٰ کرتا ہے۔ان کی عظمت کے سکے مخلوق کے دِلوں میں اللہ تعالیٰ جما تا ہے۔جس کی تصدیق اللہ تعالیٰ کرے تو کوئی دوسرا اس میں کمی نہیں کر سکتا۔ جب تک وہ ہے محبتیں بیجتا رہے گا۔۔۔۔۔۔اللہ کی تصدیق کیا ہے۔

(قول ثابت)

وُہ کون سی چیز ہے جو ان کو یہاں لا کر کھڑا کرتی ہے وہ ہے قول ثابت دُعا ہے کہ اس قول ثابت پر اللہ مسلمان کو قائم و دائم رکھے۔وہ ہے اللہ پاک کی معرفت اور آقا دو جہاں سرور کائنات ﷺ کی معرفت ۔ یہ اس اسلوب کی پہلی کڑی کہ اللہ پاک اور آقاِ دو جہاں سرور کائنات ﷺ کی معرفت نے انھیں اتنا بڑا بنا دیا اور اللہ پاک کی پہچان کو کس نے مضبوط کیا۔آقاِ دو جہاں سرور کائنات ﷺ کی پہچان سے یہ معتبر ہوئے اللہ اور اس کے رسول کی پہچان سے اور اللہ کی پہچان معتبر و مقبول ہوئی آقاِ دو جہاں سرور کائنات ﷺ کی پہچان سے۔

اگر آقاِ دو جہاں سرور کائنات ﷺ کی پہچان نہ ہو تو اللہ پاک کی پہچان معتبر و مقبول نہیں ہوتی۔

للہ تعالیٰ کی پہچان کی بات جھوٹ، یہ ثابت قدم ہوئے اللہ اور آقاِ دو جہاں سرور کائنات ﷺ کی پہچان سے

اوَر اللہ تعالیٰ کی پہچان مقبول و معتبر ہوئی آقاِ دو جہاں سرور کائنات ﷺ کی پہچان سے

تو کیسے معتبر اور مضبوط ہوئے آقاِ دو جہاں سرور کائنات ﷺ کی پہچان سے

انکو اللہ تعالیٰ کی پہچان کو آقاِ دو جہاں سرور کائنات ﷺ کی پہچان نے مضبوط کیا اور ان کو کس نے معتبر کیا۔میرے آقاِ دو جہاں

سرور کائنات علیہ وسلم کی پہچان نے

المختصر آقا علیہ وسلم ہی کی بات اللہ کی پہچان کا واحد ذریعہ ثابت ہوئی کیونکہ قرآن پاک از خود اس کو ان الفاظ میں بیان کرتا ہے۔

مانعبد ھم الا لیو قربون عند اللہ زلفی ۔

ہم جو ان بتوں کی عبادت کرتے ہیں کہ صرف ان سے اللہ کا قرب حاصل ہو۔مگر خیال رکھو جو آقا علیہ وسلم کی ذات کو چھوڑ کر اللہ کا قرب چاہے معلوم ہے اُس کو کیا ملتا ہے صرف اور صرف جہنم کی آگ اس کا انتظار کرتی ہے۔۔۔۔۔۔۔شاید ایسے ہی موقعوں کے لیے اعلیٰ حضرت نے کیا خوب فرمایا ہے:

با خدا اللہ کا یہی ہے گھر نہیں اور کوئی مفر مکر
جو وہاں سے ہو یہیں کے ہو جو یہاں نہیں وہاں نہیں

یہ تھا اس آیت کریمہ کا خلاصہ۔اب بارگاہ رسالت علیہ وسلم میں چل کر عرض کرتے ہیں کہ آپ علیہ وسلم نے اس بارے میں کیا ارشاد فرمایا۔

حضرت برا ابن عازبؓ اس حدیث پاک کو سنن ابوداؤد۔مسند امام حمبل۔بخاری شریف متفقہ علیہ اور صاحب مشکوۃ نے اس کو باب اسباب عذاب قبر میں نقل کیا ہے۔آقا دو جہاں سرور کائنات علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہاں اگر کسی کو یہ خیال آئے کہ یہ مابعد قیامت ہے تو یہ بات غلط ہے۔بے شک قیامت اور مابعد قیامت کو آخرت کہتے ہیں مگر یہاں آخرت کا اطلاق قبر ہے۔

عن البراء ابن عازب عن النبی صلیٰ اللہ عیکم وسلم قال
المسلم اذا اسئل فی القبر یشھدان الا الہ الا اللہ و ان محمد
رسول اللہ فذلك قولہ تعالیٰ یثبت اللہ الذین امنو با لقول
الثابت فی الحیوۃ الدنیا و فی الا خرہ فی روایۃ عن النبی ﷺ
قال یثبت اللہ الذین امنو با لقول الثابت نزلت فی عذاب

القبر یقال له ما ربک فیقول ربی الله و انبی محمد ﷺ

ترجمہ: حضرت براء ابن عازبؓ آقا ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ مسلمان سے جب قبر میں سوال ہوتا ہے جو یہ شہادت دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔اللہ تعالیٰ مسلمان بندوں کو قول محکم کے ساتھ ثابت قدم رکھتا ہے۔دُنیا اور آخرت میں اور فرمایا کہ یہ حدیث عذاب قبر کے بارے میں نازل ہوئی جب مردہ سے پوچھا جاتا ہے کہ تیرا رب کون ہے؟ تو وہ جواب دیتا ہے میرا رب اللہ ہے اور آقا ﷺ میرے نبی ہیں۔

فرمایا یہ حدیث قبر کی نسبت بیان کی ہے معنی یہ ہے کہ اللہ نے ایمان والوں کو اس دنیا میں بھی قول ثابت کے ذریعے سے مضبوط کر دیا اور قبر میں ثابت قدم کر دیا جو معرفت انھیں دنیا میں حاصل تھی وہ قبر میں بھی رہے گی۔اگر یہ بات ذہن میں آئے کہ یہ قبر میں زندہ ہیں۔ایمان والوں کی تو بڑی بات۔قبر میں جنھیں یہ درجہ حاصل نہیں وہ بھی زندہ ہیں۔جب کوئی شخص انتقال کرتا ہے اور قبر میں اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں وہ آکر اسے اُٹھاتے ہیں اور اس سے سوال کرتے ہیں کہ

فیقو لان له من ربك ربی الله فیقو لان له ما دینك
دینی السلام۔ ما هذا الر جل الذی بعثفیکم فیقول
هو رسول الله

تیرا رب کون ہے؟ جواب دیتا ہے میرا رب اللہ پاک ہے۔
تیرا دین کیا ہے؟ جواب دیتا ہے میرا دین ا سلام ہے۔
تیرے پاس جو ہستی بھیجی گئی ہے۔بتا یہ کون ہیں؟ جواب دیتا
ہے یہ جو قبر میں میرے پاس تشریف فرما ہیں۔یہ میرے آقا
دو جہاں سرور کائنات محمد ﷺ ہیں۔

اس پر فرشتے سوال کرتے ہیں اے بندے تو نے کیسے پہچان لیا۔وہ جواب دے گا کہ میں نے اللہ کی پاک کلام میں پڑھا تھا۔اس قرآن پر میرا یقین تھا۔قرآن نے تصدیق کی تھی وہاں سے یہ قول ثابت مجھے مل گیا چونکہ مضبوط قول رب تعالیٰ اور آقا دو جہاں سرور کائنات ﷺ کی پہچان تھی۔یہ الگ

بات تھی کہ میں نے اپنے آقا دو جہاں سرور کائنات ﷺ کو دیکھا تو نہ تھا مگر قرآن میں جگہ جگہ آقا دو جہاں سرور کائنات ﷺ کی ذات پاک کے تذکرے سُنے تھے۔ کہیں یاسین، کہیں طٰہٰ، کہیں والضحیٰ، کہیں والیل، کہیں مزمل اور کہیں مدثر کے القاب سے پکارا گیا۔ دیگر بلالؓ کے عشق کے تذکرے سُنے تھے کہ سنا تھا کے چودھویں رات کا چاند چہرے کی طرف دیکھ کر شرما جاتا ہے کہ چشمان مقدس دیکھی تو پہچان لیا۔ تو جب آقا دو جہاں سرور کائنات ﷺ کی پہچان ہوئی تو معلوم ہے کہ کیا جواب آئے گا۔ آسمان سے ندا آئے گی کہ فرشتو میرے بندے نے سچ کہا ہے۔

وان البراء ابن عازب عن رسول الله ﷺ قال یا تیه
ملکان فیلهلسانه فیقو لان له مین ربك فیقول ربی الله
فیقولان له ما دینك فیقول هو رسول الله فیقولان
ما هذا الرجل الذی بعثفیکم فیقول هو رسول الله له
ما یدریك فیقولا قرات کتاب الله فا منت به وصدقت
فذلك قوله یثبت الله الذین امنو با لقول اثابت الا یته
قال فینادی مناد من السماء ان صدق عبدی فا فر شوه
من الجنة وا لبسوه من الجنة وافتحو اله باباً الی الجنة
فیفتح قال فیا تیه من رو حها و طیبها و یفسح له
فیها مد بصره۔ (مشکواة عذاب قبر)

ترجمہ: حضرت عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ آقا دو جہاں ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میت کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اس کو بیٹھاتے ہیں اور سوال کرتے ہیں یہ شخصیت کون ہے جس کو تیرے پاس بھیجا گیا ہے؟ وہ کہتا ہے اللہ کے رسول ﷺ ہیں فرشتے کہتے ہیں تمہیں کس طرح معلوم ہے؟ تو وہ کہتا ہے کہ میں نے اللہ کی کتاب پڑھی تھی اور تصدیق کی اللہ تعالیٰ مسلمان بندوں کو قول ثابت پر محکم رکھتا ہے۔ دُنیا اور آخرت میں۔ اس وقت منادی آسمان سے ندا کرتا ہے کہ میرے

بندے نے سچ کہا۔ اس کے لیے جنت کا بستر بچھا دو جنتی لباس پہناؤ جنت کی طرف سے دروازہ کھول دو۔ جب دروازوں کو کھولا جاتا ہے تو اس کے پاس جنتی ہوا اور خوشبو آتی ہے اور نگاہ اس کی قبر میں وسیع کر دی جاتی ہے۔

فرشتوں کو حکم دیا کہ اس کے لیے ہر چیز مہیا کر دو اور اس کا بناؤ سنگھار کر کے اس کو دولھا بنا دو۔ اس کے لیے جنت کا دروازہ کھول دو۔ اس کی قبر کو نور سے منور کر دو۔ عرض کی مولا کہاں تک۔ ارشاد ہوگا جہاں تک کامل کی نظر جاتی ہے وہاں تک کھول دو اور معطر کر دو۔

بتاؤ قبر میں فرشتوں کے سوا کوئی اور ہے جسے حکم دیا جا رہا ہو کہ فرشتے آئے تو تھے ممتحن بن کر۔ جب تک آقا دو جہاں سرور کائنات ﷺ کی پہچان کی بات نہ تھی تو فرشتے ممتحن تھے لیکن جب آقا دو جہاں ﷺ کی پہچان ہوگئی تو وہی فرشتے خادم بن گئے۔ یاد رکھو آقا دو جہاں سرور کائنات ﷺ کی پہچان کی خاطر فرشتوں کی حیثیت کو بدلا جا رہا ہے۔ حدیث نبوی ﷺ ہے۔

عن ابی هریره قال قال رسول الله ﷺ اذا قبر المیت
اتا ہ ملکان اسو دان ازرقان یقال لا حد هما المنکر
و لا خر نکیر فیقولان ما کنت تقول فی هذا الرجل
فان کان مومنا فیقول هوا عبدالله و رسوله اشهد ان
لا اله الا الله وان محمد أعبده و رسوله فیقو لا ان
قد کنا نعلم انك تقول هذا ثم یفسح له فی قبره
سبعون ذرا عا فی سبعین ثم ینورله فیه ثم یقال له
نم فیقول ارجع الیٰ اهلی فا خبر هم فیقولان نم
کنو مة العروس الذی لا یو فظه الا ا حب اهله الیه
حتیٰ یبعثه الله من مضجعه ذلك وان کان منا فقاً
قال سمعت الناس یقولون قولا فقلت مثله لا ادری
فیقولون قد کنا نعلم انك تقول ذلك فیقال

الارض التمئی علیه فتلتم عله فتختلف اضلاعه

فلا یزال فیها معذباً ہ حتی یبعثه الله من مضجعه

ذلك۔ (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آقا دو جہاں سرور کائنات ﷺ نے فرمایا کہ اس کی میت کو دفن کر دیا جاتا ہے تو فرشتے سیاہ، نیلی آنکھوں والے قبر میں آتے ہیں ان میں سے ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہا جاتا ہے تو وہ مردے سے آقا ﷺ کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہ تو دنیا میں ان کو کیا کہا کرتا تھا۔ اگر شخص ایماندار ہے تو وہ کہتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں اور کلمہ شہادت پڑھتا ہے تب یہ فرشتے کہتے ہیں کہ ہمیں پہلے ہی معلوم تھا کہ تو یہی جواب دے گا پھر اُس کے لیے 70x70 گز قبر فراخ کر دی جاتی ہے۔ اس کی قبر کو منور کر دیا جاتا ہے اور فرشتے اس کو کہتے ہیں کہ اب تو سو جا تو وہ کہتا ہے میں سوتا نہیں اپنے رشتہ داروں کو خبر دینے کے لیے جاتا ہوں۔ تو فرشتے پھر کہتے ہیں کہ تو اس طرح سو جا جس طرح پہلی رات کی دولھن سوتی ہے۔ جس کو کوئی جگا نہیں سکتا سوا اس کے محبوب فرد کے۔ پھر وہ سوتا ہے تو اس کو اس کے ٹھکانے سے اللہ تعالیٰ ہی بیدار فرمائیں گے لیکن اگر مرنے والا شخص منافق ہو تو وہ فرشتوں کو جواب دیتا ہے کچھ لوگوں سے سُنا تھا فرشتے جواب دیں گے کہ ہمیں پہلے ہی معلوم تھا کہ یہی جواب دے گا۔ اس کے بعد زمین سے کہا جاتا ہے کہ تو قریب ہو جا زمین کی مٹی اس قدر سمٹتی ہے کہ قبر اس پر تنگ ہو جاتی ہے۔ دائیں بائیں پسلیاں آپس میں مل جاتی ہیں اور وہ اس وقت تک عذاب میں مبتلا رہے گا۔ جب تک قیامت نہ آ جائے گی۔

جو قبر 70x70 کھلتی ہے۔ وہ مومن کی قبر تھی یہ کامل کی قبر ہے اس لیے ہماری موت کو موت کہتے ہیں ان کی موت کو موت نہیں بلکہ وصال کہتے ہیں شاید ایسے ہی موقعوں کے لیے شاعر مشرق حضرت علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے۔

کھول کر کیا بیان کروں، سر مقام مرگ و عشق
عشق ہے مرگ باشرف، مرگ حیات بے شرف

کیونکہ یہ قبر میں فرشتوں سے کہتے ہیں کہ اسی کی خاطر تو مر کے آیا ہوں۔ زندگی کے مرحلے طے کر کے آیا ہوں۔ اب مجھ سے دریافت کرتے ہو کہ یہ کون ہیں؟ یہ میرے پیارے آقا دو جہاں سرور کائنات ﷺ ہیں۔ یہاں کوئی اور آ ہی نہیں سکتا۔ شاید آپ کے ذہن میں ایک سوال پیدا ہوتا ہو کہ وہ چھ سات فٹ کی قبر تھی۔ تو سن لو وہ ان کی قبر ہوتی ہے یہ کاملوں کی قبر ہے۔ اس لیے عام لوگوں کی قبروں میں مومنوں کی قبروں میں اور کاملوں کی قبروں میں نمایاں فرق ہوتا ہے۔ یہ سب کچھ آقا دو جہاں سرور کائنات ﷺ معرفت کے سبب ہے ایک اور حدیث نبوی ﷺ سے سینہ روشن کرتے ہیں تا کہ بات محقق ہو جائے۔ جس کو امام ترمذی نے حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول فرمایا ہے کہ۔

انا ابی هریره قال قال رسول الله ﷺ اذا قبر المیت
اوقال احد کم اتاه ملکان اسودان ارزقان یقال
لا حد هما المنکر والا حد هما المنکر و الا حد
هما المنکر والا خر النکیر فیقو لان ما کنت تقول
فی هذا الرجل فیقول ما کان یقول هو عبد الله و رسوله
اشهدان الا اله الله وان محمداً عبده و رسول فیقولان
قد کنا تعلم انك تقول هذا ثم یفسح له فی قبره سبعون
ذراعاً فی سبعین ثمه ینورله فیه ثم یقال له نم فیقول ارجع
الی اهلی فا خبر هم فیقولان نم کنو مة العروس الذی لا
یو فظه الا ا خب اهله الیه حتی یبعثه الله من مضجعه ذلك
وان کانَ منا فقاً قال سمعت الناس یقولون فقلت مثله
لا ادری فیقو لان قد لعلم انك تقول ذلك فیقال
للا ر ض التممی علیه فتلتئم علیه فتختلف ا ضلا عه
فلا یزال فیها معذ باً حتی یبعثه الله من مضجعة ذلك
و فی الباب عن علی و زیدان ثابت و بن عباس
والبراء بن عازب۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا آقا دو جہاں سرور کائنات ﷺ نے فرمایا جب میت کو تم میں سے کسی ایک کو قبر میں داخل کیا جاتا ہے تو اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہتے ہیں۔ دونوں اس سے پوچھتے ہیں اس عظیم رسول ﷺ کے بارے میں کیا کہتا تھا؟ وہ شخص وہی بات کہتا ہے جو دُنیا میں کہتا تھا۔ کہ اللہ کے بندے اور رسول ہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور بے شک آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ وہ کہتے ہیں ہمیں معلوم تھا تو یہی جواب دے گا۔ اس کی قبر کو طولاً وعرضاً ستر ستر ہاتھ کشادہ اور منور کیا جاتا ہے پھر کہا جاتا ہے کہ آرام سے سو جا۔ وہ کہتا ہے کہ میں گھر واپس جاتا ہوں اور گھر والوں کو بتا کر آتا ہوں۔ وہ کہتے ہیں نہیں دلھن کی طرح سو جاؤ جس کو گھر والوں میں سے محبوب ترین شخص ہی اُٹھاتا ہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ بذات خود اس کو اِس کی خواب گاہ سے اُٹھائے گا۔

وہاں تو تھے تین سوال مگر اس حدیث پاک میں صرف ایک سوال ہے۔ آقا دو جہاں سرور کائنات ﷺ نے فرمایا کہ جب مومن کو قبر میں اُتار دیا جاتا ہے تو اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اس پر صرف ایک ہی سوال کرتے ہیں بتا کہ اس آقا دو جہاں سرور کائنات ﷺ کے بارے میں کیا کہا کرتا تھا؟ نہ کہ اب کیا کہتا ہے؟

ما كنت تقول فی هذا الر جل فيقول ما كان يقول

اس عربی قاعدہ کی رو سے دریافت کرتے ہیں (جب مضارع پر کان یکون لگے تو ماضی استمراری کا فائدہ دیتا ہے۔ جب سامنے دیکھیں گئے تو ہر کوئی مان لے گا۔

بقول اعلیٰ حضرت احمد رضا خان

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے
کل نہ مانیں گے اگر تو مان گیا

اپنے وعظ و بیان میں کیا کہا کرتا تھا۔ اگر جرأت ہے تو سابقہ بات کو دہرا۔ وہ جواب دیتا ہے اشهدان لا اله الله وحده لا شريك له و شهدان محمد عبده و رسول یہ کامل ایمان والے کی بات ہے جو آگے چل کر اس کے کام آئی اور جو دیکھ کر مان گے اس ماننے کو ماننا نہیں کہا جائے گا۔ اس لیے

قرآن نے واشگاف الفاظ میں ارشاد فرمایا کہ پہلے دنیا میں آقا دو جہاں سرور کائنات ﷺ کی عظمت کے ڈنکنے بجا۔ آقا دو جہاں سرور کائنات ﷺ کو سب کچھ جان لے۔

کئی لوگوں کا خیال ہے کہ وہ وہاں نہیں آئیں گے۔ اے عقل کے اندھو۔ آقا دو جہاں سرور کائنات ﷺ تو وہاں آئیں گے تو اپنا ٹھکانا متعین کر۔ بات یاد رکھ بخشش انھی کے وسیلے سے ہے۔ رب کائنات کی ہر نعمت آقا دو جہاں سرور کائنات ﷺ کی پہچان کے توسل سے ہے اور انھی کی پہچان پر منحصر کر دی۔ ایک بات یاد رکھنے کی ہے کہ یہ بات عام مومن کی نہیں بلکہ خاصوں کی ہو رہی ہے۔ عام مومن کی خاطر وہی تین سوال۔ یہاں حدیث میں ایک دقیق اور لطیف فرق ہے۔ یہ فرق یہاں مندرجہ ذیل بیان کرتے ہیں کہ موقع پر جب وہ پہچان لے گا تو فرشتے بیان کریں گے کہ تو نے کس طرح پہچانا۔ ایک اور حدیث میں ہے۔۔۔۔ (ما یدریك فیقول قرأت) القرآن۔

سو وہ کہے گا کہ میں نے قرآن پڑھا تھا اور قرآن نے ثابت قول بتایا تھا۔ دوسری حدیث پاک کا موازنہ کیجیے۔ وہاں تین سوال کیے جا رہے ہیں یہاں ایک سوال کیا جا رہا ہے۔ صرف آقا دو جہاں سرور کائنات ﷺ کی پہچان۔ جس سے صرف آقا دو جہاں سرور کائنات ﷺ کی بات دریافت کی ان سے بھی دریافت نہیں کیا کہ تم نے کس طرح پہچانا۔ یہاں کہیں گئے (قد کنا نعلم انك تقول) ہمیں پہلے ہی معلوم تھا کہ تو یہی جواب دے گا۔ یہی تو خاص فرق ہے۔ اللہ کے مقرب بندوں میں اگر کلام میں فرق ہے تو اس قبر اور عام قبر میں فرق کیوں نہیں۔ عام قبروں میں لیٹنے والے میں کیا فرق ہے۔ عام قبروں والوں سے فرشتے بڑے تعجب کے ساتھ دریافت کرتے ہیں تو نے کس طرح پہچان لیا اور اس کا تعلق صرف قرآن سے ہے۔ وہ کہے گا قرآن پڑھا تھا اور پہچان لیا مگر یہاں فرشتے کہیں گئے ہمیں تو پہلے ہی معلوم تھا کہ یہی جواب دے گا۔ تو دنیا سے قول ثابت لے کر آیا ہے اور وہ یہاں بھی قائم ہے۔ یہ تمام (باتیں) مراحل تمام نعمتیں آقا کی ذات کے ساتھ عشقی تعلق کی بنا پر ہیں۔ یہاں یہ بات ختم ہوئی۔ یہ اس حدیث کا مضمون ہے۔ جس کو فرشتے یہ کہیں گے کے ہمیں پہلے ہی معلوم تھا کہ (فیقولان نم) جنت کا بستر بچھا دو جنت کے کپڑے پہنا دو جنت کا دروازہ کھول دو۔ جھونکے آنے لگے خوشبوئیں آنے لگیں۔ دیواریں کھل گئیں۔ قبر کیا جنت کے باغات ہو گئے اور کہا پیارے سو جا۔ ہم چلتے ہیں تو لیٹ جا۔

سو وہ کہے گا اس حال کو دیکھ کہتا ہوں کہ میں سوتا نہیں گھر واپس جاتا ہوں گھر والوں کو بتا کر آتا ہوں۔ جس کے لیے گئے تھے وہ مل گیا۔ وہ حسن کا پیکر مل گیا۔ میں نے آقا کو پا لیا۔ جس کی خاطر گئے تھے وہ مل گئے۔ یہاں ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے تاکہ بات سمجھ میں آسکے میں سوتا نہیں گھر واپس جاتا ہوں کیا وہ یہ نہیں دیکھ رہا کہ قبر پکی ہے۔ چاروں طرف دیواریں ہیں اور پر منوں مٹی ہے قبر بند ہے بس یہی دلیل ہے ہمارے منوں مٹی پکی دیواریں، صندوق کوئی راستہ نہیں باہر آنے کا ہر عقل یہی تقاضا کرتی ہے کیونکہ وہاں اس کے باوجود اس کو یہ معلوم ہے کہ جانا چاہوں تو کوئی روک نہیں سکتا یہ سب کچھ اس وقت تھا جب تک پہچان والا مرحلہ طے نہ پایا تھا جب وہ اس سے گزر گیا وہ ہی آزاد ہو گیا کہ جہاں چاہے جا۔ پابند تو وہ ہے جسے پہچان نہ تھی۔ منوں مٹی اس لیے ہے۔ قبر کی سختیاں اس لیے ہیں دیواریں اس لیے ہیں اور جس کو پہچان ہوگی وہ چاہے تو زمینوں پر رہے یا آسمانوں پر کوئی قید باقی نہیں۔ وہ اس حال کو دیکھ کر کہتا ہے۔ (ارجوع الی اھلی فا خبر ھم) میں گھر واپس جاتا ہوں اور خبر دے کر آتا ہو جو خبر دے سکتا ہے وہ خبر لے بھی سکتا ہے۔ بقول شاعر

کون کہتا ہے کہ مومن مر گئے
قید سے چھوٹے وہ اپنے گھر گئے

یہاں اس دنیا ارضی کی مملکتوں کا اپنا اپنا قانون دستور ہے۔ وہاں اللہ کا بھی اپنا قانون دستور ہے اور ملائکہ اپنے دستور کے مطابق بات کرتے ہیں پہلے فرشتوں نے کہا سو جا جب اس نے جواب دیا میں سوتا نہیں گھر واپس جاتا ہوں۔ وہ بھی سمجھ گئے یہ تو زندگی میں بھی کبھی نہیں سویا اب کہاں سوئے گا۔

(والذین یبعتون لر بھم سجدو قیاما)

ترجمہ: اور یہ وہ لوگ ہیں جو ساری رات اپنے رب کی بارگاہ میں قیام اور سجدہ کی صورت میں گزارتے ہیں۔ دُنیا سوتی تھی یہ جاگتا تھا۔ یہ ساری ساری رات قیام کرتا تھا۔ یہ لیٹے ہوئے بھی یار کو یاد کرتا تھا۔ اس کی آنکھیں تو پہلے ہی سونے سے نا آشنا ہیں۔ اب سوچتے ہیں کہ اس کو سُلانا ہے اب کیسے سوئے گا؟ وہ تو گھر جانا چاہتا ہے اس کو کوئی لالچ دیں کہ یہ سوئے تو پہلے صرف کہا۔ سو جا مگر اب فرشتے سمجھ گئے کہ اس کو سونے کی جلدی نہیں دوبارہ کہا

(نم کنومة العروس الذین لا یو قظه ا لا ا حب اله الیه حتی یبعثه الله)

ترجمہ: اس طرح سو جس طرح پہلی رات کی دلھن سوتی ہے تا کہ تیرا دولھا آئے وہ ہی تجھے جگا سکے اب دولھا کے انتظار کی خبر سُنا دی جب آقا علیہ وسلم ﷺ کی آمد کی خبر سُنتا ہے تو پہلوں کو بھول جاتا ہے کہتا ہے کہ اب نہ گھر جاتا نہ سوتا ہوں جب تلک آقا کی بات نہ تھی پچھلے یاد تھے۔ آقا کی بات آئی پچھلے بھول گئے اب اس بات کی تصدیق ہوگئی کہ آقا ﷺ آ کر جگائیں گے۔

(نوٹ) ہر مرنے والے سے یہ نہیں کہا جاتا۔ بعض حضرات یہاں اعتراض کرتے ہیں کہ ان کو تو کہا گیا کہ دلھن کی طرح سو جا وہ دو گئے اب آپ کیا سنانے آرہے ہیں۔ حدیث کے الفاظ ہیں سو جا۔ اس پر کچھ روشنی بے شک وہ سوتے ہیں حدیث کے یہ الفاظ نہیں کہ خالی سو جا کہا دلھن کی طرح سو جا تو آپ فیصلہ کریں کہ پہلی رات کی دلھن کبھی سوتی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ بستر پر دراز ہو آنکھیں آقا ﷺ کے لیے کھلی رہیں یہ سوتے بھی جاگ رہے ہیں اگر آپ کا خیال ہو 50 سال 100 سال ہزار سال ہو گئے کیا اب بھی جاگ رہے ہیں نادان حدیث پاک میں ہے (حتی یبعثه الله) جسم بستر پر دراز ہو آنکھیں کُھلی رہیں تمھیں کوئی اُٹھا نہ سکے۔ اس حال میں حتیٰ کہ قیامت آجائے تو یہ کچھ عرصہ اگر نو دس کروڑ سال بھی گزر جائیں تو یہ زندہ ہیں بقول شاعر مشرق ڈاکٹر علامہ اقبال

مرد خُدا کا عمل عشق سے صاحب فروغ
عشق ہے اصل حیات موت ہے اس پر حرام

کیونکہ حدیث پاک کے الفاظ ہیں

(نم کنو مته العروس الذی لا یو قظ الا ا حب اله الیه حتی یبعثه الله)

اب دوسری حدیث کی طرف چلتے ہیں تا کہ بات کا مطلب سمجھ میں آسکے اور کوئی شک باقی نہ رہے حدیث پاک جب قبر میں کافر کی باری آتی ہے مومن کے بعد اس پر کیا گزرتی ہے مومن کی نسبت اس پر کون سے سوالات کیے جاتے ہیں اور وہ کیا جواب دیتا ہے اس کو بھی حضرت براء بن عاذب سے نقل فرمایا۔ کافر کی روح بھی اس کے جسم میں واپس لوٹائی جاتی ہیں اور وہ تین سوال کافر سے فرشتے کرتے ہیں۔

(واما الکافر فذ کر مو ته قال و یعاد رو حه فی جسده و یا تیه ملکان فیجلسا فیقولان من ربک فیقول هاه هاه لا ادری فیقو لان له ما دینک فیقول هاه هاه لا ادری فیقو لان ما هذا الر جل الذی بعث فیکم فیقول هاه هاه لا ادر فینا دی منادی من السماء ان کذب)

1۔ بتا تیرا رب کون ہے؟ اس نے جواب دیا ہائے افسوس میں نہیں جانتا۔ میرا رب کون ہے۔ اس کے جواب پر رب کی ذات خاموش۔ ابھی انتظار میں ہے۔

2۔ بتا تیرا دین کیا؟ سو وہ کہتا ہے ہائے افسوس میں نہیں جانتا میرا دین کیا ہے۔ اگر بات خدا کی پہچان تک مقصود ہوتی تو مومن جنت اور کافر کو دوزخ مل جاتی۔ کافر خدا کی پہچان سے انکار کر رہا ہے۔ منادی خاموش ہے کیا اعتبار کہ اگلی بات سچ کہہ دے۔

3۔ فرشتے نے پھر تیسرا سوال کیا کہ بتاؤ جو ہستی تیرے سامنے ہے اس کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے؟ جب اس نے اس بار بھی کہا۔ ہائے افسوس میں نہیں جانتا وہ کون ہیں۔

جب اس نے اللہ کی پہچان کی انکار کی سو وہ خاموش، دین کی بات کی سو وہ خاموش، جب پیارے آقا دو جہاں سرور کائنات ﷺ کی بات آئی پھر بھی کہا کہ میں نہیں جانتا تو آسمانوں سے ندا آئی۔ اس بد بخت کو پکڑ لو کہتا ہے میں تیرے پیارے ﷺ کو نہیں پہچانتا۔ میں نے پہلے سوال پر بھی معاف کر دیا۔ دوسرے سوال پر بھی معاف کر دیا۔ اگر یہ کہے کہ میں تیرے پیارے ﷺ کو نہیں جانتا۔ یہ جھوٹ بولتا ہے۔ اس بد بخت کے بستر پر جہنم کی آگ رکھ دو۔ اس کو جہنم کا لباس پہنا دو۔ اس بد بخت کے اندر آگ بھر دو۔ اس کو کوڑے مارنا شروع کر دو۔ حدیث پاک میں ہے کہ اس پر ایک اندھا اور بہرا فرشتہ مقرر کیا جاتا ہے۔ جس کے پاس لوہے کا گرز ہوتا ہے اگر اس کو پہاڑ پر مارا جائے تو ریزہ ریزہ ہو جائے۔ وہ فرشتہ اس کافر کو مارتا ہے تو اس کی آواز کو جن وانس کے علاوہ مشرق و مغرب میں سب سنتے ہیں۔ اس ضرب سے وہ مٹی ہو جاتا ہے۔ پھر اس میں روح لٹائی جاتی ہے اور یہ عمل جاری رہتا ہے۔ کافر کی قبر پر ننانوے سانپ مسلط کیے جاتے ہیں جو اس کو قیامت تک ڈستے رہتے گے اگر ایک سانپ بھی زمین پر پھنکار مارے تو زمین کی سرسبزی ختم ہو جاتی ہے اور آئندہ کبھی سبزہ نہ اُگے۔

جنت اس کو ملی جس نے پیارے آقا دو جہاں ﷺ کی پہچان حاصل کی اور قبر میں کوڑے

اس پر برسے جس نے پہچاننے سے انکار کیا تو یہاں یہ نکتہ ثابت ہوا کہ اگر فقط بات خدا کی پہچان تک خاص ہوتی تو پہلے ہی سوال پر مومن کو جنت اور کافر کو دوزخ مل جاتی اور آخری سوال کا انتظار کوئی بھی نہ کرتا۔ مگر رب کائنات نے ہر شے آقا دو جہاں ﷺ کی نسبت سے خاص کر دی ہے۔ خدا کی پہچان تب معتبر ہوئی اگر پیارے آقا دو جہاں سرور کائنات ﷺ کی پہچان معتبر ہوئی۔ اس کے پاس دو فرشتے آئے سو یہ وہ تھے۔ جنھوں نے آقا ﷺ کی ذات پاک کو پہچانا ان کے لیے جنت کا ایک دروازہ کُھلا دو فرشتے آئے قبر حد نگا کُھلی ان کو جو ملا سو ملا اب ان کی بارگاہ میں چلتے ہیں جن کو آقا ﷺ کی ذات پاک خود پہچانتے ہیں اور فرماتے ہیں یہ میرا عاشق ہے اے فرشتو اپنے ساتھ ستر ستر ہزار فرشتے لے کر آؤ۔ اب جنھوں نے آقا دو جہاں سرور کائنات ﷺ کو پہچان لیا ان کے پاس چلتے ہیں۔ شمع رسالت کے عظیم سپوت بڑے پیارے اور لاڈلے صحابی حضرت عبداللہ بن عمرؓ صاحب مشکوۃ میں نقل فرماتے ہیں۔

وعن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ هذا الذى تحرك له العرش و فتحت له ابواب السماء و شهده سبون الفا من الملئكته لقد ضم ضمته ثم فرج عنه

فرمایا یہ وہ شخص ہیں جن کے لیے عرش الٰہی ہل گیا اور آسمان وجد میں آ گیا۔ جنت کے سارے دروازے کھل گئے اور ستر ہزار فرشتے سعدؓ کی قبر پر سعدؓ کی روح کو لینے آئے۔ یہ عظیم صحابیؓ پیارے آقا دو جہاں سرور کائنات ﷺ کے انتہائی با اعتبار زاہد و عابد حضرت سعد بن معاذؓ تھے جن کو آپ ﷺ نے گورنر بنا کر بھیجا تو فرمایا سعدؓ کس طرح فیصلے کرو گے۔ عرض کی یارسول اللہ ﷺ اللہ پاک کی لاریب کتاب میرے پاس موجود ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر تجھے وہاں کوئی الجھن پیش ہو تو۔ عرض کی اس کے بعد پیارے آقا دو جہاں سرور کائنات ﷺ کی سنت۔ فرمایا اگر پھر بھی تجھے کوئی الجھن محسوس ہو تو جوابا عرض کیا کہ اللہ کی پاک کتاب اور میرے پیارے آقا ﷺ کی سنت کے عین مطابق اپنی رائے قائم کروں گا۔ پیارے آقا دو جہاں سرور کائنات ﷺ نے آپ کے لیے برکت کی دعا کی۔ آخر کار گورنری عطا کی۔ ان کی عظمت اور پاکیزگی کی اس سے زیادہ اور کوئی سند نہیں ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ جب آپ کا وصال ہوا۔ پیارے آقا دو جہاں سرور کائنات ﷺ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھا

ئی اور اپنے ہاتھوں سے قبر میں اُتارا۔ مٹی ڈال دی گئی اور آپ ﷺ نے خلاف توقع آپؓ کی قبر پر کھڑے ہو کر تسبیح پڑھنے کے ساتھ ساتھ قبر کی طرف دیکھنا شروع کر دیا۔ تمام صحابہ کرامؓ اپنی جگہ آپ ﷺ کے انتظار میں کھڑے ہیں۔ کافی عرصے کے بعد آپ ﷺ نے اپنا کام تمام کیا۔ واپس صحابہ کرامؓ کی طرف لوٹے۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں میں نے جرأت کے ساتھ عرض کی آقا ﷺ سعد کی قبر پر کیا تھا تو جواب ملا میں سعد کو دیکھتا رہا۔ قبر اپنی فطرت کے مطابق ہر شخص پر تنگ ہوتی ہے۔ سعد کی قبر اس پر تنگ ہوئی عرض کیا پیارے آقا دو جہاں سرور کائنات ﷺ آپ کے دیکھنے قبر کہاں تک کھلی فرمایا۔

زمین سے لے کر عرش تک سعدؓ کی قبر کھل گئی اس کے درمیان اور اللہ رب العزت کی کرسی کے درمیان کوئی پردہ حائل نہ رہا۔ یہ اپنے رب کو باعین دیکھتے رہے ہیں۔ ستر ہزار فرشتے سعدؓ کی روح کو عرش پر لے کر گئے عرش کانپ اُٹھا فرشتے جھوم گئے کہ آج کیا روح آئی ہے۔ عرض کی پیارے آقا دو جہاں سرور کائنات ﷺ آپ کو پہچاننے والے کی قبر حد نگاہ تک کھلتی ہے۔ اس لیے جنت کا دروازہ کھلا اور جس کو پیارے آقا دو جہاں سرور کائنات نے پہچانا اس کے لیے جنت کے سارے دروازے کھل گئے۔ جس نے آقا ﷺ کو پہچانا اس کے لیے دو فرشتے آئے تھے اور جس کو پیارے آقا دو جہاں سرور کائنات ﷺ نے خود پہچانا اس کے لیے ستر ہزار فرشتے آئے۔ ارے شاید ہمارے لیے دو فرشتے بھی میسر نہ ہوں۔

یہ وہ شاہ جماعتؒ ہیں جن کے لیے ستر ہزار فرشتے آئے۔ یاد رکھو جوان کے در پر آ گئے اور ان سے اپنا تعلق قائم کر لیا تو ان کے صدقے یقیناً آپ کو آقا کی پہچان قبر میں ہو جائے گی وہ دُنیا اور آخرت میں کامل مومن بن کر اللہ رب العزت اور پیارے آقا دو جہاں سرور کائنات ﷺ کے سامنے سرخرو ہوگا۔ اس دُنیا میں کچھ ایسی انمول اور پاکیزہ ہستیاں تشریف لاتی ہیں جو اپنے آنے سے پہلے اپنی پہچان لے کر اس دُنیا ارض پر وارد ہوتی ہیں اور ان کی یہ پہچان تا قیامت قائم و دائم رہتی ہے۔ شاہ جماعتؒ انھی عظیم ہستیوں میں سے ایک ہستی ہیں۔

ارے نادان ہم نے اپنے آباؤ اجداد سے سُنا ہے کہ شاہ جماعتؒ کے والد محترم حضرت کریم شاہ صاحب کو اور اس وقت کے کئی بزرگوں کو حضرت بابا صادق شاہ ولیؒ المعروف بابا بیری والی سرکار نے

آپ کی پیدائش سے قبل پیشن گوئی کرنے کے ساتھ ساتھ ان لوگوں کی ہتھیلیوں میں مٹی رکھ کر حکم دیا اور کہا یہ ایک راز ہے جو کچھ عرصہ بعد منعکس ہوگا اور اے سیّد بابا تیرے گھر ایک ایسی ہستی پیدا ہونے والی ہے جو دُنیا میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا نام روشن کرے گی۔ ہمارے گاؤں کے لوگ آج بھی بتاتے ہیں کہ جن کو مٹی عطا ہوئی تھی اس کی خوشبو ان لوگوں کے ہاتھوں سے شاید مرنے کے بعد ختم ہوئی ہو۔ زندگی میں وہ اس شرف سے مالا مال رہے۔ بعدازاں وہ پشین گوئی سچ ثابت ہوئی اور آج بھی وہ کرامت کے درجے پر قائم ہے۔ بابا جی کے گھر شاہ جماعت علیؒ کی صورت میں پیدا ہونے والا انمول عاشق رسول اللہ ﷺ جو آج تو کیا رہتی دُنیا تک قائم و دائم رہے گا۔

اسی سے عرس نکلا اور جن کی قبر میں دلھن بنایا جاتا ہے ان کے عرس منائے جاتے ہیں جن کو قبر میں قیدی بنایا جاتا ہے۔ ان کے عرس نہیں منائے جاتے۔ جن سے کہا جاتا ہے (حدیث) وہ صاحب عرس بن جاتے ہیں۔ قیامت تلک ان کے عرس منائے جاتے ہیں۔ ان کے وصال کا جب دِن آتا ہے۔ پیارے آقا دو جہاں سرور کائنات ﷺ کی ملاقات کا دِن ہو۔ اس دِن کو عرس کہا جاتا ہے ہر سال دس گیارہ مئی بمطابق 29,28 بیساکھ ان کی شادی کی یاد منائی جاتی ہے۔ عرس کی نعمت بھی اسی کو ملی جس نے پیارے آقا دو جہاں سرور کائنات ﷺ کی معرفت حاصل کی۔ شاید ایسے لوگوں کے لیے ہی علامہ اقبال نے فرمایا کہ

صحبت پیر روم سے مجھ پر ہوا یہ راز فاش
لاکھ حکیم اور طبیب ایک کلیم سر بکف
خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوہ دانش فرنگ
سرمہ ہے میری آنکھ کا خاک مدینہ نجف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت امیر ملتؒ کی شخصیت بحیثیت حافظ

یوں تو میرے حضرت امیر ملتؒ کی زندگی خاص و عام کے لیے ایک بہترین نمونہ حیات تھی۔ آپ نبی اکرم ﷺ کی سنتوں پر عمل کرتے تھے اور آپ کی زندگی کا ہر لمحہ اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے احکام پر عمل کرتے ہوئے گزرا اور رحمتہ اللہ علیہ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے۔ ہم بھی اپنی زندگی اور آخرت سنوار سکتے ہیں۔ حضرت امیر ملتؒ کی زندگی ہر لحاظ سے مکمل تھی۔ میرے حضرت کی حیات طیبہ پر ایک نگاہ ڈالی جائے تو آپ کی حیات ہر طرف سے مکمل دکھائی دیتی ہے۔ یعنی آپ نے زندگی کے ہر شعبے کے ساتھ صحیح وفا کی۔ آپ کی زندگی مبارک کے جس شعبے پر نگاہ ڈالی جائے تو آپ کی حیات کا ہر پہلو ہر لحاظ سے مکمل نظر آتا ہے۔ کیونکہ اگر آپ کی حیات مبارک کو بحیثیت عاشق رسول دیکھیں تو ایسا دکھائی دیتا ہے کہ اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے صحیح عاشق تھے۔ آپ نے اپنی تمام زندگی نبی کریم سید المرسلین احمد مجتبٰے محمد مصطفٰے ﷺ کے عشق میں گزار دی اور ایسا عاشق کہ جس سے اپنے محبوب کی ذرہ سی توہین برداشت نہ ہوتی تھی اور جو نبی کا عاشق ہوتا تو آپ اس سے بھی بے پناہ محبت کرتے تھے۔ حضرت ایسے عاشق تھے کہ شاعر حافث پیلی بھبتی کی نعت شریف کے اس شعر پر آپ نے مدینہ منورہ جانے کا ارادہ کر لیا اور وہیں سے مدینہ منورہ روانہ ہو گئے وہ شعر یوں تھا۔

میں وہاں ہوں نہ ہوں وہ وہاں ہوں نہ ہوں
مگر یہ نہ ہو کہ شاہ کے دربار میں چرچا میرا ہو اور میں نہ ہوں

آپ اس سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ آپ کے دِل میں رسول اللہ ﷺ کی کتنی چاہت تھی۔ محبت تھی اور کتنا عشق تھا۔ اگر آپ کے والد ہونے پر ایک نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ شاید ہی کوئی ایسا شفیق باپ ہو جو اپنی اولاد کا اتنا خیال رکھتا ہو یا ان سے اتنی محبت کرتا ہو جس طرح آپ نے اپنی

اولاد کی پرورش فرمائی۔شاید ہی کوئی اپنی اولاد کی اس طرح پرورش کرے۔تربیت ایسی کہ آپؒ کے تین صاحبزادے تھے۔تینوں ہی بے مثال آپ کی طرح عاشق رسول اللہ ﷺ اور شریعت کے پابند، نمازی پرہیز گار، متقی، حافظ قرآن، عالم دین، عامل، حاجی۔آپ رحمتہ اللہ علیہ کے سخی ہونے پر نگاہ ڈالی جائے تو ایسا لگتا ہے کہ آپ سے بڑھ کر کوئی بھی سخی نہیں۔سیرت امیر ملتؒ میں میرے اعلیٰ حضرت جو ہر ملتؒ نے آپ کی سخاوت پر کافی جامع نوٹ تحریر فرمایا ہے۔اگر آپ کی حیات مبارکہ پر بیٹا ہونے پر نظر ڈالی جائے تو آپ ایسے تابع فرمان فرزند تھے کہ ایسی نظیر نہیں ملتی۔باپ بھی اپنی اولاد میں سب سے زیادہ آپ ہی سے محبت وشفقت فرمایا کرتے تھے۔آپ تین بھائی تھے۔آپ کا نمبر دوسرا تھا۔آپ کے بڑے بھائی اعلیٰ حضرت پیر سید نجابت علی شاہ صاحب شیرازی اور چھوٹے بھائی پیر سید صادق علی شاہ صاحب شیرازی تھے۔آپ کے والد ماجد آپ سے بے پناہ محبت فرماتے تھے۔یہ بات مجھے میری والدہ ماجدہ نے بتائی۔انھوں نے بتایا کہ اس وقت شکر گڑھ کی طرف سے ایک نائی حضرت کے والد ماجد کی خدمت میں حاضر ہوتی اور زیادہ تر ایک ہی سوال کرتی تھی کیونکہ اسے سوال کرنے کی عادت سی ہوگئی تھی وہ آپ کے والد ماجد حضرت پیر سید کریم حسین شاہ صاحب شیرازی سے سوال کرتی کہ سرکار آپ کو اپنی اولاد میں سب سے زیادہ پیارا کون ہے؟ تو آپ فرماتے مجھے تینوں سے ہی بہت زیادہ پیار ہے مگر وہ بار بار یہی سوال کرتی تو آہستہ سے فرماتے کہ مجھے حافظ جی سے زیادہ پیار اور محبت ہے۔حضرت امیر ملتؒ نے اپنے والد صاحب کے ہر حکم پر عمل کیا۔اس لیے آپ کو اولاد میں سب سے زیادہ محبت تھی۔اگر آپ کی حیات طیبہ کو بحیثیت مرید دیکھا جائے تو شاید ہی ہمیں کوئی ایسا مرید نظر آئے جو اپنے پیر خانے کی اتنی زیادہ عزت اور تکریم کرتا ہو۔سیرت امیر ملتؒ میں ہے کہ آپ جب بھی چورہ شریف تشریف لے جاتے تو سٹاپ سے سے اترتے ہی ننگے پاؤں ہو جاتے اور دربار شریف تک ویسے ہی چلتے اور پھر دربار شریف پر حاضری دیتے۔جب کبھی کوئی آپ کے پیر خانے سے علی پور شریف آتا تو آپ بذات خود ان کے استقبال کے لیے کھڑے رہتے اور اُن کو اپنی جگہ پر بٹھاتے اور ان کے لیے طرح طرح کے کھانے پکواتے۔کھانا کھانے کے بعد ان کے ہاتھ خود دُھلاتے۔اس بات سے ظاہر ہے کہ آپ اپنے پیر خانے سے کتنی محبت کرتے تھے۔اگر آپ کی زندگی کو بحیثیت میزبان دیکھا جائے تو آپ جیسے مہمان نواز تھے

شاید ہی کوئی ایسا مہمان نواز ہو۔ آپ مہمانوں کی ایسے خدمت کیا کرتے تھے کہ ہر کھانے کے وقت مختلف کھانوں کا انتظام ہوتا تھا۔ آپ کے دستر خوان پر ہر خاص و عام کے لیے وسیع لنگر کا انتظام ہوتا تھا۔ آپ نے ایک دفعہ درویشوں سے فرمایا کہ میری زندگی میں ایک بڑی خواہش پوری نہ ہوسکی۔ جس کا مجھے بے حد افسوس ہے۔ وہ بڑی خواہش یہ تھی کہ میرے دستر خوان پر اتنے مہمان ہوتے کہ نئی صابن کی ٹکیہ سے ایک طرف مہمانوں کو ہاتھ دھلانے شروع کرتے اور دوسری طرف پہنچنے سے پہلے ہی ٹکیہ ختم ہو جاتی۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کتنے بڑے مہمان نواز تھے۔ اگر آپ کی زندگی کے راہنما ہونے پر ایک نظر ڈالی جائے تو زمانے پر ایسا پیر نہیں ملتا کہ جس نے اپنے مریدوں کی ایسی تربیت فرمائی ہو۔ جس نے بھی آپ کے ہاتھ پر بیعت کی وہ دُنیا کی باتوں کو بھول گیا اور صرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی عبادت میں مشغول ہو گیا۔ احکام شریعت پر عمل کرنے لگا۔ آپ جس کو بھی بیعت کرتے تو فرماتے ہر وقت اللہ کو یاد کیا کرو۔ آپ کے یارانِ طریقت سے اگر پوچھا جائے چاہے وہ امیر ہو یا غریب تو وہ یہی کہتا ہے کہ حضرت امیر ملتؒ کو سب سے زیادہ مجھ سے محبت تھی۔ آپ ہر پیر بھائی سے اتنی زیادہ محبت کرتے تھے کہ ہر پیر بھائی یہی محسوس کرتا کہ حضرت کو مجھ سے زیادہ محبت ہے۔ اس بات کا اندازہ کیجیے کہ ایک دفعہ کسی بڑے امیر آدمی نے آپ کی دعوت کی۔ آپ کا کھانے کے وقت یہ اصول ہوتا تھا کہ گو امیر ہو یا غریب جہاں بیٹھا ہے وہی بیٹھ کر کھانا کھائے۔ اس امیر زادے نے یہ اعلان کیا کہ جو شہر والے ہیں وہ اندر آ جائیں اور جو گاؤں والے ہیں وہ باہر صحن میں چلے جائیں۔ حضرت اپنی جگہ سے اُٹھ کر باہر صحن میں جا کر گاؤں والوں کے ساتھ بیٹھ گئے۔ جب اُس امیر زادے نے یہ دیکھا تو اسی وقت حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ آپ کے کھانے کا انتظام اندر ہے تو آپ کے الفاظ یہ تھے کہ اگر یہ گاؤں والے ہیں تو میں بھی گاؤں والا ہوں۔ اس لیے ان کے ساتھ بیٹھ کر کھاؤں گا۔ تمھاری نظر میں گاؤں والے انسان ہی نہیں ہوتے۔ تم نے کیا سمجھ کر ان کو کمرے سے باہر نکالا ہے۔ کیا یہ مسلمان نہیں ہیں؟ اس شخص نے اسی وقت حضرت سے معافی مانگی اور سب کے کھانے کا انتظام ایک ہی جگہ کر دیا۔ اگر میرے حضرت کی زندگی کے ولایت کے موضوع پر ذکر کیا جائے تو آپ کی کرامات لکھتے لکھتے کتابوں کے انبار لگ جائیں گے مگر آپ کی کرامات ختم نہ ہوں گی۔ آپ کی بے شمار و بے مثال کرامات ہیں۔ اللہ

تعالیٰ نے آپ کو ولایت کے تمام درجے عطا کیے ہیں۔آپ مادر زاد ولی اللہ ہیں۔اگر آپ کے سید ہونے پر ایک نگاہ ڈالی جائے تو آپ کی زندگی کا یہ پہلو بھی ہر لحاظ سے مکمل ہے۔آپ نجیب الطرفین حسنی وحسینی سید ہیں۔آپ کا شجرہ نسب دونوں والد ماجد اور والدہ ماجدہ کی طرف سے اڑتیسویں پشت میں نبی اکرم ﷺ سے جاملتا ہے۔آپ ایسے سید ہیں کہ ساری زندگی اپنے نانا کے دین کے لیے وقف کر دی۔ آپ کئی کئی ماہ دین کی تبلیغ کے لیے گھر سے باہر رہتے اور دور دراز سفر کی طرح طرح کی صعوبتیں برداشت کرتے۔آپ نے زندگی کا ہر لمحہ حضور سرور کائنات ﷺ کی اتباع میں گزارا اور نبی کریم ﷺ کی امت کو بھی دین پر چلنے کے لیے ہر طریقے سے راہنمائی فرمائی۔سیرت امیر ملتؒ میں تحریر ہے کہ آپ نے دین کی خاطر کئی عیدیں بھی گھر سے باہر کیں۔اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ہر وقت لوگوں کو دین کی تبلیغ کیا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذمہ نبی اکرم ﷺ کی سنتیں اور اپنے احکامات لوگوں تک پہنچانے کے لیے جو ڈیوٹی لگائی تھی۔آپ نے صحیح معنوں میں اس کا حق ادا کیا اور آپ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں بھی لوگوں کو نماز پر پابند رہنے کی نصیحت کی اور آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ جان جاتی ہے تو جائے لیکن نماز نہ جائے۔اگر حضرت امیر ملتؒ کی عبادت گزار زندگی پر ایک نظر ڈالی جائے تو آپ نے زندگی کا کوئی لمحہ بھی یادِ الٰہی کے بغیر بسر نہیں کیا۔آپ نے بچپن سے لے کر زندگی کی آخری سانس تک کوئی نماز بھی قضا نہیں کی۔حتیٰ کہ تہجد کی نماز تک بھی نہ چھوڑتے تھے۔آپ ہر لمحہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی عبادت میں مشغول رہتے اور آپ فرمایا کرتے تھے کہ جو دم غافل سو دم کا جو سانس بھی اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل ہے۔اُس سانس میں ہم نے اللہ تعالیٰ سے بے وفائی کی ہے۔اس لیے ہمیں ہر وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہنا چاہیے۔آپ نے پانچوں وقت کی نماز کے علاوہ کبھی بھی تہجد اور اشراق کو بھی فرض سمجھا ہے۔بتاؤ کہ اب ایسی شخصیت ڈھونڈے سے ملتی ہے۔اگر میرے حضرت کے علم کی زندگی کے پہلو پر نظر ڈالی جائے تو ایسا علم جو اپنے مواعظِ حسنہ سے میٹھی میٹھی باتوں سے لوگوں کے دِلوں میں نبی اکرم ﷺ کی محبت کو پیدا فرمادے اور آپ جس محفل میں بھی تشریف فرما ہوتے تھے۔وہاں جتنے بھی بڑے بڑے عالم حضرات ہوتے تھے۔وہ تقریر کرنے سے کتراتے تھے کیونکہ وہ سوچتے کہ اتنی معتبر ہستی کی موجودگی میں ہم کیا خطاب کریں۔جب آپ خطاب فرماتے تو

شیریں باتوں سے لوگ اتنا محظوظ ہوتے کہ تمام حاضرین محفل آپ کی شیریں گفتگو سے متاثر ہو کر دین کی طرف راغب ہو جاتے۔ اب حضرت کی شخصیت بحیثیت حافظ کے موضوع پر آتے ہیں۔ حضرت جیسا حافظ اس وقت اور اب بھی شاید ہی زمانے میں کوئی ہوگا۔ حضرت امیر ملتؒ کو آپ کے والدہ ماجد نے پانچ سال کی عمر میں علی پور شریف ہی میں ایک اُستاد صاحب کے پاس قرآن پاک حفظ کرنے کے لیے مدرسے میں بھیجا اور آپ نے اپنے ذہن اور اُستاد صاحب کی شفقت سے ایک سال اور چند ماہ میں ہی قرآن پاک حفظ کر لیا اور آپ نے علی پور شریف کی درمیانی مسجد میں رمضان المبارک میں قرآن پاک سُنایا۔ آپ کو قرآن پاک اس طرح حفظ تھا کہ شاید ہی تمام رمضان شریف کے دوران میں کوئی غلطی ہوئی ہو۔ آپ نے اتنی خوش الحانی سے قرآن پاک سناتے کہ سننے والوں کو کوئی تھکاوٹ ہی محسوس نہ ہوتی۔ آپ کے قرآن پاک سننے والوں نے آپ کے والد ماجد اور اُساتذہ کرام کو مبارک باد پیش کی اور آپ کے والد ماجد نے اِس خوشی کے موقع پر زردے اور پلاؤ کی دیگیں پکوا کر پورے گاؤں میں تقسیم کیں۔ آپ اپنے والد ماجد کی خواہش کے مطابق ہر رمضان شریف کے مہینے میں قرآن پاک اپنے ہی گاؤں میں سناتے۔ آپ کا قرآن پاک سننے کے لیے دور دور سے لوگ جوق در جوق علی پور سیداں میں آتے کیونکہ وہ لوگ آپ کا قرآن پاک بہت شوق سے سنتے تھے۔ اس لیے لوگوں کو شدت سے رمضان شریف کا انتظار رہتا تھا اور وہ لوگ حضرت کی آواز میں قرآن پاک سننے کے لیے بہت زیادہ بے چین رہتے تھے۔ جو لوگ بھی دور دور سے قرآن پاک سننے کے لیے آتے تو حضرت کے والد ماجد ان کو اپنا مہمان رکھتے تھے اور ان کی کافی خاطر مدارت کرتے اور قرآن پاک مکمل کرنے کے بعد حافظ صاحب آخری عشرہ میں شبینہ سناتے تھے اور سامعین کو ہدایت فرماتے کہ ہمیشہ نماز تراویح ادا کیا کرو تا کہ قرآن پاک سننے کو ملے۔ آپ نے جب جوانی کی عمر میں قدم رکھا تو رمضان شریف کے مہینے میں اس زمانے میں سفر کی سہولتیں نہ ہونے کے باوجود پیدل سفر فرماتے اور علی پور شریف سے نارووال، سیالکوٹ، پسرور، وزیر آباد، گوجرانوالہ، لاہور، قصور، امرتسر، لدھیانہ، جالندھر اور دہلی تک تشریف لے جاتے اور راستے میں ہر رات وہاں مسکلے سناتے۔ حاجی محمد حسین سیالکوٹی نے بتایا کہ ایک دفعہ میں رمضان المبارک میں دہلی گیا۔ میں نے وہاں اشتہار لگا ہوا دیکھا کہ اس رات حضرت قبلہ عالم فتح پوری مسجد میں شبینہ سنا

رہے ہیں۔اس طرح مجھے بھی حضور کے دہلی تشریف لانے کا علم ہوا۔میں نے قیام گاہ کا پتہ لگایا اور حضرت کی خدمت میں حاضر ہوگیا۔رات کو میں بھی حضور کے ہمراہ فتح پوری مسجد میں گیا اور میں نے بھی شبینہ سنا۔بہت دور دراز سے لوگوں کی بہت بڑی تعداد جس کا شمار کرنا بہت ہی مشکل تھا۔تمام لوگ بہت شوق سے صرف اور صرف حضرت کا شبینہ سننے کے لیے تشریف لائے تھے اور کمال حیرت اس بات کی تھی کہ لاؤڈ سپیکر کے بغیر تمام نمازیوں میں صف آخر تک آپ کی آواز اس طرح سنائی دیتی تھی جیسا کہ پہلی صف میں سنائی دیتی تھی۔اکثر لوگوں سے یہی سنا ہے کہ آپ جب بھی قرآن پاک سنایا کرتے تھے تو اکثر شبینے میں دو رکعتوں میں آپ نے قرآن پاک مکمل سنایا۔اس کی مثال سیرت امیر ملتؒ میں ایک واقعہ ہے کہ آپ نے رمضان شریف کے آخری عشرے میں شبینے کی دو ہی رکعت میں مکمل قرآن پاک سنایا۔اس وقت آپ کا قرآن پاک سننے والوں میں آپ کے والد ماجد بھی شریک تھے جو کہ کافی ضعیف العمر تھے اور جب حافظ صاحب نے سورۃ الناس پڑھ کر سلام پھیرا تو آپ کے والد ماجد نے فرمایا کہ قرآن پاک پڑھتے وقت بوڑھے حضرات کا بھی خیال کیا کرو کیونکہ سننے والوں میں وہ بھی ہوتے ہیں جو اتنی دیر تک کھڑے نہیں رہ سکتے اور جب صبح آپ نے دریافت کیا کہ رات کو کیا کسی نے شبینہ کھڑے ہو کر بھی سنا تھا تو لوگوں نے بتایا کہ لوگ کبھی بیٹھ جاتے اور کبھی کھڑے ہو جائے۔

حضرت امیر ملتؒ حافظ ہونے کے ساتھ ساتھ خود بھی قرآن پاک کا ادب و احترام کرتے اور دوسروں کو بھی ادب و احترام کی ترغیب دیتے (اسی سلسلے میں ایک واقعہ پیش نظر ہے)

بمبئی میں قرآن پاک کی توہین کرنے پر حضرت امیر ملتؒ کا خطاب اور انگریز حکومت کو کھلا چیلنج

بمبئی شہر میں انگریز حکومت نے یہ سازش کی کہ مسلمان قرآن پاک سے جو راہنمائی حاصل کرتے ہیں، جو سبق حاصل کرتے ہیں۔حتیٰ کہ قرآن پاک میں جن باتوں سے اجتناب کرنے کو کہا گیا ہے اس سے باز رہتے ہیں۔اسی میں ان کی روحانی قوت ہے اور اِن کی کامیابی کا راز ہے۔مسلمانوں کو اس کتاب سے روکا جائے۔انگریزوں نے یہ گھناونی سازش کی کہ قرآن پاک کے نسخوں کو دکانوں سے خرید کر مسجدوں سے غائب کروا کر سمندر کی نذر کر دیا جائے۔چنانچہ انھوں نے اپنی اس ناپاک سازش

کو عملی جامہ پہنانے کے لیے کچھ عیسائی لوگوں کو تیار کیا کہ وہ مسلمانوں کے بھیس میں مسلمانوں میں داخل ہوکر مسجدوں سے قرآن پاک کے نسخے چرا کر اور دکانوں سے خرید کر انھیں سمندر میں پھینکنا شروع کر دیں۔ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ جب مسجدوں سے قرآن پاک کے نسخے چوری ہونے شروع ہوئے تو یہ بات آناً فاناً جنگل کی آگ کی طرح پورے برصغیر میں پھیل گئی۔ تمام مسلمانوں اور علما کرام اس سوچ میں تھے کہ فرنگی کی اس مذموم سازش کو کیسے بے نقاب کیا جائے اور اس کا سد باب کیا جائے۔ مگر تمام کوششیں بے سود ثابت ہوئیں اور انگریز اپنا کام سرانجام دیتے رہے۔ علما کرام اور مسلمانانِ ہند نے کافی جلسوں اور جلوسوں کا انعقاد کیا مگر انگریزی حکومت جس طرح نقار خانے میں طوطی کی آواز کوئی نہیں سنتا۔ اسی طرح فرنگی کسی کی پیش نہ چلنے دیتے جلد ہی یہ بات حضرت امیر ملتؒ تک پہنچ گئی۔ آپ نے فوراً بمبئی روانہ ہونے کا ارادہ فرمایا۔ بمبئی پہنچنے پر آپ کا والہانہ استقبال کیا گیا۔ آپ کے بمبئی پہنچنے سے مسلمانوں کی ڈھارس بندھی کہ اب انشاء اللہ اس سازش کا قلع قمع کرنے میں کوئی خاطر خواہ مدد ملے گی اور پھر ایسا ہی ہوا۔ آپ نے فوراً پہنچتے ہی استقبالیہ جلسے سے خطاب کرتے ہوئے انگریز حکومت کو خبردار کیا کہ وہ اپنی اس مذموم سازش سے باز رہے۔

ٹھیک اُسی رات بمبئی کی ایک مسجد سے قرآن پاک کے نسخے غائب ہو گئے۔ اس بات پر مسلمان سراپا احتجاج بن گئے۔ اس موقع پر آپ نے بمبئی کی سب سے بڑی جامع مسجد میں ایک بہت بڑا جلسہ منعقد کیا۔ جس میں بڑے بڑے علما کرام اور مشائخ عظام نے شرکت فرمائی اور بڑے بڑے ایمان افروز خطاب فرمائے۔ حضرت امیر ملتؒ نے اپنے خطاب میں فرمایا۔ اے انگریزو! تم قرآن پاک کے اوراق جلا تو سکتے ہو۔ قرآن پاک کے نسخوں کو سمند کی نذر تو کر سکتے ہو۔ لیکن جو قرآن پاک ہمارے سینوں میں محفوظ ہے اُسے کیسے باہر نکالو گے۔ اِسی خطبہ میں آپ نے مزید ارشاد فرمایا کہ میں آج رات ان شاء اللہ اِس مسجد میں محفلِ شبینہ میں قرآن پاک سناؤں گا۔ انگریز میں ہمت ہے تو مجھے روک کر دکھائے۔ چنانچہ آپ کے ارشاد پر فوراً شہر کے بہترین حفاظ کرام کو بلایا گیا اور محفلِ شبینہ میں آپ کے پیچھے پہلی صف میں حفاظ کو بطور سامع کھڑا کیا گیا۔ آپ نے پہلی رکعت میں انتیس پاروں کی تلاوت فرمائی جبکہ دوسری رکعت میں آخری پارے کی تلاوت فرمائی۔ بصد کوشش کے تمام حفاظ کرام میں سے کوئی بھی غلطی نہ نکال سکا اور نہ ہی آپ کی زبان میں لغزش آئی کہ کہیں آپ سے ہی غلطی سرزد ہو جاتی (اس حوالے سے آپ کی زندہ موجود کرامت) آپ نے قرآن کریم سنانے کے بعد یہ اعلان کیا کہ

میری اولاد پاک میں جو بچہ بھی پیدا ہوگا وہ حافظِ قرآن اور حاجی ہوگا۔ آپ کا قول آج تک سچا ہے اور تاقیامت سچ رہے گا۔ آج ماشاءاللہ آپ کی اولاد پاک میں تمام کے تمام بچے حافظِ قرآن اور حاجی ہیں یعنی انھوں نے اللہ تعالیٰ اور نبی اکرم ﷺ کے کرم سے کئی حج کیے۔ یہ آپ کا قول کیا کرامت میں شمار نہیں ہوتا اور کس طرح کی کرامت ہوتی ہے۔ اسی جلسے میں آپ نے لوگوں کو یہ وصیت و نصیحت فرمائی کہ آپ اپنی اولاد میں زیادہ سے زیادہ لوگوں کو حافظِ قرآن بنائیں تاکہ انگریز حکومت اپنے مذموم مقاصد میں کامیاب نہ ہو سکے چنانچہ جلسے میں آپ کے فقید المثال خطاب کے بعد انگریز اپنی اس گھناؤنی سازش سے باز آ گیا۔ اسی طرح ایک مرتبہ میرے پیر و مرشد حضرت فخر الملت سید افضل حسین شاہ صاحب جماعتی نے عرس شریف کے عظیم الشان جلسہ میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک مرتبہ گجرات سے کافی تعداد میں یارانِ طریقت حضرت امیر ملتؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی حضور گجرات شہر میں آپ کا کوئی خلیفہ نہیں جو وہاں تبلیغ کرے اور لوگ دین کی طرف راغب ہوں۔ اس لیے حضور ہم یہ عرض کرتے ہیں کہ پیر سید ولایت شاہ صاحب کو خلافت عطا کر کے انھیں گجرات میں دین کی خدمت کرنے پر معمور کر دیں تو آپ نے فرمایا کہ اس کو ابھی مد یں شد یں ہی نہیں ختم ہوئیں تو انھیں کیسے اس کام پر فائز کروں پھر حضرت فخر ملتؒ نے اس کی تھوڑی سی تفصیل بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ بابِ رحمت میں حضرت امیر ملتؒ کو ایک حافظ صاحب قرآن کریم کی تلاوت سنا رہے تھے کہ وہیں حضرت پیر ولایت حسین شاہ صاحب گجراتی بھی آپ کی خدمت میں حاضر تھے۔ حافظ صاحب نے شاید مد کی جگہ شد پڑھی۔ انہیں متشبہ لگا تو حضرت پیر ولایت شاہ صاحب نے فوراً اس کی غلطی نکالی۔ یہ بات ایک تو پیر کے ادب کے خلاف تھی اور دوسری یہ کہ جس کی مثال کا شاید ہی زمانے میں کوئی حافظ ہو۔ انھیں غلطی نہیں لگی تو حضرت پیر سید ولایت شاہ صاحب نے غلطی کیوں بتائی۔ اس وقت حضرت امیر ملتؒ مجدد دین و ملت نے پیر ولایت شاہ صاحب کی اصلاح فرمائی کہ حافظ صاحب اس وقت صحیح پڑھ رہے تھے۔ آپ کو فلاں پارے کا خود ہی متشبہ لگا تھا تو پیر ولایت شاہ صاحب نے اسی وقت حضرت صاحب سے اپنی غلطی کی معذرت کی اور توبہ کی کہ آئندہ کبھی ایسی غلطی حضرت کے سامنے کرنے کی جرأت نہیں کروں گا۔ پھر حضرت امیر ملت امیر شریعت نے پیر ولایت شاہ صاحب سے فرمایا کہ حفاظ

کرام کا خوب دِل سے ادب کیا کرو۔ایک مرتبہ حاجی محمد اکمل صدیقی صاحب سے واقعہ سنایا کہ بڑے صاحبزادے صاحب قبلہ سراج الملت الحاج الحافظ ،سید محمد حسین شاہ صاحب جماعتی علی پوری رمضان المبارک میں مسجد نور علی پور شریف ہی میں قرآن پاک نمازِ تراویح میں پڑھا رہے تھے۔کسی سپارے میں آپ نے زیر پڑھی تو سرکار قبلہ حضرت امیر ملتؒ نے وہیں پیچھے سے لقمہ دیا کہ یہاں زیر نہیں زبر ہے۔قبلہ سراج الملت نے زبر پڑھی تو پیچھے کھڑے کسی اور حافظ نے زیر پڑھائی۔حضرت صاحب نے پھر زبر پڑھائی مگر پیچھے آپ ساتھ پانچ ساتھ حفاظ کرام اور کھڑے تھے سب نے یک زبان زیر پڑھائی تو جب دو رکعت کے بعد سلام پھیرا تو آپ سرکار نے فرمایا کہ قرآن پاک لاؤ۔قرآن کریم میں بھی زیر ہی تھی پھر آپ نے دوسرا قرآن پاک منگوایا۔وہاں بھی زیر ہی تھی۔ پھر آپ نے فرمایا کہ میرے والا قرآن پاک لاؤ جس کی میں تلاوت کرتا ہوں۔جب وہ قرآن پاک کھول کر دیکھا گیا تو وہاں زبر تھی تو آپ نے فرمایا کہ چھاپے کی غلطی کی وجہ سے ہم بھی آج تک زبر ہی پڑھتے رہے۔

حضرت امیر ملتؒ کی تبلیغ و ہدایت

حضرت امیر ملتؒ بحیثیت کامل رہنما

جب سے دُنیا میں حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ نسلِ انسانی کا آغاز ہوا۔اس کی راہنمائی اور تربیت کا سامان عطا کرنے کے لیے رَب ذوالجلال نے سلسلہ انبیاء علیہ السلام کو جاری فرما دیا۔ اس سلسلہ ہدایت کے قیام کے لیے ایک لاکھ چوبیس ہزار کم وبیش انبیا کرام مبعوث ہوئے۔جنھوں نے مختلف ادوار میں اور مختلف خطوں میں ہدایت کے نور کو عام کیا۔اگر ہم تبلیغی تاریخ کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ انبیا کرام کے بعد یعنی حضرت محمد ﷺ کے بعد تبلیغ کے سلسلے کو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جاری وساری رکھا۔اِن کے ادوار کے بعد یہ کام علما کرام اور اولیا اللہ نے جاری رکھا۔نبی اکرم نور مجسم حضرت محمد ﷺ کے بعد لوگوں کی ہدایت کے مشن کو اولیا اللہ نے بخوبی انجام دیا۔بلکہ تمام وقت یعنی ساری زندگی دین کی تبلیغ میں صرف کی، کئی اولیا اللہ نے تبلیغ دین کی خاطر اپنے گھروں کو خیر باد کہا اور تبلیغ کے لیے دور دراز علاقوں کا رُخ کیا۔یہ اولیا کرام خود بخود ان دور دراز علاقوں میں نہیں جاتے تھے بلکہ

اللہ تعالیٰ کی طرف سے اِن کی ڈیوٹی ایسے علاقوں میں لگتی تھی۔ اُن لوگوں کو جو دین سے نابلد تھے اُن کو دین سے واقفیت دلانے اور دین اسلام کی طرف رغب کرنے کے لیے یہ اولیا اکرام معمور کیے جاتے تھے۔ دین کی تبلیغ کی خاطر اور لوگوں کے دلوں میں دین اسلام کی محبت کو اُجاگر کرنے کے لیے بزرگان دین نے دُنیا کے چپے چپے میں تبلیغ کے ذریعے سے دین اسلام کو پہنچایا۔

اولیا کرام کی ایک بڑی تعداد نے برصغیر میں دین اسلام کو پھیلانے اور لوگوں میں روشناس کرانے میں اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔ برصغیر میں اس کی ابتدا محمد بن قاسم کی آمد کے بعد ہوئی۔ محمد بن قاسم نہ صرف ایک کمسن مسلمان تھا بلکہ دین اسلام کا ایک سپاہی تھا۔ اُس نے یہاں کے لوگوں میں اپنی رحم دِلی، سچی اور اسلام سے محبت کی وجہ سے گھر کر لیا۔ محمد بن قاسم نے اسلام پھیلانے کی راہ ہموار کی۔ پھر یہاں علما کرام اور اولیا اللہ نے اسلام پھیلانے کے لیے لوگوں میں تبلیغ کی۔ اِن اولیا اللہ میں جنھوں نے شب و روز محنت کی بے شمار ہستیاں ہیں۔ جن کا شمار کرنا مشکل ہی نہیں بلکہ بے حد مشکل ہے۔ ان میں سرفہرست حضرت داتا علی ہجویری گنج بخش ہیں جن کا مزار لاہور میں ہے۔ ان کے دستِ اقدس پر ہزاروں غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا۔ راہ راست پر چلتے ہوئے انھوں نے اپنی آخرت سنواری۔ اسی طرح حضرت خواجہ معین الدین چشتی المعروف خواجہ غریب نواز جن کا مزار پاک اجمیر شریف (انڈیا) میں ہے۔ آپ کے دستِ اقدس پر نوے لاکھ ہندوؤں نے اسلام قبول کیا۔ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی نے کئی ہزار غیر مسلموں کو مسلمان کیا۔ تاریخ گواہ ہے کہ اِن اولیا کرام نے تاریخ کے ہر نازک موڑ پر گرتی ہوئی انسانیت کو سنبھالا دیا اور اسے سوئے منزل کی جانب رواں دواں کیا۔ یہ ہماری تاریخ کا المیہ ہے کہ آج ہم اولیا کرام صرف اور صرف مذہبی طور پر جانتے ہیں۔ یہ اولیا اکرام جنھوں نے لوگوں کے سامنے حق و عدل پر مبنی نظامِ زندگی پیش کیا کو وقتی طور پر معاشرتی و سیاسی مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑا لیکن اللہ کی مدد ان کے شامل حال رہی اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب رہے۔ دُنیا میں ان کے نام کے ڈنکے بجے۔ حقیقتاً دُنیا میں انھی کی حکومتیں قائم ہوئی۔

جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے۔ "اور جملہ نصیحتوں کے بعد ہم نے (داؤد کی کتاب) زبور میں صاف لکھ دیا تھا کہ بے شک میرے نیک بندے ہی زمین کے وارث ہوں گے۔ بے شک اس میں اطاعت شعاروں کے لیے پیغام ہے کیونکہ یہ لوگ حق پر رہے اور کروڑوں لوگوں نے اِن

کے دست اقدس پر توبہ کی اور اللہ کی قربت حاصل کی لیکن جن لوگوں نے ان کی مخالفت کی آخر کار وہ ذلیل وخوار ہوئے۔سوائے رسوائی کے اُن کو کچھ نہ حاصل ہوا۔جن بزرگان دین نے برصغیر میں لوگوں کو سیدھی راہ دکھائی ان کا شمار کرنا ناممکن ہے۔ پیچھے کچھ ناموں کا ذکر آچکا ہے۔باقی اولیا اللہ حضرت بابا فریدالدین گنج شکر، حضرت بابا فقیر محمد چوراہی، حضرت باقی باللہ، حضرت پیر سید مہر علی شاہ، حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب، حضرت بہاوالدین زکریا، حضرت جمال اللہ ملتانی، حضرت مادھولال حسین، حضرت شاہ جمال، حضرت میاں میر، حضرت الحاج الحافظ پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری، آخری نام اس ہستی کا ہے جن کا ذکر ہم نے کرنا ہے۔یہ وہ ہستی ہیں جنھوں نے گرتی ہوئی انسانیت کی شاخ کو سنبھالا دیا ۔اگر ہم تاریخ میں تھوڑا پیچھے جائیں تو شہنشاہ ہند بادشاہ جلال الدین محمد اکبر کے دور میں اسلام کی تاریخ کا نازک دور شروع ہوا کیونکہ ہندوؤں نے جو اکبر بادشاہ کے درباری تھے۔سازش کی اور بھولے بھالے مسلمانوں کو آہستہ آہستہ ہندوؤں کی تمام رسومات پر چلا دیا۔مگر وقت کے ساتھ ساتھ بزرگان دین نے لوگوں کو دین کی راہ پر گامزن کیا۔جب انگریزوں کا دور آیا تو پھر پسماندہ علاقوں کے لوگ غلط رسموں و رواجوں کو معاشرے میں قائم کرنے لگے۔یہ وہ دور تھا کہ لوگ صرف اور صرف نام کے ہی مسلمان تھے حالت یہ تھی کہ ایسے بھی مسلمان تھے جن کو کلمہ طیبہ بھی صحیح ادا کرنا نہیں آتا تھا۔تو 1830ء اور 1840ء کی دہائی کے دوران میں حضرت امیر ملتؒ کی پیدائش علی پور سیداں شریف میں ہوئی۔آپ نے اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد حضرت بابا جی فقیر محمد چوراہی کے دستِ حق پرست پر چک قریشیاں میں بیعت فرمائی اور چورہ شریف میں پہلی حاضری کے موقع پر ہی آپ کو دستارِ خلافت مبارک عطا ہوئی۔ وہاں پر موجود بابا جی کے کچھ مریدین نے اعتراضات کیے کہ ان کو آتے ہی خلافت عطا ہوگئی ہے اور ہمیں یہاں رہتے ہوئے اتنا عرصہ گزر گیا ہے تو جواب میں بابا جی نے فرمایا کہ ان کے پاس دیا بھی تھا، تیل بھی اور دیا سلائی بھی۔میں نے تو صرف اُس دیا سلائی کو ماچس دکھائی ہے پھر اس کے بعد حضرت امیر ملتؒ نے تبلیغ کا سلسلہ شروع کیا آپ نے دین کی تبلیغ کے لیے پورے برصغیر کے دورے کیے۔ برصغیر کے وہ پسماندہ علاقے جہاں لوگ ہندوؤں کی غلط عادات و اطوار اور بیہودہ رسموں میں مکمل طور پر گر چکے تھے اور ان غلط رسموں پر عمل پیرا تھے۔وہاں تشریف لے گئے۔لوگوں کو اِن غلط رسموں سے روکا اور ان کو بتایا کہ دین اسلام میں یہ باتیں شامل نہیں بلکہ وہ کچھ اس طرح ہے۔آپؒ نے لوگوں کی تصحیح

فرمائی اور انھیں دین اسلام کی طرف راغب کیا۔آپؒ کے دست اقدس پر کئی لاکھ غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا اور مسلمان ہوئے۔ کئی لاکھ مسلمان جو دین اسلام سے دور ہو چکے تھے راہ راست پر آ گئے اور ہر وقت اپنے رب کے نام کی تسبیح پڑھنے لگے اور اللہ کے مقبول بندے بن گئے۔اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایسے بندوں کا ساتھ بننے کو کہا ہے۔ حیرانی کی بات ہے کہ حضرت امیر ملتؒ کے دست اقدس پر جن حضرات نے بیعت کی اور قرآن پاک کے ارشاد کے مطابق عمل کیے وہ مقبول بندے ہو گئے تو حضرت کا اپنا مقام کس قدر اعلیٰ درجے کا ہوگا۔اللہ کے مقبول بندوں میں میرے ذاتی مشاہدے میں یہ بات آئی ہے کہ آج تک جنھوں نے حضرت امیر ملتؒ کے دست اقدس پر بیعت کی۔میں جس شخص سے بھی ملا نہ تو اس کی کوئی نماز قضا ہوئی اور نہ ہی اس نے کبھی تہجد کی نماز چھوڑی اور ہر وقت رب کی یاد میں رہنے لگے۔کئی حضرات تو عباد میں اتنے گم ہوئے کہ حضرت کی خصوصی نظر کرم سے انھیں ولایت کے درجے عطا ہوئے۔رب تعالیٰ کی جانب سے وہ لوگ بھی حضرت امیر ملتؒ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے لوگوں کو دین حق کی دعوت دینے لگے۔حضرت امیر ملتؒ ہر وقت دین کی تبلیغ میں مصروف رہتے تھے۔ جن سے برصغیر کا کوئی گوشہ محروم نہیں رہا۔بنگال سے پشاور،لنڈی کوتل سے تبت و کشمیر سے راس کماری تک۔آپ کے فیوض و برکات نے لاکھوں گمراہوں اور مشرکوں کو نورِ ایمان سے سرفراز کیا۔ آپ کی تبلیغ سے انگریز، عیسائی، برہمن، سکھ، ادنیٰ اور اعلیٰ طبقے کے ہندو لاکھوں کی تعداد میں مسلمان ہوئے۔ان میں سے اکثر نے تو آپ کے خدداد وقار، بلند کردار، دل آویز گفتار، روح پرور مواعظ حسنہ، حسن وسلوک اور خوش اخلاقی سے متاثر ہو کر اسلام قبول کیا۔چنانچہ آریہ سماجی اخبار (ملاپ) لاہور نے ستمبر 1924ء میں ایک اشاعت میں آپ کے متعلق لکھا کہ شاہ صاحب کی سعی سے پچیس ہزار ہندوؤں نے اسلام قبول کیا۔اسی حوالے سے حضرت فخر ملتؒ نے 11 مئی کو ایک عظیم الشان عرس کے موقعے پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ کسی شخص نے حضرت صاحب سے جب اخبار کے حوالے سے عرض کیا تو آپؒ نے جواباً فرمایا کہ بھائی پچیس ہزار تو کشمیر کے تبلیغی دورے میں میرے بیان سے سکھ ڈوگروں نے اسلام قبول کیا۔باقی کبھی فقیر نے گنتی نہیں کی۔یعنی حضرت کی واعظ وحسنہ سے کئی لاکھ غیر مسلم آپ کے دست اقدس پر مسلمان ہوئے۔ایک عیسائی کے قبول اسلام کی حکایت خود آپؒ نے بیان فرمائی تھی۔کہ بنگلور میں کوئنس لیڈی اسکیپ ایک دِن فقیر کے پاس آئی اور کہنے لگی میں نے تمام دُنیا کے مذاہب کی

کُتب کا مطالعہ کیا ہے اور اِس نتیجے پر پہنچی ہوں کہ دُنیا میں اگر کوئی سچا مذہب ہے تو وہ مسلمانوں کا ہے۔ فقیر نے کہا کہ میم صاحبہ اس قدر قبول کرنے سے تم نصف مسلمان تو ہوگئی ہو۔ اس نے دریافت کیا کہ شاہ صاحب وہ کیسے؟ آپؒ نے جواب دیا کہ اسلام کے دو بڑے اُصول ہیں۔ اول دِل سے یقین کرنا، دوسرا زبان سے اقرار کرنا۔ آپ نے دِل سے یقین کرلیا کہ اسلام سچا مذہب ہے تو دِل سے نصف مسلمان ہوگئی ہو۔ اگر زبان سے بھی اقرار کرلو تو مکمل مسلمان ہو جاؤ گی۔ میم صاحبہ نے کہا کہ اگر میں مسلمان ہوگئی تو میرا صاحب کیا کرے گا۔ فقیر نے کہا کہ صاحب مرے گا تو اپنی قبر میں جائے گا اور تو مرے گی تو اپنی قبر میں جائے گی۔ نیز فقیر نے کہا کہ پھر کسی وقت غسل کر کے آنا تو فقیر تم کو کچھ بتائے گا۔ اس نے کہا کہ وہ اب بھی غسل کر کے اور مسلمانوں کا لباس پہن کر آئی ہے۔ فقیر نے اس کو اسی وقت کلمہ طیبہ پڑھایا اور داخل سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کرلیا۔ پھر اس کی برکت سے اس کے شوہر نے بھی اسلام قبول کرلیا۔ جس نے مبلغ بن کر ایک اور ڈاکٹر کو جو خالص یورپین تھا اور لاکھوں روپے کا مالک تھا۔ اُس کو فقیر کے پاس بنگلور لایا اور فقیر نے اسے بھی کلمہ طیبہ پڑھا کر دین اسلام میں داخل کرلیا۔ سمی ونڈرمین ایک انگریز پادری حیدرآباد دکن میں تھا وہ ایک دِن آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ سے چند سوالات کیے اور آپ نے اس کو ایسے شناختی جوابات دیے کہ وہ حلقہ بگوش اسلام ہوگیا اور اس کا اسلامی نام آپ نے محمود رکھا۔ اس نے دوسری ملاقات میں اپنی بیوی کو بھی آپ کی خدمت میں پیش کیا وہ بھی آپ کے دست اقدس پر مسلمان ہوگئی۔ آپ نے اس کا اسلامی نام مریم رکھا۔ پھر ان دِونوں نے انگریزوں میں اسلام کی تبلیغ کی اور اس طرح کئی انگریزوں نے ان کی وساطت سے اسلام قبول کیا۔ محمود ونڈرمین نے ارکان اسلام اور ترکیب نماز باتصویر انگریزی زبان میں ایک کتاب لکھی جس کے ذریعے سے انگریز مسلمانوں نے اپنی نماز درست کی۔ حضرت امیر ملتؒ کو جب محمود ونڈرمین نے یہ کتاب دکھائی تو آپ اُس کی اس کاش پر بہت خوش ہوئے۔ آپ نے اس کی دادرسی کی اور تخلیقی محنت پر اس کی حوصلہ افزائی کی۔ اس کے علاوہ ایک اور واقعہ جس سے حضرت امیر ملتؒ کا پتہ چلتا ہے کہ آپ کیسے دِل پذیر انداز میں تبلیغ کرتے تھے۔ میرے اعلیٰ حضرت امیر ملتؒ فعل الخیرات کی تعلیم دیتے تھے۔ فعل الخیرات قرآن پاک کی ایک جامع اصطلاح ہے جیسے قرآن کریم یوں بیان کرتا ہے۔

"یومنون باللہ والیوم الاخر ویامرون بالمعروف وینھون
عن المنکر ویسارعون فی الخیرات واولیک من الصلحین"

ترجمہ : یہ لوگ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور بھلی بات کرنے کو کہتے ہیں اور بُرے کام سے منع کرتے ہیں اور نیک کاموں کی طرف تیزی بڑھتے ہیں وہی صالحین میں سے ہیں۔

قرآن حکیم کے دیے ہوئے تصورِ خیرات سے مراد زندگی کی وہ عملی روش ہے جو منکر سے پاک ہو اور معروف سے کی ہو۔ جس میں تعمیر غالب ہو اور تخریب کا شائبہ تک نہ ہو۔ دوسری قوم کے افراد کی فلاح اور نشو ونما کی راہ کھولتی ہو۔ اسی تصور کے تحت حضرت اپنے عقیدت مندوں سے فرماتے کہ نماز روزے کے پابند ہو جاؤ اور ہر وقت ذکر الٰہی میں مشغول رہا کرو۔ نبی کریم ﷺ پر کثرت سے درود پاک پڑھا کرو۔ آپ لوگوں کو بُری اور فحش باتوں سے منع فرماتے تھے۔ آپ چاہتے تھے کہ ہر مسلمان نیک اور اچھی باتوں پر عمل کرے۔ تاکہ یہ معاشرہ پاکیزہ اور مثالی بن جائے۔ سیالکوٹ شہر کے ایک مشہور اہل حدیث مولوی محمد ابراہیم کے ایک بھتیجے پسرور میں رہتے تھے اور مولوی کے ہم عقیدہ تھے۔ وہ ایک دِن حضرت امیر ملتؒ سے ملنے کے لیے علی پور شریف آئے اور بہت دیر تک سرکار کی خدمت میں حاضر رہے۔ اسی اثنا میں دوپہر کا کھانا آ گیا۔ دستر خوان بچھا دیا گیا۔ کھانا شروع ہوا تو کسی نے ان کو اپنا ہم طعام نہ بنایا۔ آپ حضرت امیر ملتؒ نے دیکھ کر فرمایا۔ مولوی صاحب میرے برتن میں میرے ساتھ کھاؤ۔ کھانے سے فارغ ہو کر موصوف نے اجازت طلب کی۔ آپؒ نے اجازت دے کر حضرت جوہر ملت پیر سید اختر حسین شاہ صاحب کو ان کے ساتھ روانہ فرمایا۔ موصوف جب پرانے شیش محل سے باہر نکلے تو کہنے لگے میں حضرت کی فراخدلی دیکھ کر حیران رہ گیا اور اپنے عقیدے سے باز آیا۔ میرا یہ ایمان تو ہے کہ حضرت نے مجھے پہلے مسلمان بنایا پھر اپنا ہم طعام۔ حضرت امیر ملتؒ تبلیغ کے لیے دکن تشریف لے گئے۔ وہاں کے نواب صاحب ہندوؤں کی رسومات میں گھرے ہوئے تھے۔ نماز روزے کی پابندی اور پردے کا بالکل خیال نہ کرتے تھے۔ نواب صاحب کی بیوی اور بیٹیاں بغیر پردے کے ہی آیا جایا کرتی تھیں۔ حضرت امیر ملتؒ نے دکن میں جمعہ کے خطاب میں پردے کے متعلق فرمایا۔ نواب تک حضرت کے خطاب کی باتیں ہوئیں۔ وہ حضرت کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ کچھ دیر اس نے حضرت سے کچھ مسائل پوچھے۔ حضرت نے بہت محبت بھرے لہجے میں جواب دیے تو وہ حضرت کا دِل سے گرویدہ ہو گیا۔ جب دوسرے جمعہ میں حضرت کا خطاب سنا تو اسی جگہ حضرت کا مرید ہو گیا۔ اس کے بعد نواب

صاحب باقاعدہ اپنے گھر والوں کو پردہ کرواتے اور نماز روزے کی پابندی بھی کرواتے۔ اور دوسروں کو بھی نماز پڑھنے کی تلقین کرتے۔ نواب صاحب تا آخری سانس تک نماز کے پابند رہے۔

اُنیسویں صدی میں مسلمانوں کی زبوں حالی:

اُنیسویں صدی میں مسلمانان ہند کی مذہبی حالت بے حد زبوں تھی۔ شمال سے جنوب اور مشرق سے مغرب تک یکساں گمراہی پھیلی ہوئی تھی۔ دیہاتی مسلمان تو صرف نام کے ہی مسلمان رہ گئے تھے۔ سکھ شاہی کے اثرات، بدی کی وجہ سے شمالی ہند اور خصوصاً پنجاب میں مسلمانوں کا حال اور بھی ابتر تھا۔ ہندو سکھ مسلمانوں کے ساتھ اچھوتوں سے بدتر سلوک کرتے تھے۔ سکھوں کی وحشی حکومت اور بربریت واقتدار ختم ہوا تو انگریز آ گئے۔ وہ ان سے زیادہ اسلام دشمن اور مسلم کش تھے۔ انہوں نے معائدین اسلام کی بیخ کنی اور مسلمانوں کو ملیا میٹ کرنے کے لیے نئے نئے حربے استعمال کیے۔ جگہ جگہ اپنے پادری بھیجے جو مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے نئے نئے طریقے استعمال میں لائے تا کہ مسلمان صراط مستقیم سے بھٹک جائیں۔ ان میں حلال وحرام کا امتیاز جاتا رہے۔ ہندوستان میں مسلمانوں پر جو بُرا وقت آیا تھا۔ اس کا آغاز دوسو سال پہلے ہو چکا تھا۔ ہندوؤں اور سکھوں کی اجتماعی کوششوں اور سکھا شاہی نے اسے تقویت پہنچائی اور انیسویں صدی عیسوی میں اس پورے برصغیر میں دین متین کا چراغ ٹمٹاتا ہوا نظر آنے لگا۔ عام مسلمانوں خصوصاً دیہات کے مسلمانوں کی حالت پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ صرف نام کے مسلمان رہ گئے تھے۔ نماز روزہ، زکوٰۃ، حج اور دوسرے احکام شریعت بھول چکے تھے۔ رمضان شریف میں دِن کو کھاتے پکاتے تھے۔ نماز کی کوئی پرواہ نہیں رہی تھی۔ اسی طرح دوسرے اسلامی احکام کی کھلم کھلا خلاف ورزی کرتے۔ ان کو احساس بھی نہ ہوتا کہ کیا کر رہے ہیں اور راہ راست سے کتنی دور بھٹکے جا رہے ہیں۔ اکثر مقامات و دیہاتوں میں مسلمانوں کے نام بھی ہندوؤں جیسے رکھے جاتے تھے۔ وہ ہندوؤں اور سکھوں کا پس خوردہ کھاتے تھے اور اس میں کوئی عار محسوس نہ کرتے تھے۔ ہندوؤں کے کنوؤں پر ان کو دور کھڑا کر کے اوک سے پانی پلایا جاتا اور انھیں شرم نہ آتی تھی۔ مسلمان اگر ہندو کے چولھے اور رسوئی (باورچی خانہ) کے پاس سے گزر جاتے تو ہندو ان کی توہین اور تذلیل کرتے تھے۔ سکھوں کے گھروں میں بیٹھ کر مسلمان ان کا جھٹکے کا گوشت کھاتے تھے۔ حلال اور

حرام کی تمیز باقی نہ رہی تھی۔ گاؤں میں مسجدیں منہدم کردی گئی تھیں۔ جو باقی تھیں وہ بھی ویران اور غیر آباد تھیں۔ سکھ مسجدوں میں اذان کے روا دار نہ تھے۔ اگر کوئی مسلمان جرأت کر کے اذان دے دیتا تو اُس کو مارتے پیٹتے تھے۔ مسلمانوں کو گائے ذبح کرنے کی اجازت نہ تھی۔ گائے تو کیا بکری بھی ذبح کرتے تو انھیں زدوکوب کیا جاتا تھا۔ خصوصاً جھٹکے کا گوشت کھانے پر مجبور کیا جاتا تھا۔ ہندو ماشکی مسلمانوں کے گھروں میں پانی بھرتے تھے اور یہ پانی صرف ہندوؤں کے کنوؤں سے لایا جاتا تھا۔ ہندوؤں کے کنوؤں کا حال سب کو معلوم ہے کہ وہ ہر حال میں پاک سمجھے جاتے ہیں خواہ ان میں گوبر، بول براز، چوہا، بلی، کتا کچھ بھی گر جائے۔ پانی گندہ نہیں جانتے تھے۔ کئی مسجدوں کو ہندوؤں نے اپنے تصرف میں لے رکھا تھا۔ وہاں مویشی باندھتے تھے۔ جس کی وجہ سے ہر طرف نجاست اور غلاظت پھیلی رہتی تھی۔

اُنیسویں صدی کے ان حالات کا اندازہ کرنا بھی مشکل ہے۔ لیکن جو ابتر حال تھا۔ اس پر صرف نظر کر کے اس تاریخی حقیقت پر غور کیجئے تو آپ اپنا سر پیٹ لیں گے۔ کہ اس زمانہ میں پشاور جیسے مسلمان اکثریت کے شہر میں کتنی ہی مسجدیں ہندوؤں اور سکھوں کے قبضے میں تھیں۔ پشاور اور دہلی کی یہ مسجدیں موجودہ صدی میں واگزار ہوسکی ہیں اور تاریخ کی شہادت حقیقت کی صداقت پر گواہ عادل ہے۔ بیسویں صدی کے دو دلروز واقعات سناتا ہوں۔ ان پر قیاس کیجیے تو گزشتہ صدی کی زبوں حالی کی تصویر سامنے آجائے گی۔ میں نے بچشم خود چھچھو کی ریلوے اسٹیشن پر دیکھا کہ سکھ دوکاندار مسلمانوں کو لسی پلانے کے لیے علیحدہ برتن استعمال کرتا تھا۔ جب مسلمانوں کو لسی پلاتا تو خالی ہونے والا برتن کتے کے سامنے ڈال دیتا تھا۔ کتا اس برتن کو چاٹ لیتا تو اسی پر کپڑا پھیر کر دوبارہ استعمال کے لیے تیار کر لیتا تھا۔ پھر دوسرے مسلمان کو اس میں لسی پلا دیتا تھا۔ یہ واقعہ سیرت امیر ملتؒ میں میرے قبلہ جو ہر ملت نے بیان فرمایا ہے۔ پنجاب کے علاوہ شمالی سی پی کے پروفیسر طاہر فاروقی صاحب نے سیرت امیر ملتؒ میں لکھا کہ اِن کے ایک دوست جناب غلام جیلانی صاحب مرحوم جو پیرزادگان فتح پور سیکٹر (ضلع آگرہ) میں سے تھے۔ سی پی میں سب انسپکٹر پولیس تھے وہ اپنے ساتھ بیتے ہوئے ایسے کئی واقعات سناتے تھے۔ جن کو سن کر مسلمانوں کی جہالت و زبوں حالی پر حیرت ہوتی ہے اور رونا آتا ہے۔ سی پی کے دیہات میں مسلمان برائے نام ہوتے تھے۔ گاؤں بھر میں لوہار، بڑھئی، ماشکی قسم کے دو ایک گھر مسلمان نظر آتے

تھے۔ اِن پیرزادہ صاحب کو تفتیش کے لیے گاؤں گاؤں جانا پڑتا تھا۔ وہ کٹر مسلمان اور پابند شریعت تھے ۔ایسے گاؤں میں جب جاتے جہاں مسلمان نہ ہوتا تو بھوکے ہی رہتے تھے اگر مسلمان گھر مل جاتا تو وہاں سے کچھ کھا پی لیتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ میں ایک گاؤں میں پہنچا پہلے بھی یہاں آچکا تھا اسی لیے مجھے مسلمان بہشتی (ماشکی) کا گھر معلوم تھا۔ اس کے گھر پہنچا تو اس نے آؤ بھگت کی اور کھانا کھلایا تو اس میں گوشت تھا۔ مجھے تجسس ہوا میں نے اس سے پوچھا کہ یہاں گوشت تجھے کیسے دستیاب ہوگیا۔ تو اس نے بتایا کہ گاؤں کا نمبردار شکار کو گیا تھا۔ سور مار کے لایا تو اس نے گوشت سارے گاؤں میں تقسیم کیا۔ میرے بھی حصے میں آیا ہے۔ پیرزادہ صاحب نے کھانا کھانے کا ارادہ ترک کیا اور اس ماشکی کو سور کے گوشت کے حرام ہونے کی تلقین کرنے لگے۔ وہ غریب جاہل دیہاتی اسلام کا نام لیوا ہوتے ہوئے بھی یہ بات نہ جانتا تھا۔ ماشکی نے توبہ کی اور ساری ہنڈیا پھینک دی یہ دونوں قصے بیسویں صدی کے ہیں۔ ان واقعات سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ اُنیسوی صدی میں برصغیر میں مسلمان کتنے جاہل اور ناواقف تھے اور اسلام کن کٹھن حالات سے گزر رہا تھا۔

اُنیسوی صدی میں وسائل سفر

اب اُنیسویں صدی کے وسائل نقل وحرکت پر نظر ڈالیے تو معلوم ہوگا کہ حضرت قبلہ عالم نے جس عظیم الشان خدمت کا بیڑا اُٹھایا وہ کیسا دشوار اور مشکل تھا۔ پچھلی صدی میں ریل کا تو سوال ہی نہ تھا۔ کلکتہ سے دہلی اور دہلی سے لاہور تک ریل گزشتہ صدی میں شروع ہوگئی تھی۔ مگر ضلعوں کو آپس میں ملانے کے لیے پکی سڑکیں بھی نہ تھیں۔ موٹر اور بس تو بیسویں صدی میں جاری ہوئیں۔ سڑکیں عام طور پر کچی اور دشوار تھیں۔ پھر دیہاتوں میں تو کچی سڑکیں بھی نہ تھیں۔ لوگ یونہی پگڈنڈیوں (کچے راستوں) پر ہوتے ہوئے سفر طے کرتے تھے۔ راستوں میں گاؤں ملتے تو کنویں بھی مل جاتے۔ ورنہ دور دور تک پانی کا نام ونشان نہ ملتا تھا۔ یہ بھی معلوم رہے کہ حضرت امیر ملت ؒ کے والد صاحب زمیندار تھے۔ ابتدائی ایام میں تو گھر میں تانگہ یا بیل بھی نہ تھے۔ سواری کے لیے وسائل سفر کے کامل فقدان کے ساتھ نہ زادراہ میسر تھا۔ نہ توشۂ سفر موجود تھا مگر حضرت قبلہ عالم اس دینی خدمت کے لیے من جانب اللہ مامور ہوئے تھے۔ اس لیے آپ نے مشکلات سفر کی بالکل پرواہ نہ کی۔ ضرورت تھی کہ کوئی

بندہ خدا مرد باخدا میدان عمل میں اُترے۔احیائے دین اور ترویج شریعت کا بیڑا اُٹھائے اور مسلمانوں کو از سرِ نو صراط مستقیم پر گامزن کرے۔تو آپ بخشائے ایزدی دین متین کی تجدید واحیا اور شریعت خدا کی ترویج وتبلیغ کے لیے صرف توکل اور نصرت الٰہی کے بھروسے پر سرگرم عمل ہو گئے اور مدت العمر اس منصب عالی پر فائز رہ کر جفاکشی،تن دہی اور ریاضت شاقہ کی وہ مثال قائم فرمائی۔جس کی نظیر اُنیسویں،بیسویں صدی میں ملنا ناممکن ہے۔آپ کو خداوند رب العزت کی تائید اور نصرت حاصل تھی۔باوجود ہر قسم کی مشکلوں اور رکاوٹوں کے کامیابی وکامرانی آپ کے قدم چومتی رہی۔ترویج شریعت تجدد دین اور احیائے اسلام میں آپ کو حیرت انگیز اور عظیم کامیابیاں اور فتوحات حاصل ہوئیں۔

تبلیغی سفر کا طریق کار

حضرت امیر ملتؒ جس جگہ تشریف لے جاتے مسجد میں ہی قیام فرماتے تھے۔جیسے لاہور مسجد پٹولیاں چوک لوہاری منڈی اور سیالکوٹ میں مسجد امام صاحب میں قیام فرماتے۔کسی گاؤں میں تشریف لے جاتے تو وہاں کوئی مسجد ویران اور غیر آباد ہوتی اس کی فکر نہ فرماتے وہیں قیام فرماتے۔اپنے ساتھیوں کے ہمراہ نماز کا وقت آتا تو اذان دی جاتی۔جس کو سن کر کبھی کبھار کوئی آجاتا اور کبھی کوئی بھی نہ آتا۔ایسی صورت میں آپ خود گھر گھر جا کر لوگوں کو نماز کے لیے بلاتے۔ایک دفعہ کا واقعہ حضرت امیر ملتؒ نے خود بیان فرمایا تھا۔ایک گاؤں کی غیر آباد مسجد میں جا کر قیام فرمایا۔نماز کے وقت ایک آدمی آیا۔اذان دی اور چلا گیا۔آپ نے تعجب فرمایا کہ یہ شخص اذان دے کے نماز پڑھے بغیر چلا گیا۔دوسری نماز کے وقت وہ آیا اذان دے کر جب جانے لگا تو آپ نے اس کا ہاتھ پکڑا اور دریافت فرمایا کہ تم اذان دیتے ہو تو نماز ادا کیوں نہیں کرتے؟اس نے جواب دیا۔نماز تو گاؤں میں کوئی بھی نہیں پڑھتا۔اذان میں اِس لیے دیتا ہوں کہ اس خدمت کی مجھے اجرت ملتی ہے۔اگر لوگ اذان کی آواز نہیں سنیں گے تو مجھے فصل ہونے پر گندم نہیں دیں گے۔حضرت قبلہ عالم نے اس کو روک کر نماز پڑھائی اور پھر دوسروں کو نماز کی افادیت واہمیت بتا کر مسجد میں لائے اور مسجد کو آباد فرمایا۔ نماز کی تعلیم کے بعد آپ نے انھیں احکام شریعت کی تعلیم دی اور اسلام کے ارکان پر کاربند رہنے کی تلقین فرمائی۔ہندوؤں کے بیہودہ رسموں کا پردہ فاش کیا۔جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔دیہات کے مسلمانوں میں کتنی ہی ہندوانہ رسمیں عام طور

پر رائج تھیں۔ ان کو پتہ ہی نہیں تھا کہ وہ اس طرح واضح طور پر کفر کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ راجپوت اور جاٹ قبائل کے لوگ مسلمان ہوئے تھے۔ آپ پہلی مرتبہ موضع نکودر ضلع جہلم تشریف لے گئے۔ وہاں ایک درخت کی جڑ میں ایک بہت بڑا پتھر گڑا ہوا تھا۔ ان مسلمانوں کا یہ عقیدہ تھا کہ جس کی گائے یا بھینس نئے دودھ دینے والی ہو تو وہ پہلی مرتبہ سارا دودھ اس پتھر پر لا ڈالے۔ اگر کوئی نہ ڈالے تو اس کی گائے یا بھینس کے تھنوں سے خون آنے لگے گا۔ اس عقیدے کے مطابق سب لوگ پہلی مرتبہ دودھ اس پتھر پر لا کر ڈال دیتے تھے۔ جب حضرت قبلہ امیر ملتؒ کو ان کی اس مشرکانہ رسم کا علم ہوا تو آپ نے حکم دیا کہ اس پتھر کو یہاں سے اُکھاڑ دو پھر فرمایا کہ ہم آج نکودر والوں کے خدا کو دریا جہلم میں ڈالنے کے لیے جاتے ہیں۔ سب کو حکم دیا کوئی آج کے بعد دودھ یہاں نہ ڈالے گا۔ اگر کسی کی گائے ، بھینس یا بکری کے تھنوں سے خون آئے گا تو اس کا میں ذمہ دار ہوں۔ اس طرح آپ نے اہل نکودر کی اس مشرکانہ رسم کا خاتمہ کیا اور انھیں دین اسلام کی طرف راغب کیا۔ رہتک اور حصار وغیرہ کے اضلاع کے دیہات میں جہاں اور بہت سی ہندوانہ رسمیں رائج تھیں۔ انھیں میں ایک بیوہ کا معاملہ بھی تھا۔ ہندو مذہب میں یہ اصول تھا کہ عورت خواہ کسی عمر کی ہو اور اس کا شوہر چاہے شادی سے اگلے دِن ہی مر جائے وہ بے چاری مجبور ہے ساری عمر اپنے سسرال میں گزارے یا پھر اپنی زندگی دوسروں کے رحم وکرم پر بسر کرے اور دوسری شادی نہیں کر سکتی تھی۔ نتیجہ ظاہر تھا کہ وہ عورتیں زندگی گزرنے کے لیے بدکاری یا بازارِ حسن کی زینت بن جاتی تھی بلکہ ان بیوہ عورتوں کی حالت زنانہ بازار سے بھی بدتر تھی۔ جب قبلہ عالم اِن دیہاتوں میں تشریف لے گئے اور آپ کو اِن لوگوں کی مشرکانہ اور کافرانہ رسموں کا علم ہوا تو آپ نے یہاں کے مسلمانوں کو اکٹھا کیا اور برملا تبلیغ اور وعظ میں برسرِ عام اس طرح کی بے دینی کی مذمت کی۔ بیوگان عورتوں کا نکاح ضرور کرو اس طرح خدا کے رسول ﷺ کے احکام کی تعمیل کر کے اپنی دُنیا و آخرت کو سنوارو

نکاح بیوگان اور مخالفت

نکاح بیوگان کی ایسی صاف صاف تبلیغ ان لوگوں کے لیے ایٹم بم کی سی تھی۔ سب برگشتہ ہو کر مخالفت کرنے لگے اور اعلان کر دیا کہ یہ ہماری خاندانی روایات کے منافی ہے۔ ہم ایسا ہرگز نہیں ہونے

دیں گے۔ حضرت قبلہ امیر ملتؒ نے بیوہ کا نکاح نہ کرنے کی خرابیاں سمجھائیں اور بتایا کہ اس بری رسم کی وجہ سے تمھارے گھروں میں بدکاری کا عام طور پر رواج ہے۔ اس طرح تم اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے حکام کی کئی طریقے سے سرتابی کر کے اپنی دنیا و آخرت خراب کرر ہے ہو۔ آپ نے اعلان فرمایا کہ میں بیوہ عورتوں کا نکاح کرائے بغیر یہاں سے ایک قدم آگے تبلیغ کے لیے نہیں بڑھوں گا۔ اس پر بات بہت بڑھ گئی۔ دونوں طرف سے مقابلہ کے چیلنج دیے گئے اور فتنہ فساد کا خطرہ پیدا ہونے لگا۔ حضرت قبلہ امیر ملتؒ نے ان کے بڑوں کو جمع کیا۔ ان کو ساتھ لے کر ان کے گھروں کے اندر گئے۔ زمین کھدوا کر حرام کے نومولود بچوں کے ڈھانچے دکھائے۔ پھر انھیں جنگل میں لے گئے اور وہاں جا کر جا بجا زمین کھدوائی اور حرام کے نومولود بچوں کے ڈھانچے دکھائے۔ اب تو ان کی آنکھیں کھل گئیں وہ اپنی مخالفت پر شرمندہ ہوئے۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے ان کے دِلوں سے کفر کی تاریکیاں دور کیں اور انھوں نے حضرت قبلہ امیر ملتؒ کے قدموں میں گر کر معافی مانگی اور آئندہ گناہوں سے توبہ کی۔ حضرت کے دست اقدس پر بیعت کی اور عہد کیا کہ آئندہ احکام شریعت پر کاربند رہیں گے۔ ان اضلاع کے دیہات میں اس کے بعد سے نکاح بیوگان نے رواج پایا اور خدا کے فضل و کرم سے ان گھروں میں ایمان کی دولت حاصل ہوئی رہتک اور حصار کے ان راجپوتوں اور جاٹوں کو راہ راست پر لانے کے لیے حضرت قبلہ عالم کا ساتھ دینے میں مولوی عبدالخالق کی کوششیں تھیں اس لیے مولوی عبدالخالق کا ذکر کرنا بھی بہت ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس کار خیر کا زیادہ سے زیادہ اجر عطا کرے آمین۔

بہاولپور میں بیباکی کے ساتھ مسائل شریعت کا بیان

ایک بار حضور قبلہ عالم بہاولپور میں تشریف لے گئے۔ وہاں ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں وزراء عمائدین کے علاوہ خود نواب بہاولپور اور ان کے رشتہ دار بھی شریک تھے۔ حضور قبلہ عالم نے واعظ کے دوران لڑکیوں کو مغربی تعلیم دلوانے کی مذمت کی اور سخت الفاظ میں اس کی خرابیاں بیان کیں۔ بعض لوگوں نے قریب جا کر عرض کی کہ ان اکابرین اور عمائدین کی لڑکیاں کالجوں میں انگریزی تعلیم حاصل کرتی ہیں۔ اس لیے اس موضوع سے گریز فرمائیں تو بہتر ہے۔ آپؒ نے برجستہ و برملا کہا کہ مجھے سچ کہنے دو اور دین کی تبلیغ کرنے سے کون مجھے روک سکتا ہے؟ اگر یہ لوگ سچی بات سننا پسند نہیں

کرتے تو مجھے کیوں بلایا تھا۔ چنانچہ حضرت قبلہ عالم نے اپنا بیان جاری رکھا اور سب کان دبائے حضور قبلہ عالم کا بیان سنتے رہے۔

کڑی والا میں اعلان کلمۃ الحق

اسلام کی حقانیت کا بیان اور تبلیغ حضرت قبلہ عالم کو ہمہ وقت مقصود و ملحوظ تھا۔ اہل سنت والجماعت کے جلسوں میں حضور والا ضرور تشریف لے جاتے تھے اور اعلانیہ کلمۃ الحق کی خاطر ہر وقت مستعد و تیار رہتے تھے۔ ایک دفعہ چورہ شریف کے سجادہ نشین صاحب نے موضع کڑی والا ضلع فیصل آباد میں علمائے اہل حدیث سے مناظرہ طے کیا اور حضرت امیر ملت ؒ کو اطلاع دی۔ آپ ؒ فوراً وہاں پہنچے۔ آپ کے ہمراہ کئی اور علما بھی تھے۔ حضور کی تشریف آوری کا سن کر اہل حدیث والوں نے مناظرہ کرنے سے انکار کر دیا۔ جلسے کا اہتمام ہو چکا تھا اس لیے آپ ؒ نے مفاد عام کی خاطر جلسے میں واعظ کیا اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی صداقت پر تقریر فرمائی اور جن لوگوں نے اس تقریر کی صورت میں جلسہ گاہ سے فیض حاصل کیا وہ دیدنی تھا۔

حضرت قبلہ امیر ملت ؒ کا نیل گڑھی جانا

نیل گڑھی کے بعد معتقدین نے سعی بلیغ کے بعد حضرت قبلہ امیر ملت ؒ کو نیل گڑھی بلایا۔ آپ ؒ وہاں تشریف لے گئے تو تبلیغ دین اور ترویج کا سلسلہ نقشبندیہ کو تقویت ملی۔ اور حضور قبلہ عالم کے اثر سے لوگ کثرت سے داخل سلسلہ ہونے لگے۔ قاضی عبد الغفار اور کالا پیر کو یہ بات سخت ناگوار گزری۔ وہ سمجھتے تھے کہ لوگ پابند شریعت بن گئے اور ان کو شرعی مسائل معلوم ہو گئے تو ان کا بھانڈا پھوٹ جائے گا اور لوگوں کو ان کے ڈھونگ کا پتہ چل جائے گا تو وہ ان سے برگشتہ ہو جائیں گے۔ جن سے ان کی آمدنی میں فرق پڑے گا۔ ان دونوں نے کچھ سر پھرے بیہودہ لوگوں کو ساتھ ملا کر مخالفت تیز کر دی مگر حضرت قبلہ امیر ملت ؒ نے مطلق پرواہ نہ کی اور لوگ بھی داخل سلسلہ ہوتے رہے۔

حضرت قبلہ عالم کی مخالفت

نیل گڑھی سے حضرت قبلہ امیر ملت ؒ میسور تشریف لے گئے۔ ان لوگوں نے اپنی مخالفت نہ

چھوڑی اور بنگلور میں جہاں ان لوگوں کا کافی اثر ورسوخ تھا۔انھوں نے آپ کے خلاف اشتہار چھپوا کر تقسیم کیے اور الزام لگایا کہ قبلہ امیر ملتؒ کوئی پیر صاحب نہیں ہیں۔یہ نہ کسی کے مرید ہیں۔نہ حافظِ قرآن ہے۔نہ عالم دین ہیں اور نہ ہی سید ہیں یہ بس مسمریزم کا علم جانتے ہیں اور حلقہ میں اس کے اثر سے بیہوش کر دیتے ہیں۔کوئی ان کے پاس نہ جائے نہ ان کا بیان سنو اور نہ ان کے پیچھے کوئی نماز پڑھے۔مخالفین کے یہ دونوں سرغنہ علوم شرعی سے بالکل نا آشنا تھے اور ان کے اعمال بھی خلاف شریعت تھے لیکن انھوں نے ڈھونگ رچا رکھا تھا۔جن سے ان کا جتھا بن گیا تھا۔لوگ انھیں اپنا پیر و مرشد سمجھتے تھے۔ان کا حکم بجالاتے تھے۔حضرت امیر ملتؒ نے تبلیغ کی اور شرعی مسائل اپنے واعظ میں بیان فرمائے تو حضرت نے سمجھا اب ہماری خیر نہیں۔اگر عوام دین و شریعت سے واقف ہو گئے تو ہماری بات کون سنے گا؟ غرض ان دونوں جاہل پیروں نے اپنے مریدین کو ورغلا کر حضور قبلہ عالم کی خوب مخالفت کی۔حضور کی ایذا رسانی کے اسباب پیدا کیے۔آپ کے جلسوں میں پتھر برسائے گئے۔یہاں تک کہ وہ لوگ آپ کو مارنے کے درپے ہو گئے۔حضرت قبلہ عالم اس دور افتادہ مقام پر بالکل بے یار و مددگار تھے۔صرف ذات الٰہی پر بھروسہ تھا۔آپ تمام تکلیفیں بخوشی برداشت کرتے اور بارگاہ رب العزت میں دعا فرماتے کہ خدا ان کو ہدایت فرمائے۔آخر حالات سے مجبور ہو کر حضور قبلہ عالم کو شہر سے باہر قیام کرنا پڑا۔

غیبی امداد

عباس خان صاحب بلدیہ میسور کے سربراہ تھے۔انھوں نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک رات میں سو رہا تھا کہ خواب میں مجھ سے کہا گیا کہ تو آرام سے گھر سو رہا ہے اور ایک سید آل رسول ﷺ مسافر بے یار و مددگار کو کچھ بد بخت جاہلوں نے سخت تنگ کر رکھا ہے۔میں اس بات کو خواب و خیال سمجھ کر بھول گیا۔دوبارہ خواب میں کسی نے پھر مجھ سے کہا میں نے اب بھی اس کی پروا نہ کی اور سو گیا۔تیسری دفعہ کسی نے میرے چہرے پر چپت لگائی اور کہا کہ سوتا ہی رہے گا۔ عباس خان کہتا ہے کہ اب میں سخت حیران و پریشان ہوا اور اُٹھ کر بیٹھ گیا۔میری بیوی نے مجھ سے دریافت کیا کہ معاملہ کیا ہے۔آج آپ کو نیند کیوں نہیں آرہی؟ میں نے اُسے خواب والا سارا واقعہ سنایا۔وہ بھی سن کر حیران ہوئی مگر سوچ کر کہا کہ اپنے کوچوان کو بلا کر دریافت کرو۔ممکن ہے اسے کچھ خبر ہو۔میں نے کوچوان کو بلایا اور

پوچھا تو اس نے بیان کیا کہ پنجاب سے ایک بزرگ آئے ہوئے ہیں۔ یہاں لوگوں نے ان کی مخالفت کی اور ان کو ستایا۔ میں فوراً نے دِل میں سوچا ممکن ہے یہ اشارہ اسی طرف ہو۔ میں نے اسی وقت کوچوان کو گاڑی (گھوڑا گاڑی جوتنے) تیار کرنے کا حکم دیا اور کوچوان کی راہنمائی میں سحری کے وقت حضور قبلہ عالم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ آپ نے ایسے ناوقت حاضری کا سبب پوچھا۔ میں نے عرض کی آپ کو گھر لے چلنے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ آپؒ نے فرمایا۔ خان صاحب میں آپ کو خواہ مخواہ تکلیف نہیں دینا چاہتا۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا بسر کروں گا۔ میری وجہ سے آپ کیوں تکلیف برداشت کریں۔ جب میرے بہت اصرار کرنے پر بھی حضور راضی نہ ہوئے تو مجبوراً میں نے خواب کا تمام واقعہ بیان کیا۔ اور کہا کہ میں تو حکماً بھیجا گیا ہوں۔ اگر آپ میرے ساتھ جانا پسند نہ فرمائیں گے تو میں آپ کی خدمت میں حاضر رہوں گا۔ غرض بڑی منت سماجت کے بعد حضرت قبلہ عالم راضی ہوئے تو وہ بصد عزت واحترام حضور کو گھر لائے اور اس خوش نصیبی پر اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر بجالائے۔

مہاراجہ میسور کا حضور کے پیغام حق سے متاثر ہونا

عباس خان کہتے ہیں کہ پھر میں مہاراجہ میسور کے دربار میں گیا اور ان سے حضرت قبلہ عالم کا پنجاب سے وعظ وارشاد کے لیے تشریف لانا، غنڈوں کا آپ کو ستانا، آپ کا شہر سے باہر جانا، خواب میں ان کا تنبیہ کرنا۔ ان کا حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے ہمراہ گھر لانا ساری تفصیلات بیان کیں۔ مہاراجہ نے ڈی سی کو حکم دیا اور مجھے تمام تفصیلات اس کو بتانے کا کہا۔ ڈی سی نے پولیس کپتان کو طلب کر کے سارا واقعہ سنایا غرض اس طرح ریاست کے افسران کی امداد حضرت قبلہ عالم کو حاصل ہوئی۔ شہر پسندوں کو اب کیا ہمت تھی کہ کھلم کھلا مخالفت کر سکتے مہاراجہ نے خود خواہش ظاہر کی کہ وہ بھی حضور کا خطاب سننا چاہتا ہے تو ایک عظیم الشان جلسے کا اہتمام کیا۔ جس میں مسلمانوں کے ساتھ عمائدوا کابر بھی شریک ہوئے۔ اور خود مہاراجہ نے بھی شرکت کی۔ عباس خان صاحب کو قبلہ عالم کی باتوں سے آپ کی حق گوئی اور بے باکی کا اندازہ ہو چکا تھا انھوں نے حضرت قبلہ عالم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی کہ مہاراجہ ہندو ہے۔ اور یہ ریاست ہندوؤں کی ہے۔ اگر آپ ان کے خلاف کوئی بات نہ کی تو اچھا ہے۔ قبلہ عالم نے وعظ فرمایا اور اسلام کی حقانیت ثابت کی اور دلائل سے جملہ مذاہب باطلہ کو غلط ثابت

کیا۔ آپ کے بیاں کا معجزہ نما اثر تھا کہ بعد میں مہاراجہ نے عباس خان صاحب سے کہا کہ آپ کے پیر صاحب یقیناً خدا کے نیک صالح بزرگ بندے ہیں تبھی تو ان میں یہ جرآت ہے کے ہمارے سامنے بے باکی کے ساتھ ہمارے مذہب کے خلاف تقریر کرتے ہیں۔ چنانچہ مہاراجہ نے حکم دیا۔ آپ کا وعظ روز کرایا جائے اور افسران کو ہدایت کی کہ معقول انتظام کیا جائے تا کہ شر پسند کسی قسم کا فساد نہ پھیلا سکیں ایسے نیک انسان اب کہاں ملتے ہیں جو مخالف وموافق کی پروا کیے بغیر حق گوئی کریں اور بندگان خدا کی راہنمائی کے لیے اتنا دور دراز کا سفرا ور راستے کی صوبتیں برداشت کریں مہاراجہ کی موافقت کی وجہ سے اب کس میں جرآت تھی کہ مخالفت کرتا۔ چنانچہ آپ کے وعظ بکثرت ہونے لگے۔ زائریں ہمہ وقت حاضر رہنے لگے۔ آپ کا علم وفضل اور زہد وتقویٰ دور دور مشہور ہونے لگا۔ روزانہ علما، عہدہ دار، تاجر، فوجی اور ملازمت پیشہ ہر طرح کے لوگ حاضر ہونے لگے۔ روزانہ سینکڑوں افراد سلسلہ عالیہ میں داخل ہو کر اپنی عاقبت سنوارتے۔ مردوں کے علاوہ عورتیں بھی سلسلہ عالیہ میں داخل ہو کر پابندی شرع پر عمل کرنے، اپنی آخرت کو بہتر سے بہتر بنانے لگیں۔ ہر روز مغرب وعشاء کے درمیان محلّہ نعل بندواڑی میں صوبیدار سید محمد صاحب کی حویلی میں ذکر کا حلقہ منعقد ہوتا تھا۔ حضور قبلہ عالم بکثرت یاران طریقت سے فرماتے تھے۔ بھائی جو دم غافل سو دم کافر اس لیے ہر وقت اللہ کو دِل سے یاد کیا کرو۔ بنگلور، نیل گڑھی، میسور وغیرہ میں آپ کا قیام گیارہ مہینے تک رہا۔ آپ کا شہرہ سن کر دور دور سے لوگ آتے اور داخل سلسلہ ہو کر فیض پاتے تھے۔ چندپٹن، منڈا، مدھور، کنور، پیڑوڑ، نجن گڈو، گگے، سری، ندی پٹ، بھکیشوان، صالح گرام، گنجام، سرنگا پٹم وغیرہ دور دور سے لوگ کھنچے چلے آتے تھے۔ بیس تیس ہزار خلق خدا اس زمانے میں آپ کے دستِ حق پرست پر تائب ہو کر سلسلہ نقشبندیہ میں داخل ہوئی۔ انھی دِنوں مشہور انجمن ندوۃ العلماء کے اشتہارات بنگلور میں آپ کے پاس پہنچے جن میں آپ کے نام نامی کے ساتھ مولانا مولوی محدث زاہد العارفین قدرۃ السالکین حاجی حافظ کے القاب چھپے ہوئے تھے۔ یہ اشتہار اہلِ بنگلور نے دیکھے تو جانا کہ آپ ندوۃ العلماء کے صدر ہیں تو مخالفین کو اور زیادہ منہ کی کھانا پڑی اور اہلِ میسور پر ان کا اور زیادہ روشن ہو گیا۔

یارانِ پنجاب کا اضطراب

حضرت قبلہ عالم کا قیام اتنا طویل ہو گیا کہ پنجاب اور دوسرے علاقوں کے یارانِ طریقت سخت ملوم تھے۔ ہر جگہ سے حضور کی خدمت کی واپسی کی درخواست کے لیے عریضے ارسال کیے گئے۔ حاجی ماسٹر اکرام الٰہی صاحب بی اے ایل ایل بی خلیفہ مجاز و سیکرٹری انجمن خدام الصوفیہ نے عریضہ تحریر کیا کہ آپ اتنے طویل عرصے سے وہاں تشریف فرما ہیں اور یارانِ طریقت آپ کے دیدار کے لیے تڑپ رہے ہیں تو آپ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ

رشتہ در گردنم افگندہ دوست   می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

میں اپنی مرضی سے کچھ نہیں کرتا بلکہ "نتھ خصم دے ہتھ" پنجابی کا ایک مقولہ ہے جو اس وقت مجھ پر صادر ہوتا ہے۔ میرا دِل بھی یاران طریقت کی محبت سے بھرا ہوا ہے۔ میں اُن کو کبھی نہیں بھول سکتا۔ مگر مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ پر عمل کرتا ہوں۔ جب اِن لوگوں کو حضرت قبلہ عالم کو واپس لانے میں کسی طرح کامیابی نہ ہوئی تو سیالکوٹ کے چند یارانِ طریقت ایک وفد کی صورت میں حضرت قبلہ عالم کی خدمت میں وہاں پہنچ گئے اور خدمت میں حاضر ہو کر آپ کو بڑی منت و سماجت کے بعد واپسی کے لیے راضی کیا۔ جب میسور اور اس کے قرب و جوار کے علاقے کے یارانِ طریقت کو آپ کے واپسی کا پتہ چلا تو وہ بہت مضطرب ہوئے۔ روئے اور گڑ گڑائے کہ حضور ابھی یہاں اور قیام فرمائیں ابھی ہمیں آپؒ کی بہت ضرورت ہیں نہ تو آپ اپنی مرضی سے وہاں گئے تھے اور نہ واپس جائیں گے لیکن میں کیا کر سکتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے واپسی کی اجازت ہو چکی تھی اس لیے اب یہاں سے میری واپسی کا دِن اور وقت مقرر ہو چکا ہے۔

الوداعی جلسہ

جب طے ہو گیا کہ حضور تشریف لے جانے والے ہیں تو وہاں کے مسلمانوں اور یارانِ طریقت نے ایک عظیم الشان الوداعی جلسہ منعقد کرنے کی اجازت چاہی۔ اجازت مل گئی تو بڑے پیمانے پر الوداعی جلسے کا اہتمام کیا جانے لگا۔ بنگلور کے خاص اہلِ ہمت خصوصاً جناب عباس خان صاحب، ممبر

مرچنٹ، سیکریٹری انجمن حکیم عبدالستار صاحب اور قاضی عبدالباسط صاحب وغیرہ نے بڑے اعلیٰ پیمانے پر انتظامات کیے۔ اشتہار عام کے ذریعے سے اُمت المسلمین کو اس جلسے کے انعقاد کی اطلاع دے دی گئی تھی۔ بیرونی مقامات پر نوابان ورؤسائے عظام اور تاجران و سیٹھ صاحبان کو خطوط اور ٹیلی گراموں کے ذریعے سے مطلع کیا گیا تھا۔ چنانچہ 13 اپریل 1908ء اتوار کے دِن پروگرام کے مطابق الوداعی جلسہ بڑی شان و شوکت سے منعقد ہوا۔ مغرب کے وقت سے قبل ہی عظیم الشان اجتماع ہو گیا تھا۔ مغرب کی نماز وہیں میدان میں حضرت مولوی خیر شاہ صاحب امرتسری کی امامت میں ادا کی گئی۔ اس کے بعد دوڈنا جال میں جلسے کا انعقاد ہوا۔ حضرت قبلہ عالم قدس سرۃ العزیز اور آپ کے یارانِ طریقت جو پنجاب اور دوسرے مقامات سے آئے ہوئے تھے۔ سب کو کرسیوں پر امتیازی مقام پر بٹھایا گیا۔ خان بہادر محمد عبدالرحمٰن خان صاحب مجسٹریٹ کا نام صدارت کے لیے پہلے با اتفاق رائے تجویز ہو چکا تھا۔ اس وقت ان کا نام جلسہ کی صدارت کے لیے با قاعدگی سے پیش کیا گیا۔ جس کی ہر طرف سے تائید کی گئی۔ عبدالرحمان خان صاحب کرسی صدارت پر آئے تو آپ نے مختصر تقریر میں صدارت کے لیے منتخب کیے جانے پر عائمۃ المسلمین کا شکریہ ادا کیا اس کے بعد صاحبِ صدر کی اجازت سے جلسے کی کاروائی شروع ہوئی۔

الوداعی جلسے کی کاروائی

اوّل تلاوت قرآن مجید کی گئی کئی قاری صاحبان نے تلاوت فرمائی۔ جن میں مولانا میر حسین محمد صاحب امام مسجد میسور کی قرآت امتیازی وروحانی کیفیت کی تھی۔ اس کے بعد کئی نعت خوانوں نے خوش آوازوں سے نعتیں سنائیں۔ پھر توشیق بنگلوری، غلام محمد بنگلوری، مولوی عبداللہ حسین خلیل صاحب ہیڈ ماسٹر صاحب اسلامیہ لشکر بنگلور نے منتخب طبع زاد غزلیں سنائیں۔ مولوی عبداللہ شریف صاحب، تصدیق مدرس دوم اسکول مذکور نے ایک مدح نہایت دردناک اور پرسوز آواز میں سنائی۔ مولوی عبداللہ خلیل صاحب مذکور الصدر مولوی واحد علی خان صاحب اور مولوی ظفر علی صاحب پسروری نے نظمیں پڑھیں۔ ان کے بعد سیٹھ عیسٰی صاحب میسوری نے ایک قیصدہ فراقیہ اس کے صدر نے نہایت ہی میٹھے انداز میں سب کی نیابت کرتے ہوئے اپنی تقریر فرمائی۔ صدر جلسہ جناب خان بہادر محمد

عبدالرحمان صاحب کی تقریر ایسی پر تاثیر تھی کہ وہ خود بھی بہت متاثر نظر آتے تھے اور سب اہل جلسہ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔آپ کی تقریر کا متن یہ تھا کہ میں بھی آپ سب صاحبان کے ساتھ آج حضرت امیر ملتؒ کو الوداع کہنے یہاں حاضر ہوں۔آپ کی ذات بلاشبہ انبیاء بنی اسرائیل علیہ السلام کا صحیح نمونہ ہے۔حدیث نبوی کا صحیح مصداق ہے۔جب سے میرے پیرومرشد حضرت صاحب قبلہ مدظلہ اس علاقے میں تشریف فرما ہوئے ہیں تو آپ نے ہر طرف اپنے فیض وکرم سے جنت الفردوس کے باغ کھلا دیے ہیں اور ہمیں اور آپ سب کو جنت کے اُن باغوں کی گل چینی اور میوہ خوری کے راستے بھی دکھائے ہیں۔آپ سب نے اپنی شاعرانہ مہارت سے گل ہائے سخن کی ریزہ چینی کی اور آب دار موتی بکھیرے مگر میرے خیال میں یہ مشتے نمونہ از خروارے بھی نہیں کیونکہ جن لوگوں کی تعریف اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کی ہے۔ہم اور آپ ان کی کیا تعریف کر سکتے ہیں اور بلاشبہ حضرت قبلہ عالم بھی انھیں میں سے ہیں ۔آپ سیّد السادات ہیں۔حافظِ قرآن اور حاجی شریفین الحرمین نیک صالح پرہیزگار بزرگ ہیں۔

بِسم اللّٰہ الرَّحمٰن الرَّحیم

کرامات

انبیا کرام علیہ السلام کے معجزے اور اولیاء اللہ کی کرامات برحق ہیں۔قرآن شریف اور احادیث صحیحہ سے یہ ثابت ہے کہ معجزہ نبی علیہ وسلم ﷺ کی نبوت پر اور کرامت ولی اللہ کی ولایت پر ہوتی ہے۔

حقیقتِ کرامت

جہاں عقل انسانی ہونے والی واقعات کو سمجھنے سے عاجز آجاتی ہے۔وہاں سے کرامت کی سرحد شروع ہوتی ہے۔کرامت اللہ تعالیٰ کی قدرت وجلالت کا اظہار ہوتا ہے۔وہ خارق عادت واقعات ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں یعنی ولیوں سے صادر ہوتے ہیں۔ان کا بظاہر کوئی سبب نظر نہیں آتا اور نہ کوئی علت دکھائی دیتی ہے۔یہ عقل کے دائرہ ادراک اور احاطہ شعور میں نہیں

آتے لیکن جب انسان دِل کی آنکھوں سے ظہور ہوتے دیکھتا ہے تو سرِ تسلیم خم کرنے کے سوا اس کے پاس کوئی چارہ ہی نہیں رہتا۔ وہ یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ یہ کرامت اللہ کے ولی سے صادر ہوئی ہے۔

کرامت اولا اولیاء حق

اولیاء اللہ کی کرامات سچ ہوتی ہیں۔ معجزہ و کرامت کے معنی ہیں کہ عقلِ انسان ان کی فہمی سے قاصر ہو اور عادت کسی کام کا اس طرح وقوع پذیر ہونا روا نہ رکھتی ہو۔ یہ خرقِ عادت کہلاتی ہے یعنی خرقِ عادت ہی کا دوسرا نام کرامت ہے۔ کرامت کا واسطہ ذاتِ رب العزت سے ہوتا ہے۔ ولی اللہؒ کا اس میں کوئی دخل نہیں۔ اس لیے کرامت ہمیشہ حق ہوتی ہے وہ لوگ جو معجزات و کرامات کے رد و قبول کا معیار اپنی سوچ، عقل، تجربہ اور مطالعہ کو قرار دیتے ہیں۔ نہ صرف بہت بڑے اعتقادی مغالطے کا شکار ہو جاتے ہیں بلکہ علم کے تکبیر میں بھی مبتلا ہو جاتے ہیں اگر لکڑی آگ کے الاؤ میں نہ جلے تو ذہن انسانی کی عقل کبھی بھی یہ راہنمائی نہ کرے کہ آگ جلانے والی شے کیوں نہ جلائے۔ اس لیے جو بات تجربہ کے خلاف ہو عقل اُسے اللہ کے برگزیدہ نبی سیدنا ابراہیم علیہ السلام بے خطر آتش نمرود میں کود پڑیں اور آگ تسلیم نہیں کرتی گلزار بن جائے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قم باذن اللہ کہیں تو قبر سے مردہ اُٹھ کھڑا ہو۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیض اپنی آنکھوں پر لگائی تو آپؑ کی بینائی واپس آ گئی۔ حضرت صالح علیہ السلام پہاڑی پر اپنی چھڑی مبارک ماریں تو اس کے اندر سے دودھ دیتی اُونٹنی برآمد ہو جائے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کا ایک درباری پلک جھپکنے سے پہلے اور جسم کو غائب کیے بغیر ہزاروں میل کا سفر طے کر کے ملکہ بلقیس کا تخت حاضر کر دے یا پھر سرورِ کائنات سرکارِ دو عالم ﷺ کی انگشت اُٹھے اور چاند دو ٹکڑے ہو جائے۔ ڈوبتے سورج کی سمت دستِ اقدس اُٹھائیں تو غروب ہونے کے بعد واپس لوٹ آئے اور آقائے دو جہاں ﷺ کے جسم اطہر کے لمس سے کھجور کا مرا ہوا درخت پھر سے زندہ (سرسبز) ہو جائے تو عقل اپنے دامنِ شعور کو تار تار نہیں کرے گی تو اور کیا کرے گی۔ ماورائے عقل سرزد ہونے انھی واقعات کو معجزہ و کرامت کہتے ہیں۔ عقل ان معجزات و کرامات کو سمجھنے سے معذور ہے۔ یہاں میں معجزہ و کرامات کی تعریف و ذکر کر رہا ہوں۔

معجزہ کی تعریف

جب کسی نبی اور رسول کو خلعت نبوت و رسالت سے سرفراز کیا جاتا ہے تو کفار و مشرکین دعویٰ نبوت کی صداقت کے طور پر اس سے دلیل طلب کرتے تو اس پر قدرتِ خداوندی سے جو خارق عادت واقعہ اُس نبی یا رسول ﷺ کے دستِ حق پرست سے صادر ہونا معجزہ کہلاتا ہے۔

ارہاص کی تعریف

وہ خلافِ معمول واقعات یا عجائبات جن کا ظہور کسی نبی علیہ السلام یا رسول ﷺ کی ولادت باسعادت پیدائش مبارکہ سے پہلے ہونا ارہاص کہلاتا ہے۔ اُن واقعات کا رونما ہونا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ پیدائش ایک غیر معمولی پیدائش ہے۔ مثلاً حضرت محمد ﷺ کی ولادت پاک سے پہلے دیکھنے والوں نے دیکھا کہ آسمان سے ستارے سائبان کی طرح زمین پر اُتر آئے ہیں اور کعبہ کے بت سجدہ ریز ہو گئے ہیں۔ سیدہ کائنات بی بی آمنہؓ کا ارشاد گرامی ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ کی تشریف آوری کے وقت میں نے سرزمین مکہ سے ہزاروں میل دور واقع شام کے محلات دیکھے اور یہ کہ میں نے اپنے اردگرد خوشبوئیں محسوس کیں۔ کفارِ مشرکین چونکہ اپنی بچیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے۔ اس لیے اس ظلم کے مستقل خاتمے کے لیے علامت کے طور پر جس سال سرور کائنات کی ولادت باسعادت ہوئی۔ اس سال شہر مکہ میں کوئی لڑکی پیدا نہ ہوئی۔ آمد مصطفی ﷺ کے صدقے میں رب کائنات نے سب کو فرزند عطا فرمائے گویا کارکنانِ قضا و قدر سے زبانِ حال سے اعلان کر رہے تھے کہ سرور کائنات کی تشریف آوری کسی عام انسان کی آمد نہیں یہ تمام خارقِ عادت واقعات ارہاص کہلاتے ہیں۔

کرامت کی تعریف

کرامت ان خارقِ عادت افعال کو کہتے ہیں جو مومنین، صالحین اور اولیا کرامؒ کے ہاتھوں سے صادر ہوتے ہیں۔ تاریخ اسلام اولیا کرام اور صوفیاء کی کرامات سے بھری پڑی ہے۔ مثلاً سیدنا سلیمان علیہ السلام کے صحابی حضرت آصف برخیا کا پلک جھپکنے سے پہلے تخت حاضر کر دینا۔ امیر المومنین

حضرت عمر بن خطابؓ کا میدان جنگ کا منبر پر مشاہدہ کرنا اور لشکرِ اسلام کے سپہ سالار کو عسکری ہدایات دینا۔ حضرت غوث الاعظمؒ کا بارہ سال کے بعد ڈوبے ہوئے بیڑے کو دوبارہ سطح پر تیرانا۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے ہاتھ پر لاکھوں ہندوؤں کا اسلام قبول کرنا کرامات جلیلہ میں سے ہے۔

استدراج

یہ وہ خلافِ عادت افعال ہوتے ہیں۔ جو کسی کافر، مشرک، فاجر یا ساحر کے ہاتھ سے صادر ہوں۔ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عدم موجودگی میں سامری نے بچھڑے کا بت بنا کر اس کے منہ سے آواز پیدا کرلی۔ جس کے نتیجے میں بنی اسرائیل نے اس کی پرستش شروع کردی۔ اس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دعویٰ نبوت کو چیلنج کرتے ہوئے فرعون کے درباریوں نے لاٹھیاں زمین پر پھینکیں تو وہ اژدہا سانپ بن گئیں۔ اعمال اس قبیل کے تمام اعمال استدراج ذیل میں آتے ہیں۔

ضرورت کرامت

انسانی ذہن اس طرف متوجہ ہوسکتا ہے۔ کہ اگر اس ولی کا دعویٰ ولایت صحت پر مبنی ہے تو اس ولی یا غوث کو اللہ کی بارگاہ میں یقیناً ایسا قرب حاصل ہوگا جو عام انسان کو میسر ہوسکتا تاریخ شاہد وعادل ہے کہ اللہ کے ولیوں اور رسولوں کی دعوت وتبلیغ سے باطل کے ایمان لرز اٹھتے اور فرسودہ نظام کی دیواروں میں دراڑیں پڑ گئیں ظالمانہ ہندوانہ رسم ورواج اور عقائد باطلہ کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنا پھر باطل کے نشان کو مٹانے کے لیے اللہ نے اور اس کے رسول ﷺ کی خاطر عملاً میدان کا رزار میں سینہ سپر ہونا اور اپنے وقت کی باطلی طاقتوں کو للکارنا اور ان برگزیدہ ہستیوں کے کارِ ولایت میں سرفہرست رہا ہے۔ ذہن انسانی میں اُبھرنے والے ان گنت شکوک وشبہات کا ازالہ کرامت کے ظہور سے ہی ہوتا ہے۔ یہ اللہ اور اس کے ولی کے درمیان ایک روحانی رابطہ اور واسطہ کی علامت ہے۔ اللہ کے ولیوں اور غوثوں سے ماورائے فطرت اور خارقِ عادت امور کا صدور ان کے دعویٰ ولایت کا ثبوت ہی ہے۔ کرامات دراصل قربِ الٰہی کی نشانی اور تائید غیبی کے مظہر ہوتے ہیں۔ اولادِ آدم میں ایسے گروہ اور طبقات بھی ہوتے ہیں جو خود بھی نشہ اقتدار میں مبتلا ہوتے ہیں اور زبان بھی اقتدارِ قوت کی سمجھتے ہیں

ان پر کوئی امیر حق اس وقت تک موثر نہیں ہوتا جب تک ان کے تکبر اور رعونت کو غیبی ٹھوکر سے جگایا نہ جائے اور ان کے شعور کو فطرت کے جلال و جمال کے مظاہروں سے بیدار نہ کیا جائے۔ وہ اس بات کے منتظر رہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ولی کے ہاتھ سے کوئی ایسی کرامت صادر ہو یا عقل کو عاجز کر دینے والے ایسے امر کا ظہور ہو۔ جس کے بعد اس کی ولایت یا حقانیت کو جھٹلانے کا کوئی جواز باقی نہ رہے اور ان کو یقین ہو جائے کہ وہ واقعی اللہ تعالیٰ کے ولی ہیں اور ربِ کائنات نے بغیر اسباب علل کے انھیں عظیم کرامت سے نوازا ہے۔ وہ قادر مطلق یقیناً اپنے ولی کی دستگیری کر رہا ہے۔ اس ولی کو اپنے خالق کی ہر آن تائید غیبی حاصل ہے۔

دعویٰ ولایت اور کرامت کا باہمی تعلق

متکلمین دعویٰ ولایت اور کرامت کے مابین تعلق کی وضاحت بیان کرتے ہوئے یہ مثال بیان کی ہے کہ جب کوئی شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ فلاں بادشاہ نے اسے اپنا نائب مقرر کر کے بھیجا ہے تو اس علاقے کے لوگ قدرتی طور پر یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ مدعی اپنے دعویٰ کی صداقت میں کوئی سند یا علامت پیش کرے انھیں شاہی فرمان دکھائے تا کہ وہ مطمئن ہو کر اسے اپنا حاکم تسلیم کر لیں۔ اس کی حاکمیت کو تسلیم کرنا دراصل بادشاہ کی حاکمیت کے آگے گردن جھکانا ہے۔ جس کا وہ نمائندہ ہوتا ہے۔ کسی ولی یا غوث پر یقین کرنا یا اس کے دستِ حق پرست پر کسی کرامت کو رونما ہوتے دیکھ کر اس کی صداقت پر یقین کرنا دراصل اس قادرِ مطلق کی توحید پر ایمان لانا ہے کہ جس کی قدرت کاملہ سے اس ولی کی یہ کرامت ظاہر ہو رہی ہے یا یوں کہیے کہ مدعی ایک طرف لوگوں کو اپنی سند دکھاتا ہے تو دوسری طرف اپنی کسی خاص علامت کا مشاہدہ بھی کرواتا ہے تا کہ دیکھنے والی آنکھ کو یہ یقین حاصل ہو جائے کہ یہ شاہی نشانی بادشاہ کی توثیق کی مظہر ہے۔ بادشاہ کی مہر حکومت اس شخص کو مل سکتی ہے جس کو بادشاہ اپنی نیابت کے اعزاز سے سرفراز کرے کرامت اس عظیم ہستی کے ہاتھوں سے ظاہر ہوتی ہے جسے منصب ولایت پر فائز کیا گیا ہو۔ کرامت کا صدور اللہ کے ولی ہی سے ممکن ہے۔ کرامت کسی غیر ولی سے صادر نہیں ہوتی۔ کرامت حکم الٰہی سے ہوتی ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی قدرت کاملہ کا آئینہ دار ہوتی ہے اور اس کا ظہور اسی پروردگار کے اِذن سے اولیاء وصوفیا سے صادر ہوتا ہے۔ ان سے کرامت کا مطالبہ یا تو تلاش حق کے

لیے ہوتا ہے کہ کرامت کو دیکھ کر دولتِ ایمان نصیب ہو یا پھر مطالبہ محض تعصب، حسد اور بغض کی بنا پر ہوتا ہے۔ تاکہ منحرفین اور منکرین بزعم خویش کرامت کی عدم دستیابی کی صورت میں اللہ کے برگزیدہ بندے کو جھٹلا سکیں۔ یہی وجہ ہے کہ ولی کی کرامت دیکھ کر بھی وہ ایمان کی روشنی سے محروم رہتے ہیں۔ ان کے تعصب، حسد اور بغض میں انکار کا مزید اضافہ ہو جاتا ہے اور ان کے دِلوں پر قُفل پڑ جاتے ہیں جبکہ نیک دِل انسان کرامات دیکھ کر پکار اُٹھتے ہیں۔

اٰمَنَّا بِرَبِّ ھٰرُونَ وَمُوسٰی۔ (طٰہٰ ۲۰،۷۰)

ترجمہ: ہم ہارون اور موسیٰ کے رب پر ایمان لے آئے

اِس کے برعکس بد بخت اور دولتِ ایمان وایقان سے محروم رو جین عناد و دشمنی کی تاریکی میں ڈوب کر کہتی ہیں۔

اِن ھٰذَا اِلَّا سِحۡرٌ مُّبِین۔

ترجمہ: یہ صریح جادو کے سوا کچھ نہیں۔

عقل والے سوچتے رہ جاتے ہیں اور عشق والے اوجِ ثریا پا لیتے ہیں اور بام فلک کو چھو لیتے ہیں۔

عقل والوں کے حصے میں کیا ذوقِ جنوں
عشق والے ہیں جو ہر چیز لٹا دیتے ہیں

اقرار ولایت بذاتِ خود ایک بہت بڑا اعزاز ہے۔ اس اقرار کے سامنے سب اقرار ہیچ ہیں کیونکہ اس اقرار کی بدولت دین بھی ملتا ہے اور دُنیا بھی اور توحید کی دولت بھی مقدر بنتی ہے۔ ولایت کی ثروت بھی نصیب ہوتی ہے۔

کرامت اور عالم اسباب

لفظ کرامت کی ماہیت ضرورت واہمیت اور حقیقت کا جائزہ لینے کے بعد سوال پیدا ہوتا ہے کہ عالم اسباب کے حوالے سے انسانی زندگی کا کائناتی مطالعہ کرنے والے اربابِ علم و دانش کے نزدیک ظہورِ کرامت کی کیا حیثیت ہے اور زندگی کے ارتقائی سفر میں کرامت اعتقادی حوالوں کو کس

طرح قوت ایمانی سے ہمکنار کرتی ہے۔ یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ کرامت عالم اسباب کے تابع نہیں ہوتی اور نہ یہ اسباب علل کے بندھے ٹکے نظام کے تحت واقع ہوتی ہے بلکہ کرامت کا صدور ان اسباب وعلل اور معمول کے نظام کے برعکس ہوتا ہے۔ گویا کرامت کا وقوع پذیر ہونا اسباب وعلل کا مرہون منت ہوتا ہے اور نہ یہ معمول کے نظام کے مطابق اولیاء کرام کے دستِ حق پرست سے ظہور میں آتا ہے۔ اسباب وعلل کا نظام کوئی اٹل اور نا قابلِ منسوخ ضابطہ نہیں ہے یہ تو باری تعالیٰ کی عادت جاریہ کا مظہر ہے۔ ان اسباب وعلل کی حقیقت فقط اتنی ہے کہ یہ اللہ رب العزت کے ارادے اور معشیت کے مختلف مظاہر ہیں اور اس کی قدرت کاملہ کے شواہد ہیں۔ خالقِ کائنات نظام ہستی کو ایک خاص طریقے سے چلا رہا ہے۔ کائنات کا ذرہ ذرہ اس کے حکم کا پابند ہے اور وہ خود کسی حوالے سے بھی کسی امر کا پابند نہیں کیونکہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ ہر چیز کا خالق ہے۔ ہر چیز کا مالک ہے۔ وہ رب العالمین ہے مولیٰ روم نے اس حقیقت کی طرف یوں اشارہ کیا ہے۔

بیشتر احوال برسیت رود

گاہ قدرت خارق سنت شود

دُنیا کے زیادہ تر واقعات انھی عادات جاریہ کے مطابق ہوتے ہیں لیکن کبھی کبھی قدرت الٰہیہ اس قانون کو توڑ کر اپنی حاکمیت کا کماحقہ اظہار بھی کرتی ہے۔ اسباب وعلل کا سائنسی حوالوں سے مطالعہ کرنے والے ارباب، دانش وتحقیق جانتے ہیں کہ نظامِ ہستی ایک ضابطے اور اصول کے تحت چل رہا ہے لیکن بعض اوقات قدرت ان ضابطوں اور اصولوں کے برخلاف اپنی مخلوقات کے لیے زندگی کے راستوں کو آسان بھی بناتی ہے۔ ایسے میں ہم یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ آخر وہ کون ہے جس کے اشارے پر عناصرِ فطرت اپنے فطری خواص کے برعکس کام کرتے نظر آتے ہیں۔ مثلاً سائنس کا ایک مسلمہ اصول ہے کہ حرارت سے چیزیں پھیلتی ہیں اور سردی سے سکڑتی ہیں لیکن سمندروں کے پانی کا درجہ حرارت جب نقطہ انجماد کی طرف آتا ہے تو برف بن کر سکڑنے کی بجائے پھیل جاتا ہے۔ اگر پانی عام معمولات کے مطابق یہاں بھی برف بنتے ہوئے سکڑ جائے تو سطح سمندر پر تیرنے والی برف کثیف ہو کر تہہ میں جا بیٹھے اور سمندری مخلوقات نیچے دب کر آناً فاناً موت کی وادی میں چلی جائیں۔ قادرِ مطلق کو

چونکہ اپنی ان مخلوقات کی حیاتِ مقصود ہے۔اس لیے یہاں فطرت کے عام اصولوں سے اختلاف کی راہ اختیار کی گئی اور پانی کو حکم دیا گیا کہ وہ ٹمپریچر کی کمی کی صورت میں ۴ ڈگری سنٹی گریڈ تک سکڑتا ہے مگر جونہی اس کے مالیکیولز کا درجہ حرارت ۴ ڈگری سینٹی گریڈ سے مزید گرتے ہوئے نقطہ انجماد کی طرف بڑھنے لگے زیادہ یخ مالیکیولز آس پاس کے دیگر کم سرد مالیکیولز کی نسبت پھیلنا شروع کر دیں۔ان کی کثافت کم ہو جائے اور وہ نسبتاً ہلکے ہو کر سطح آب کی طرف تیر آئیں اور اس طرح برف بننے کا عمل سطح سمندر کی تہہ کی طرف سے شروع ہو۔تا کہ سمندروں کی منجمند سطح کے نیچے آبی مخلوقات اس خدائے وحدہ لاشریک کی حکمت سے زندہ رہے۔اسباب وعلل کی گرد میں پھنس جائے اور خارق العادت کو قبول کرنے والوں کو یہ بات ذہن نشین کرنی چاہیے کہ ان اسباب وعلل کی ایک علت العلل اور مسبب الاسباب ہستی بھی ہے جس کے سامنے ان اسباب وعلل کی کوئی حیثیت نہیں۔جب اس قادر مطلق ہستی کا ارادہ معشیت کن فیکون کے ذریعے سے غالب آتا ہے تو پھر اسباب وعلل کے متوازی ایک الگ نظام وجود میں آتا ہے۔اسے برہان کا نام دیا جائے۔معجزات کا یا کرامات کا لیکن یہ بات طے شدہ ہے کہ اس خالقِ کائنات کی یہ شان تخلیق ہر لحہ فروغ پذیر ہے اور کسی کی مجال نہیں کہ وہ خدائے جبار قہار کے ارادہ معشیت کے بارے میں کوئی غلط تصور بھی ذہین میں لا سکے۔

کرامت قوانین فطرت کے فرق کا نام

درج بالا بحث سے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ کرامت کا موازنہ اسباب وعلل سے کرنا اور عادتِ جاریہ کی کسوٹی پر اسے پرکھنا کسی بھی اعتبار سے قرین قیاس نہیں اسے یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ اسباب وعلل اس نظامِ کائنات میں جاری وساری اعمال اور ان کے نتائج سے عبارت ہیں جبکہ کرامت اس نظام کائنات کا ایک خصوصی امر ہے جو اللہ کے ولی کے دستِ حق پرست پر اذن الٰہی سے ظہور میں آیا ہے۔ذہن میں یہ سوال آسکتا ہے کہ اسباب وعلل کیا ہیں اور نظام حیات میں ان کا مقام اور اہمیت کیا ہے؟ یہ دراصل ہمارے مشاہدات و تجربات ہیں۔مثلاً ہم ایک چیز کو اپنے کسی خاص عمل سے متعدد بار گزرتے دیکھتے ہیں پھر یہ یقین کر لیتے ہیں کہ تمام چیزیں ایسے ہی وقوع پذیر ہوتی ہیں یعنی ایک ضابطے اور اصول کے تحت چونکہ وہ عمل بار بار ہمارے سامنے آتا ہے۔اس لیے وہ ہمارے شعور میں پختہ ہو جاتا

ہے۔ہمیں ایک قطرہ آب سے خون، خون سے گوشت پھر اس کی رگیں، پٹھے، ہڈیاں اور دل و دماغ، جگر اور گردوں کے پیدا ہوتے پھر اس میں روح کی آمد بعد ازاں ایک مدت معیاد کے بعد ایک بچے کی صورت میں پیدا ہونے پر کوئی تعجب نہیں ہوتا ہے۔ حتیٰکہ وہ بچہ اپنے بچپن اور لڑکپن کے مراحل سے گزر کر عالم شباب میں داخل ہوتا ہے۔ جوانی کی منزلیں طے کر کے بڑھاپے کی دہلیز سے گزر کر لحد کی تاریکی میں فنا ہو جاتا ہے لیکن ذہن انسانی میں اس کا ذرا بھی تعجب نہیں ہوتا کیونکہ یہ عمل معمول کا ہے ہم بار بار اس عمل کا مشاہدہ کرتے اس طرح ایک چھوٹا سا جامد دانہ ایک تناور درخت کی صورت میں نمودار ہوتا ہے۔ اس پر پھول آتے ہیں۔ پھل آتا ہے۔ شاخوں پر شاداب ساعتیں بسیرا کرتی ہیں۔ پھر وہ درخت سوکھ جاتا ہے۔ پتے جھڑ جاتے ہیں اور وہ ایندھن بن کر رزق زمین بن جاتا ہے لیکن ہم اس پر اظہار تعجب نہیں کرتے۔ اس لیے کہ ہم اس عمل کو متعدد بار دیکھتے ہیں اور یہ عمل ہمارے شعور کا حصہ بن جاتا ہے۔ اس کے برعکس اگر یہ بے جان لکڑی سانپ کی شکل اختیار کرے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن باپ کے پیدا ہوں۔ رات کے انتہائی قلیل عرصے میں حضور رحمت عالم ﷺ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک اور سدرۃ المنتہیٰ اور لامکاں سے ہو کر واپس آ جائیں تو ایسی صورت میں عقل انسانی کو ان واقعات کی صداقت پر ایمان لانے میں تامل ہوگا اور وہ اس سوچ میں پڑ جائے گی کہ ایسا کس طرح ممکن ہے کیونکہ اس سے پہلے ایسے واقعات مشاہدے میں کبھی نہیں آئے۔ زندگی کا یہ ایک عمومی دستور ہے کہ ایک چیز ہم بار بار دیکھتے ہیں۔ قصر ایقان میں سما جاتی ہے ادراک و شعور اس عمل کی تصدیق و توثیق کرتے ہیں لیکن جس چیز یا عمل کے بارے میں نہ سنا ہو اور نہ اسے روزمرہ کی زندگی میں دیکھا ہو تو جب وہ چیز یا عمل ہمارے مشاہدے میں آتا ہے تو قدرتی طور پر اس عمل کو دیکھ کر ہم تصویر حیرت بن جاتے ہیں اور تذبذب کے عالم میں اس عمل سے انکار کر دیتے ہیں حالانکہ قصور ہمارے مشاہدے اور تجربے کا ہوتا ہے اگر ایک چیز ہمارے مشاہدے اور تجربے میں نہیں آتی تو اُس سے اس چیز کا وقوع یا عدم وقوع کیسے لازم آ سکتا ہے؟ کرامت کی حقیقت بھی یہی ہے کہ اُس کی توجیہ یا تحلیل عام تجربات کی دسترس اور گرفت سے باہر ہوتی ہے۔ انسانی عقل اس کا احاطہ نہیں کر سکتی اس لمحہ استعجاب کو ادراک و شعور اپنی گرفت میں لینے میں ناکام رہتے ہیں۔ اس لیے کہ کرامت قوانین فطرت کے فرق کا نام ہے۔ انسانی زندگی کے روزمرہ کے مشاہدات کی بنیاد قوانین فطرت پر ہوتی ہے جبکہ کرامت قوانین فطرت کے تابع

نہیں ہوتی بلکہ ان کے برعکس اور خلاف ہوتی ہے۔قوانین فطرت کے مطابق ایک آدمی مر جائے تو دوبارہ زندہ نہیں ہوتا اور اگر دوبارہ زندہ ہو جائے تو یہ قوانین فطرت کے برعکس ہوگا۔قوانین فطرت کے برعکس ہونا ہی کرامت ہے اس کا وقوع پذیر قلیل اور صدور اولیاء کرام سے ہوتا ہے۔عقل انسانی جسے تماثیل اور تائید مسلسل کے ذریعے سے کسی واقعہ عمل یا چیز کے وجود کا یقین آتا ہے اور مسلسل ایک جیسے عمل سے ایک جیسا نتیجہ پیدا ہونے کے بعد اسے قوانین فطرت میں داخل کرتی ہے۔کرامت کے معاملہ میں وہ ایسا کرنے سے قاصر رہتی ہے یہ قوانینِ فطرت کے اٹل اور قطعی ہونے کے نظریے کو اب جدید سائنس بھی رد کر چکی ہے۔اس لیے فکری اور نظری مباحث میں اُلجھے بغیر ہمیں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ قوانینِ فطرت کی اصلیت قانون عادت کی ہے جسے ہم مذہبی نقطہ نظر سے فطرت اللہ کہتے ہیں۔

کرامت کا صدور اذن الٰہی سے ہوتا ہے

جب کرامت قدرت الٰہیہ کی آئینہ دار ہے اور یقیناً ہے تو کرامت کا صدور بھی اذن الٰہی سے ہوتا ہے۔یہی نہیں کہ اللہ کا نبی یا ولی جب چاہے اور جیسے چاہے اس کے ہاتھ پر معجزات و کرامات کا صدور ہوتا ہے کیونکہ معجزہ و کرامت کا سبب و علت براہ راست اللہ تعالیٰ کی معشیت و ارادہ سے ہے۔یہ ارادہ اور معشیت کبھی عادت جاریہ اور اسباب علل کے پردہ میں ظاہر ہوتا ہے اور کبھی معشیت الٰہی اسباب علل کی بجائے کھلی نشانی کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔پہلی صورت کی مثال طوفانِ نوح ہے۔قوم ہود کے لیے آتش فشاں پھٹ پڑا اور تباہ کن زلزلے نے انھیں آن گھیرا۔حضرت ایوب علیہ السلام چشمے کے پانی سے صحت یاب ہو گئے۔قوم صالح کے لیے آندھی آئی۔مکہ میں خوفناک قحط پڑا۔غزوہ خندق کے موقعے پر زبردست آندھی چلی یہ تمام واقعات ظاہری اسباب و علل کے خلاف نہیں بلکہ ارادہ معشیت الٰہی سے ان چیزوں کا ظہور ہوتا ہے تاکہ اللہ کے بندے علامتِ حق سے آشنا ہوں اور ان کے ایمان میں پختگی آئے۔دوسری صورت کی مثال مردوں کا جی اُٹھنا، چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا، عصا کا اژدہا بن جانا، انگشتِ پیغمبر سے پانی کے چشمے کا جاری ہو جانا۔ان خلاف معمول واقعات کی توجیہ اسباب و علل سے ممکن نہیں اور نہ عادت جاریہ کے مطابق تفہیم ہو سکتی ہے۔اس لیے کہ ان علت نمائی اللہ رب العزت کے ارادہ ع معشیت کے سوا کوئی اور چیز نہیں تاریخ انبیاء و اولیاء کے اوراق اُلٹیں تو ہمیں

معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کرام نے اپنے معجزات وکرامات کے حوالے سے یہی بتایا ہے کہ ان کے ہاتھ سے جن خلاف معمول واقعات کا صدور ہو رہا ہے۔ وہ صرف اور صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کی مشیت و اذن سے ہی ہوتا ہے۔ معجزہ وکرامت کی حقیقی علت اور سبب بھی یہی ہے اور یہی حقیقت معجزہ وکرامت ہے۔ چنانچہ معجزہ وکرامت کے ظہور کا انکار اللہ رب العزت کی قدرتِ کاملہ کا انکار ٹھہرے گا اور ایمان کا نور شرک اندھیروں اور منحرف چہروں کے جنگل میں ہو جائے گا۔

اثبات کرامت اور عقل ناقص کا کردار

ابتدائے آفرینش سے آج تک تاریخ ارتقائے انسانی اس امر پر شاہد و عادل ہے کہ اس کرہ ارضی پر بسنے والی اولاد آدم نے مادی وروحانی دونوں دُنیاوں میں تحقیق و جستجو اور علم و عمل کے چراغوں کی روشنی میں حرفِ حق کی تلاش کا سفر جاری رکھا ہے اور ہر عہد کی اپنی ایک سچائی ہوتی ہے۔ ذہن انسانی ہر واقع ونظریہ کو اس سچائی کی کسوٹی پر پرکھتا ہے کہ ہر قلب ونظر میں تیقن کے چراغ جلا کر اطمینان وسکون، امن واسودگی اور عافیت کے جوہر سے اپنے دامن آرزو کو سجاتا ہے۔ فاران کی چوٹیوں پر جب ہر عہد کی دانش کا آفتاب لازوال طلوع ہوا تو دُنیا جہالت وگمراہی کی دہلیز کی تہہ میں لپٹی ہوئی تھی۔ شعور وعقل کی ہر کرن غبار تشکیک کے سمندر کا رزق بن چکی تھی۔ اگر کہیں تفکر کے چراغ روشن بھی تھے تو وہ بھی فلسفیانہ موشگافیوں اور عقل عیار کی من مانی میں کچھ اس طرح پھنسے ہوئے تھے کہ زندگی کے ہر آئینہ خانے کا ہر عکس اپنی شناخت سے محروم ہو چکا ہو اور ہر طرف سے مقصد بے چہرہ لوگ ہجوم در ہجوم جنگل کی تاریکی میں بھٹکتے رہتے۔ ظہور اسلام کے وقت دنیا سائنسی علوم سے یکسر نابلد تھی۔ یونانی فلسفہ عقل کا معیار متصور ہوتا تھا۔ تفسیر حیات انسانی فلسفے کو نوح پر رقم تھی اور جملہ حقائق و واقعات کو دیکھنے کا رواج تھا۔ آج بھی ہمارے کچھ بھائی انھی باتوں میں اٹکے ہوئے ہیں۔ اس لیے میں نے اوائل دورِ اسلام میں یونانی فلسفے سے متاثر سیرت نگار، حضور ختم المرتبت تاجدار مدینہ ﷺ کے معجزات فلسفے کی روشنی میں حق ثابت ہوتے نظر آتے ہیں اور میں نے معجزات کی روشنی میں کرامت کی حقیقت کو لکھا ہے کہ اصل میں کرامت کی حقیقت کیا ہے چونکہ آج کی نئی نسل ہر بات سائنس کی روشنی میں کرنے کی عادی ہے لہذا میں نے کرامت کو سائنس کی روشنی میں پرکھا۔ آج کا دور سائنسی دور ہے جس میں سائنٹیفک اپروچ پر تحقیق کا

بنیادی وصف قرار پائی ہے۔آج کا کم پڑھ لکھا سادہ انسان سائنسی علوم سے اس قدر واقفیت نہیں رکھتا لیکن وہ کم ازکم سائنسی طریقہ کار سے آگاہ ضرور ہے۔ اس کے اطمینانِ قلب کے لیے بھی سائنس کو کسوٹی بنا کر حقائق کو پرکھنے کا عمل جاری رکھنا ضروری ہے۔جدید ذہن انسانی محض سنی سنائی بات پر ایمان نہیں رکھتا۔ہمارے دور کے بچے بھی جگنو کی روشنی کو دن کے اُجالے میں پرکھنے کی ضد کرتے ہیں۔شعور وادراک کی یہ منزل صحت مندی کے ایوان کا بنیادی پتھر ہے اس لیے ہم سائنس کی روشنی سے کرامت کی وضاحت کرنے لگے ہیں۔

ہر دور کے بنیادی تقاضوں کا فرق ہوتا ہے

عہد جدید کا ایک عام آدمی بھی جانتا ہے کہ سائنسی بنیادوں پر کام کرنے سے نتائج کس طرح درست ثابت ہوتے ہیں۔چنانچہ عصر حاضر کے انسان سے مخاطب ہوتے ہوئے اور اُسے اسلامی تعلیم و عقائد سے روشناس کرانے کے لیے کہ وہ ان تعلیم وعقائد کو اپنی روز وشب کا عنوان بنالے جدید علم کلام کی ضرورت ہے موجودہ دور صغریٰ اور کبریٰ کے مابین واقع حدِاوسط کو گرا کر نتیجے تک پہنچنے کا دور نہیں بلکہ اس دور میں تجربہ ومشاہدہ،مفروضہ اور پھر بارہا تجربات سے حاصل شدہ نتائج کے ذریعے سے نظریے تک پہنچنے کے اسلوب کے طور پر تسلیم کیا جاتا ہے کہ ہر عہد کے بنیادی تقاضے مختلف ہوتے ہیں۔سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان مبارک ہے (اپنے بچوں کو وہ تعلیم نہ دو جو تمھارے والدین نے تمھیں دی تھی کیونکہ ان کا زمانہ تمھارے زمانے سے مختلف ہے) یہ انتہائی ترقی پسندانہ رویہ اجتماعی سطح پر وہی قومیں اپنا سکتی ہیں جو ستاروں پر کمندیں ڈالنے کے ہنر سے بہرہ ور ہوں اور جو آسمان کے کناروں سے نکل کر تسخیر کائنات کے سفر کو اپنا شعار بنائیں۔قرونِ وسطیٰ میں یونانی فلسفے کی اسلامی عقائد پر یلغار کے جواب میں اس کے دور کے علماء کرام اور آئمہ عظام نے علمِ کلام کو فروغ دیا اور اس کے ذریعے سے ثابت کیا کہ اسلام ہی وہ سچا دین ہے جو ہر شعبۂ زندگی میں انقلاب آفریں تبدیلیوں کا متمنی ہے۔آج کے زوال پذیر دور میں اگر ہم عظمتِ رفتہ کی بازیابی کے آرزومند ہیں اور چاہتے ہیں کہ ہم بھٹکے ہوؤں کو سیدھے راستے پر لائیں اور لوگ ، اولیاء کرام کو جانیں اور ان کی عظمتوں کو پہنچانیں تو ہمیں تبلیغ دین اور فروغ اسلام کا سارا کام ازسرنو سائنسی بنیادوں پر مرتب کرتے ہوئے ذہن جدید کو یہ باور کرانا ہوگا کہ

بطورِ نظام حیات سنت مصطفےٰ ﷺ کے نفاذ کے جتنے امکانات آج روشن ہیں۔اس پہلے کبھی نہ تھے۔ ہمیں سائنسی بنیادوں پر اسلام کی حقانیت کا پرچم بلند کرنا ہوگا۔مشرکین کے بے تکے الزامات کا منہ بند کرنے کے لیے فقط جذباتی سطح پر ہی نہیں بلکہ عقلی وفکری سطح پر کام کرنے کی ضرورت ہے۔ہمیں اپنا پس منظر اور پیش منظر تحریر کرنے کے لیے جدید علم وکلام کو اپنانا ہوگا تا کہ ہم سائنسی انداز فکر رکھنے والے آج کے جدید معاشرے کے ناآسودہ ذہنوں کو آسودہ لمحوں کی بشارت کا کارنامہ سرانجام دیتے ہوئے انھیں نظری اور فکری حوالوں سے یہ بتاسکیں کہ اولیاء کرام صحیح معنوں میں نبی اکرم ﷺ کی سنتوں کو اپنا کر وہ خودتو روشن ہوئے ہی ساتھ دوسروں کو بھی نورِ ایمانی سے روشن کر دیا۔سکون سے محروم انسان کو اگر امن، عافیت اور آسودگی کی تلاش ہے تو اسے اولیاء کرام سے روحانی رابطہ بنانا ہوگا اور اس رابطے سے پھوٹنے والی روشنی کی ہر کرن کراماتی تاثیر لیے ہوئے ہے۔جو انسان کے ظاہر و باطن دونوں کو لذت آشنائی سے آگاہ کرتی ہے۔

معجزہ وکرامت چونکہ ازلی صداقت کا نام ہے۔یہاں اس امر کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ فلسفہ وسائنس معجزہ وکرامت کی حقیقت کو حیطہء شعور میں لانے کے لیے ممد ومعاون تو ثابت ہوسکتے ہیں اور ایمان کی پختگی کا باعث بھی بن سکتے ہیں لیکن انھیں معجزات وکرامات کی تفہیم کی اساس یا کلید قرار نہیں دیا جاسکتا اس لیے کہ معجزات وکرامات جورب کائنات کی قدرت کا مظہر ہوتے ہیں کسی فلسفیانہ اور سائنسی توجیہہ کے محتاج نہیں ہوتے معجزہ وکرامت ازلی صداقت کا نام ہے۔یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہیے کہ معجزہ وکرامت وہ حقیقت ہے جو عقل انسانی کی تمام تر پرواز سے بالاتر ہے۔معجزہ وکرامت خلاف معمول اور خارق عادت افعال میں سے ہے۔اس لیے کہ یہاں عقل مجبور ہوکر رہ جاتی ہے۔ تاجدارِ مدینہ حضور رحمت العالمین ﷺ کی ذات صفات تو سراپا معجزہ ہے ہی لیکن آپ کے غلاموں کی بے شمار و بے حساب کرامات ہیں۔جنھیں ساری دُنیا کے کاتبین چاہ کر بھی احاطہ تحریر میں نہیں لاسکتے۔ جس طرح آقائے نامدار ﷺ رسولوں کے جلو میں ممیز وممتاز حیثیت کے مالک ہیں اور منصب اولیٰ پر جلوہ افروز ہیں بالکل اسی طرح آپ کے غلام یعنی صحابہ کرام اور اولیاء کرام دوسری اُمتوں کے صحابہ اور اولیاء پر حاوی ہیں۔جس طرح انبیاء کرام کا گروہ پاک لوگوں کا کوئی فرد نبوت کے خصاص وکمالات میں اور عزمتِ معجزات میں دُرِ یتیم حضرت آمنہؓ کے لال کا ہمسر نہیں اسی طرح آپ ﷺ کے صحابہ کرامؓ

اور غلاموں اولیاء کرامؒ میں دوسری اُمتوں کے اولیاء کرامؒ اُن کمالات وکرامات میں ہم سر نہیں۔

انسانی عقل کا عجز

عقلِ کو کسی مسئلہ کی تفہیم کے لیے ایک خاص طریقہ کار میں سے گزرنا ہوتا ہے اور خاص اسلوب اپنانا ہوتا ہے۔ مثلاً جب تک کوئی چیز آنکھوں سے دکھائی نہ دے عقل اس کے عدم اور وجود میں امتیاز نہیں کر سکتی۔ زبان جب تک کسی چیز کو چکھ نہ لے عقل اس کے ذائقے کی نوعیت کو پہنچاننے سے معذور ہوتی ہے۔ ہاتھ جب تک کسی چیز کو چھو نہ لے عقل اس کی سختی یا نرمی کا تعین کرنے سے قاصر رہتی ہے۔ انسان کو اپنی عقل پر بڑا ناز ہے۔ بھولا بھٹکا انسان یہ سمجھ بیٹھا ہے کہ جو چیز عقل کے حیطہ ادراک میں نہ آسکے۔ وہ حقیقت ہی نہیں ذہن انسانی آج بھی تشکیک کی تاریکیوں میں گم ہے۔ یہ دورِ تشکیک نیا نہیں بلکہ آج سے تین ہزار سال پہلے بھی اس کرہ ارض پر ایسے ہی ایک دور کا غلبہ ہوا تھا۔ جو آج تاریخ کا متمدن دور کہلاتا ہے۔ مادی حوالے سے انسان ترقی کی کئی منازل طے کر چکا تھا۔ جمہوری شعورِ انسانی سوچوں کا مرکز ومحور بنا ہوا تھا۔ یونان کی فضائیں علم وہنر کی روشنی سے معمور تھیں لیکن فکری وروحانی طور پر بانجھ ساعتوں کا قافلہ بھی زمین پر اُتر آیا تھا۔ فلسفہ یونان نے اپنی سوچ اور فہم وادراک کی تاریخ کا آغاز بھی اسی نقطے سے کیا تھا کہ جس بات کا ادراک عقل کرے وہ حقیقت، باقی سب افسانہ فلسفہ کی تاریخ میں اس دور کو "دورِ اوّلیت" کہا جاتا ہے۔

یونانی فلاسفرز کے نزدیک کسی بھی چیز کی حقیقت کو جاننے کا ذریعہ محض عقل ہی ہے لیکن اس کے ساتھ وہ اس حقیقت سے بھی انکار نہ کر سکے کہ ہزاروں حقیقتیں ایسی بھی ہیں کہ جن کو عقل انسانی بھی سمجھنے سے قاصر ہے۔ اس لیے کہ عقل انسانی کا انحصار حواسہ خمسہ پر ہے۔ گویا عقل کی بنیاد پر اٹھائے گئے افکار ونظریات کی خود ہی نفی کر دی گئی کہ کچھ چیزیں ماورائے عقل بھی ہوتی ہیں۔ بہر حال یہ دور بنیادی دور کے طور پر "حسّیت کا دور" تھا کیونکہ علم کا ماخذ ومنبع حواسِ خمسہ کو قرار دیا گیا تھا اور اس بنا پر انھیں اپنے نقطہ نظر کے کھوکھلے پن کا احساس ہو گیا۔ طویل مدت کے بعد ہی سہی۔ بہر کیف اس نقطہ نظر سے انحراف کی راہ اپنانے کو سوا کوئی چارہ ہی نہ تھا پھر اس کے بعد دورِ تشکیک کا آغاز ہوا۔

فلسفہ کی تاریخ کا بیان ہمارا مقصود نہیں بلکہ بتانا یہ مقصود ہے کہ جس طرح آج کا انسان عقل کو فیصلہ کن سمجھتا ہے آج سے تین ہزار سال پہلے کا انسان بھی عقل ہی کو فیصلہ کن گردانتا تھا۔ چنانچہ تاریخ کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے کہ آج کے انسان کا نقطہ نظر بھی حتمی نہیں کہ عقل جس حقیقت کا انکار کر دے وہ حقیقت ہی نہیں۔ انبیاء کرام علیہ السلام کے معجزات اور اولیاء کرام کی کرامات کے پیمانے اور شعور کی کسوٹی پر پرکھنا اور کہتے پھرنا چاند کسی ہستی کی انگلی کے اشارے پر کیسے دولخت ہو سکتا ہے۔ کسی کی مرضی پر سورج کیسے اُلٹی گردش کر سکتا ہے اور یہ کیسے ممکن ہے کہ کنکریوں میں جان پڑ جائے اور وہ بلند آواز کلمہ حق پڑھنا شروع کر دیں۔ یہ کہاں کی دانائی ہے اور حضرت امام ابوحنیفہؒ کو بہتے پانی میں لوگوں کے گناہ نظر آ جائیں۔ حضرت داتا گنج شکر علی ہجویری کی کھڑاؤں اُوپر جا کر کسی شخص کے سر میں پڑنے لگیں۔ یہ عقل تسلیم نہیں کرتی۔ گھر میں بیٹھے حضرت امیر ملتؒ جنگل میں بے یارو مددگار کو کھانا پہنچا دیں۔ حضرت غوث پاکؒ ایک ہی وقت ستر گھروں میں روزہ افطار کریں۔ عقل اس چیز کو تسلیم ہی نہیں کرتی۔ اصل میں یہی کرامت ہے اور کرامت کی حقیقت بھی یہی ہے آگے ہم مزید سائنس میں داخل ہو کرامت کو پرکھیں گے۔

جدید سائنس کے اعتراضات

اس کائناتِ رنگ و بو میں اور ماورائے عقل میں بھی بہت سے حقائق ہیں۔ عقل کو خود اپنے اس عجز کا احساس ہے کہ کائنات کی ہر حقیقت اس کے حیطہ ادراک میں نہیں آ سکتی۔ سائنس ان حقائق کو تسلیم کرنے پر مجبور ہے لیکن کاملاً انھیں سمجھنے سے قاصر رہتی ہے۔ انسانی عقل حواسِ خمسہ کے ساتھ پرواز کرتی ہے۔ جہاں حواسِ خمسہ کے خام مواد کے بغیر عقل عضوِ معطل ہے ایک پیدائشی بہرہ آواز کی حقیقت تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا اسی طرح پیدائشی نابینا رنگ و روشنی کی آمیزش سے لطف اندوز ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اب یہ عقل کے لیے تدبر و تفکر کا مقام ہے کہ جس طرح چار حواس کی موجودگی میں پانچویں حس سے متعلقہ محسوسات سے آگاہی ممکن نہیں۔ بالکل اسی طرح کائنات ہست بود میں ہزار ہا ایسی اشیا اور ایسے حقائق موجود ہیں جو ہمارے پانچوں حواس کے دائرہ محسوسات سے ماورا ہیں کیا یہ ضروری ہے کہ تمام کائنات کی خلقت اسی بنیادی ڈھانچے کی مطابقت میں عمل میں لائی گئی ہو۔ جس بنیادی ڈھانچے کے تحت انسانی حواس کی تخلیق ہوئی ہے۔ کائنات کے تمام موجودات کو

حواسِ خمسہ کی کسوٹی پر پرکھنا ایسے ہی خلاف عقل بات ہے۔ جیسے کوئی نابینا اُسے چار حواس کے بل بوتے پر پرکھتا پھرے۔ وہ یقیناً صحیح نتیجے پر نہیں پہنچ سکتا۔ پوری کائنات تو دور کی بات ہے اس کرہ ارض پر بھی کئی جاندار ایسے ہیں جن کی تخلیق اس بنیادی ڈھانچے سے بہت مختلف طریق پر ہوتی ہے اور وہ ایسے بے شمار محسوسات سے یکسر نابلد ہیں جو حضرت انسان کے دائرہ اختیار میں شامل ہیں۔

اسی ضمن میں چھپکلی اور سانپ کی اقسام قابل ذکر ہیں جو محض دو ابعاد سے شناسا ہیں اور تیسرے بعد (Demenation) کا وجود حواس کے مطابق ناپید ہے۔ اس کے علاوہ بہت سے جانوروں کا محسوس رنگوں کے لیے کلر بلائنڈ ہونا بھی اسی ضمن میں آتا ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ بے شمار احوال و واقعات اور حقائق انسان کے حواسِ خمسہ کی گرفت سے کلیتاً آزاد ہیں۔ جدید سائنسی علوم تو قدیم فلسفے کی طرح اس بات سے بھی انکاری نہیں کہ حقیقت وہ ہے جس کی حواس خمسہ سے تصدیق و توثیق ممکن ہو جدید سائنس خود ایسی سینکڑوں مخلوقات اور احوال و واقعات کی دریافت کا کارنامہ سرانجام دے چکی ہے۔ جنھیں صرف حواسِ خمسہ اور محض عقل انسانی کے بل بوتے پر جاننا ممکن نہ تھا۔ مثلاً خوردبین (Microscop) دوربین (Telescop) اور پست موجی سراغ رساں (Micro wave detector) جیسے آلات نے انسانی فہم وادراک کو اس قابل کر دیا ہے کہ ان دیکھی مخلوقات کو دیکھ سکے اور لاکھوں نوری سال کی مسافت پر پیدا ہونے والے سیاہ شگافوں سے نکلنے والی ایکس ریز کی بدولت ان کا مشاہدہ کر سکے چنانچہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ قدیم فلسفے کی نسبت جدید سائنس کو معجزات و کرامات اور دیگر ماورائے عقل عقائد پر قائل کرنا نسبتاً آسان ہے۔ جس طرح آج سے چند صدیاں پیشتر سائنسی حقائق سے واقف نہ تھا بالکل اسی طرح آج کی جدید سائنس بھی اگلی صدیوں میں پیش آمدہ حقائق کا ادراک کرنے سے قاصر ہے۔ جدید سائنس نے دین اسلام ...... جو درحقیقت دین فطرت ہے ...... کی بیان کردہ بہت سی حقیقتوں کو من وعن تسلیم کر لیا ہے۔ باقی چند ایک مقامات پر اگر اشکال ہے تو عین ممکن ہے کہ اکیسویں صدی میں جو یقیناً اسلام کی صدی ہے۔

اسلام کے تمام عقائد واعمال کے مبنی بر فطرت اور مبنی بر حقیقت ہونے کی شہادت بھی اسی کی جدید ترین سائنس دینے کا اعزاز حاصل ہے۔ مغربی مفکرین اور مشترکین نے اسلام، مسلمانان اور اولیاء

کرام کے بارے میں فکری مغالطوں اور علمی بددیانتیوں کے جو تو مار باندھے تھے اب انھیں جدید سائنسی انکشافات کی روشنی میں اپنے مفروضوں پر مبنی اراض سے رجوع کر لینا چاہیے۔ کیونکہ جن حقائق کو ان نام نہاد مفکرین نے توحید کا نشانہ بنا کر اسلام کو بدنام کرنے کی کوشش کی تھی۔ انھیں جدید سائنس تسلیم کیے جارہی ہے۔ اب سائنس کی گواہی کو تسلیم کرتے ہوئے ضد اور تعصب کی دلدل سے نکل کر اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ یہی اہل علم کا شیوہ ہے۔ یہ معاملہ تو تھا اسلام کے عقائد و اعمال کے فطری ہونے کا۔ اب جہاں تک معاملہ ہے کرامات کا تو کرامت وہ حقیقت ہے جو کسی بھی دور میں کاملاً فہم انسانی سمجھنے سے قاصر ہو۔ جدید سائنس کی روشنی میں کرامت کو جزواً سمجھنا اور اس کی جزوی توجیہہ کرنا کسی حد تک ممکن ہے۔ مگر کرامت کا ادراک تا قیام قیامت ممکن نہیں کیونکہ کرامت ان حقائق پر مشتمل ہوتی ہے جو حواس خمسہ اور عقل انسانی تو کجاہ، انسان کے تمام تر ایجاد کردہ سائنسی آلات کی حدود سے بھی ماورا ہوتی ہیں۔ سیاہ شگاف کی کامل تحقیق کے بعد اگلی نسلوں کو اس کی بدولت سفر میں ترغیب دینے والا آج کا انسان اپنی حیرت انگیز ایجادات کی بدولت اس کرہ ارض سے کروڑوں اور اربوں میل کی مسافت سے وقوع پذیر ہونے والے کائناتی تغیرات کا نہ صرف مشاہدہ کرنا ہے بلکہ ان مشاہدات کی روشنی میں اہل زمین کی سلامتی اور بقا کے منصوبے بھی بنا رہا ہے اور اولادِ آدم کے لیے آسودہ لمحوں کی تلاش میں اپنے نظام شمسی سے بھی بہت دور خلاء کی بے انت وسعتوں میں انسانی ہستیاں آباد کرنے کا خواہش مند ہے کائنات کی تسخیر کے اس سفر میں اسے جن تجربات و مشاہدات سے گزرنا پڑا۔ وہ اسے تخلیق آدم اور تخلیق کائنات ان ابدی سچائیوں کے بہت قریب لے آئے ہیں۔ جن کا ذکر الہامی صحیفے قرآن پاک میں رب کریم نے کھول کھول کر بیان فرمایا ہے۔ جنوں اور انسانوں کو آسمانوں اور زمین کی حدود سے باہر نکل کر مشاہدہ کرنے کی ترغیب دی ہے۔ جوں جوں انسان جدید سائنسی علوم میں مہارت حاصل کر رہا ہے۔ توں توں قرآن حکیم میں درج سائنسی حقائق کی تصدیق و توثیق ہوتی جارہی ہے۔ آج کا سائنس دان اس نتیجے پر پہنچ چکا ہے کہ آج سے چودہ سو سال پہلے نور مجسم ﷺ نے جو سائنسی انکشافات کیے تھے وہ الہام کے بغیر ممکن نہیں۔ اس لیے قرآن آسمانی ہدایت کی سچی کتاب اور پیغمبر السلام ﷺ اس خالقِ کائنات کے سچے رسول ہیں اور آپ ﷺ کے غلاموں یعنی اولیاء کرامؒ سے جو کرامات صادر ہوئیں وہ

حق اور سچ ہیں۔

تمدنی اور ثقافتی پس منظر میں کرامات کا ظہور

تاریخ اولیاء کرامؒ کے اوراق اگر پلٹیں تو پتا چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ہر ولی کو کوئی نہ کوئی ایسی کرامت ضرور عطا فرمائی ہے جو اپنے عہد کے معروضی حالات اور تقاضوں کے مطابق ہوتی ہے ۔تاریخ کے مختلف ادوار میں عقلِ انسانی کسی نہ کسی فن کو اپنے عروج پر لے جاتی ہے۔لہذا اس ولی کے عہد کے لوگوں کو ذہنی اور فکری ارتقاء کو مدنظر رکھتے ہوئے ایسی کرامت اس کے ہاتھ پر صادر ہوتی کہ ہر عام انسان اپنی پوری زندگی میں کوئی ایسی چیز کو ایجاد نہیں کرسکتا جو اس ولی کی کرامت کو تو بہ نعوذ باللہ مات دے یا اس کی نفی کردے۔کرامت کے لیے ضروری ہے کہ وہ عقل انسانی کی ماحصل تمام تر ایجادات سے آگے نکل جائے۔اس فکری ونظری پس منظر میں حضرت محمد ﷺ کے غلاموں کو ایسی ایسی کرامات عطا ہوئیں کہ سابقہ انبیاء کرامؑ کے معجزات کا جو ظہور ہوتا تھا۔ نبی پاک ﷺ کے غلاموں کی کرامات عین اُن کے مطابق ہیں۔مثلاً حضرت امیر ملتؒ کے دور اقدس پر کئی کوڑیوں کے کوڑھ ٹھیک ہوئے ،اندھوں کو آنکھیں ملیں،مردوں کو زندگی ملی۔آپؒ کی بے شمار کرامات ہیں کہ جن کو احاطہ میں لانا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن بھی ہے جبکہ جن کا ہم اس باب میں ذکر کررہے ہیں کوئی عام انسان چاہ کر بھی اپنی تمام تر تمدنی،تہذیبی وثقافتی ترقی کے باوجود اللہ کے اس ولی کی کرامت کا بھی جواب نہیں پیش کرسکتا۔

اس ساری بحث سے ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ اس کائنات ، رنگ و بو میں اسباب وعلل کا نظام اللہ رب العزت کے احکام کا تابع ہے۔مگر وہ کبھی کبھی اپنی حکمت ومعشیت کے تحت اپنی عادت جاریہ کے برعکس بھی کسی چیز کا ظہور فرماتا ہے۔اُسی چیز کا نام ہی معجزہ وکرامت ہے مختصراً ہم کہہ سکتے ہیں کہ معجزہ وکرامت اللہ کے نبی ﷺ یا ولی کے اس فعل کو کہتے ہیں جس کی توجیہ اسباب وعلل سے ممکن نہ ہو اور عقلِ انسانی اس حقیقت کا کامل ادراک کرنے سے قاصر ہو یعنی کرامت اسے کہتے ہیں جسے عقلِ انسانی سمجھنے سے قاصر ہو۔

حضرت امیر ملت رح علی پوری سے منسوب کرامات

1- کینسر کا پھوڑا ٹھیک ہو گیا
2- اللہ تعالیٰ نے بیٹا عطا کیا
3- داماد گھر واپس آ گیا
4- مائی جی صحت مند ہو گئیں
5- بیٹا عطا کر دیا
6- مصیبت ٹل گئی
7- مردے میں جان پڑ گئی
8- حادثے میں زندہ سلامت رہا
9- بیماری سے نجات مل گئی
10- گاڑی کا پہنچنا اور صحت یاب ہونا
11- گونگے کو شفا ہوئی
12- اپینڈیکس کا مریض بغیر اپریشن صحت یاب ہو گیا
13- عزت رکھ لی
14- بحفاظت علی پور شریف پہنچ گئے
15- گاؤں پہنچنے کے لیے سواری مل گئی
16- جان بچ گئی
17- پھیپھڑا بالکل ٹھیک ہو گیا
18- آنکھیں بالکل ٹھیک ہو گئیں۔
19- رقم پوری ہو گئی
20- بیٹے عطا ہوئے مکان بھی ملے اور کاروبار بھی ٹھیک ہو گیا
21- دریا نے رخ بدل لیا
22- تین بیٹے عطا ہوئے
23- بیماری دور ہو گئی

حضرت سید محمد حسین سے منسوب کرامات

حضرت پیر سید خادم حسین سے منسوب کرامات

حضرت پیر سید اختر حسین سے منسوب کرامات

حضرت پیر سید نور حسین سے منسوب کرامات

93- حضرت نجم الملت کے دم سے نظر ٹھیک ہوگئی

حضرت پیر سید انور حسین سے منسوب کرامات

94- قبلہ آپا جی کی مشکل آسان ہوگئی

95- مدینے والا سکون علی پور سے (آقا دو جہاں ﷺ کی زیارت)

96- جناب پیر سید حیدر حسین شاہ صاحب کے کرم سے جان بچ گئی

97- آئس فیکٹری (برف خانہ) مکمل ہوگئی

98- بغیر پٹرول 100 کلومیٹر گاڑی چلی

99- بہت بڑی مصیبت سے بچ گیا

100- جھگڑے سے محفوظ رکھا

101- کئی روز گاڑی سے پٹرول ختم نہ ہوا

102- لیٹ کے باوجود ٹرین مل گئی

103- عروس کی حاضری نصیب ہوئی

حضرت پیر سید نذر حسین شاہ سے منسوب کرامات

104- کمپیوٹر ٹریننگ کورس میں داخلہ

105- کھانا کم نہ ہوا

106- خط سے پہلے پوسٹنگ ہوگئی

107- پیر سید افضل حسین کی بیعت دراصل امیر ملت کی بیعت ہے

108- آپس میں طے کی گئی بات آپ کی زبان سے

109- جو سکون مدینے یا علی پور میں ملا وہ کہیں اور نہ ملا

110- بیٹا قتل کے مقدمے سے بری ہوگیا

111- دعا سے 23 سال ایک ہی جگہ تعیناتی

112- پندرہ سال قبل کھوئے ہوئے بہن بھائی مل گئے

113- اللہ تعالیٰ نے بیٹا عطا کیا

حضرت پیر سید افضل حسین شاہ سے منسوب کرامات

114- حضرت فخرِ ملت کے صدقے کافی پیسے تھے

حضرت پیر سید حیدر حسین سے منسوب کرامات

محترمہ قبلہ آپا جی کی کرامت

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

1. کینسر کا پھوڑہ ٹھیک ہو گیا

غلام فرید بمقام ستیانہ کے دائیں کندھے پر جان لیوا پھوڑہ نکل آیا۔ ڈاکٹروں سے بہت علاج کروایا۔ مگر کوئی افاقہ نہ ہوا۔ ڈاکٹروں نے ٹیسٹ کے بعد کینسر کی علامت کہا اور اِس کے علاج کے لیے کافی خرچا بتایا لیکن فرید صاحب نے سوچا کہ اِن کا ہاتھ تو پہلے ہی تنگ ہے، غریب آدمی ہیں۔ کینسر کا علاج کروانے کے لیے اتنا سرمایہ کہاں سے لوں گا۔ یہ سوچ کر میں حضرت امیر ملّتؒ کے مزار مبارک (دربار شریف) پر حاضر ہوا اور اِن کا کہنا ہے کہ میں مسلسل نو راتیں تک دربار شریف پر جھاڑو دیتا رہا اور حضرت کو عرض کرتا رہا کہ غریب آدمی ہوں، بچوں کا میرے سوا کوئی سہارہ نہیں اور آپ کے بغیر میرا کوئی نہیں۔ آپ ہی میرے حکیم اور طبیب ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے مجھے آرام دلوائیں۔ پھوڑے کی وجہ سے گردن اتنی اکڑی ہوئی تھی کہ ہلتی تک نہ تھی۔ مگر حضرت کے صدقے اللہ تعالیٰ نے مجھے شفا عطا فرمائی۔ جب واپس اُس ڈاکٹر کے پاس چیک اپ کروایا تو ڈاکٹر نے حیرت سے کہا کہ ٹھیک کیسے ہو گیا۔ فرید صاحب نے جواب دیا۔ دُنیاوی ڈاکٹر نے نہیں بلکہ روحانی طبیب نے علاج کیا ہے اور اُن کا نام نامی اسمِ گرامی حضرت پیر جماعت علی شاہؒ ہے۔ یہ سُن کر ڈاکٹر بھی آپ کا معتقد ہو گیا۔

2. اللہ تعالیٰ نے بیٹا عطا کیا

میجر طارق بمقام پنجند کی والدہ صاحبہ نے بیان کیا کہ میرے ہاں اولاد نہیں ہوتی تھی۔ بہت علاج کرائے مگر اولاد کی اُمید نہ تھی۔ میں بہت مایوس ہو چکی تھی۔ میں بچپن میں حضرت امیر ملّتؒ کی مرید ہوئی تھی۔ جب ہر طرف سے مایوس ہو چکی تو دِل نے حضرت امیر ملّت کو بہت یاد کیا اور رو رو کر دِل سے حضرت سے عرض کی کہ آپ کے علاوہ میرا کوئی نہیں۔ حضرت اِس وقت وفات پا چکے تھے۔ وہ کہتی ہیں کہ دو یا تین دِن بعد حضرت میرے پاس خواب میں تشریف لائے اور آپ نے کچھ پڑھ کر میرے پیٹ پر دم کیا اور مجھے فرمایا کہ قرآن پاک کی یہ آیت پڑھ کر پانی پر دم کر کے پیا کرو۔ وہ کہتی ہیں میں نے ایسا ہی کیا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اسی سال بیٹا عطا کیا۔ اِس کا نام طارق رکھا جو آج کل آرمی میں کرنل کی پوسٹ پر فائز ہے۔ اللہ تعالیٰ اِنھیں مزید ترقی عطا فرمائے۔ آمین

3. داماد گھر واپس آ گیا

صوفی اللہ رکھا صاحب بمقام پُنچھ نے بیان کیا کہ میرے داماد کا ذہنی توازن خراب ہو گیا اور وہ گھر سے نکل گیا اور وہ پریشان ہو کر اس کو ڈھونڈنے لگے۔ کسی جوتشی نے بتایا کہ آپ کا لڑکا نارووال میں ہے۔ زادِ راہ لے کر وہ گھر سے نکلے جب نارووال پہنچے تو رات کے تین بجے ریلوے اسٹیشن کے مسافر خانے میں سو گئے۔ نیند میں کسی نے جیب کاٹ لی بہت پریشان ہوئے اور آنکھوں میں آنسو آ گئے اور بے اختیار ہو کر کہا کہ میرا کوئی وقف نہیں، کوئی پُرسانِ حال نہیں کون مجھے اُدھار دے گا۔ وہ کہتے ہیں میں یہی سوچ رہا تھا کہ ایک بزرگ سفید لباس، سفید چادر اور سفید دستار، سفید داڑھی والے ملے۔ اُنھوں نے مجھ سے فرمایا کہ گھبراؤ نہیں مجھے ناشتہ کروایا اور فرمایا کہ تم علی پور سیّداں چلے جاؤ۔ تمھارا کام وہاں ہو جائے گا۔ یعنی تمھاری ضرورت، حاجت اور مراد پوری ہو گی اور جب وہ راقم سے ملے تو میں نے ان کی خدمت کی کھانا کھلایا اور زادِ راہ دے کر رخصت کیا اور اس کے ایک ماہ بعد ان صوفی صاحب کا خیریت نامہ موصول ہوا اور اُنھوں نے لکھا کہ میرا داماد گھر واپس آ گیا ہے۔ میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور جو حُلیہ اُنھوں نے اِن بزرگوں کا بتایا تھا۔ وہ بالکل حضرت امیر ملّتؒ کا تھا۔

4. مائی جی صحت مند ہو گئیں

مائی ساؤ جی صاحبہ بمقام خادم آباد ضلع ڈڈیال، آزاد کشمیر 1990ء میں علی پور سیّداں جب دربار شریف پر حاضر ہوئی تو دُونوں ٹانگوں سے چل نہیں سکتی تھی۔ اِس نے مجھے بتایا کہ اچانک میری ٹانگوں میں درد ہوا اور اُن میں چلنے پھرنے کی طاقت نہ رہی اور وُہ دُونوں ٹانگوں سے معذور ہو گئی۔ اِس نے بہت علاج کروایا مگر افاقہ نہ ہوا بلکہ ڈاکٹروں نے لاعلاج قرار دے دیا۔ وُہ حضرت امیر ملّتؒ کے روضہ مبارک پر حاضر ہوئی اور چارپائی پر ہی رہتی تھی اور نو دِن تک صدق دِل سے اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتی رہی۔ گیارویں دِن وہ لاٹھی پکڑ کر چلنے لگی اور پھر وُہ واپس چلی گئی۔ ایک سال کے بعد جب وُہ حضرت امیر ملّت کے در پر حاضر ہوئی تو اِن آنکھوں نہیں بلکہ ہزاروں لوگوں نے دیکھا کہ وُہ بغیر لاٹھی کے صحیح سلامت چل پھر رہی تھی۔ آج حضرت کے گھرانے سے کروڑوں لوگ فیض حاصل کر رہے ہیں۔ آپ بھی عقیدت سے حاضر ہو کر دلی روحانی قلبِ سکون حاصل کریں۔ شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

امیر ملت سخی شاہ جماعتؒ اج وی سب دی قسمت نے جگاندے پئے
جا تو دی سکھ سونیاں اوتے اج دی لکیاں نباندے پئے

5. بیٹا عطا کر دیا

جناب حاجی عبدالرشید صاحب جماعتی ڈرائیور اور درویش قبلہ وکعبہ جناب الحاج الحافظ پیر سیّد نور حسین شاہ صاحب جماعتی علی پوری بیان کرتے ہیں کہ میں قبلہ پیر سیّد بشیر حسین شاہ صاحب جماعتی علی پوری میر پور آزاد کشمیر میں تشریف لے گئے۔ وہاں ایک گھر میں ہم جب دعوت پر پہنچے تو گھر کی مالکہ نے حضرت قبلہ پیر بشیر حسین شاہ صاحبؒ کا گریبان پکڑ لیا اور کہا کہ میں آپ کی مریدنی ہوں ہر وقت آپ کو یاد کرتی ہوں اور آپ کے ہوتے ہوئے میرا یہ حال ہے کہ میرے گھر اولاد نہ ہونے کی وجہ سے میرے شوہر نے دوسری شادی کر لی ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے ہیں۔ مجھے اللہ سے اولاد لے کر دیں۔ ورنہ میں وہابی ہو جاؤں گی۔ حاجی صاحب کہتے ہیں کہ پیر صاحب نے کہا کہ مائی میرا گریبان تو چھوڑ آج تجھ سے سیّد کہتا ہے کہ تیری گود میں تیرے شوہر کی دوسری بیوی سے پہلے اولاد نہ ہوئی تو مجھے سیّد نہ کہنا یہ بات کر کے حضرت دوڑ کر گاڑی میں بیٹھے تو میں نے عرض کی یا حضرت شاہ صاحب آپ نے مائی سے بہت بڑی بات کہہ دی ہے تو آپ نے فرمایا حاجی صاحب میں گنہگار ہی سہی، خطا کار ہی سہی مگر میرا باپ ولی، میرا دادا ولی، میرے والد سیّد نیک بزرگ، میرے دادا سیّد نیک بزرگ میری نہ سہی، میرے بڑوں کی لاج اللہ تعالیٰ ضرور رکھے گا۔ مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ اُسے ضرور بیٹا عطا کرے گا۔ حاجی صاحب نے مجھے کہا کہ جناب میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ جب ہم دوبارہ وہاں گئے تو اِس عورت کے ہاں دوسری بیوی سے پہلے بچے کی ولادت ہوئی اور اِس نے وُہ بچہ حضرت کی گود میں ڈال دیا تو حضرت شاہؒ نے مُسکرا کر اُسے دُعا دی اور فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے تجھے حضرت امیر ملّتؒ کے صدقے بیٹا عطا فرمایا ہے۔ اب تو خوش ہے۔ معلوم ہوا کی حضرت امیر ملّتؒ اپنی اولاد کے مریدوں پر بھی خصوصی نگاہِ کرم فرماتے ہیں اور حضرت امیر ملّتؒ کی اولاد پاک میں بچہ بچہ ولی ہے۔

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

6. مصیبت ٹل گئی

محمد مقصود بمقام کھچی ماندے نے اپنے والد صاحب کے ساتھ پیش آیا واقعہ بیان کیا کہ ہمارے والد صاحب محکمہ جنگلات میں چوکیدار تھے۔ایک دفعہ ان کے گھر میں آگ لگ گئی۔مکان جل کررا کھ ہوگیا تو والد صاحب نے محکمہ والوں کو درخواست دی اور ٹاہلی کے دو درخت منظور کروا لیے۔مگر مکان بنانے کی بجائے دُونوں درخت فروخت کر دیے جن سے اچھی رقم مل گئی۔لالچ میں دوسرے ساتھیوں سے مل کر اُنھوں نے یہ کام شروع کر دیا کہ دو درخت کاٹتے اور فروخت کر ڈالتے۔اِسی طرح اُنھوں نے قریباً پانچ سو کے قریب درخت فروخت کر ڈالے۔کسی نے محکمہ کے افسران بالا کو اُن کی شکایت کی۔جس سے والد صاحب بہت پریشان ہوئے کہ اب تو نوکری بھی جائے گی اور سزا علیحدہ ہو گی۔چھوٹے چھوٹے بچوں کا میرے بعد کیا ہوگا۔اتنے میں معلوم ہوا کہ حضرت امیر ملّتؒ آج کل کشمیر آئے ہوئے ہیں اور فلاں مقام پر تشریف فرما ہیں۔وُہ وہاں حضرت امیر ملّتؒ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔وہاں بہت زیادہ لوگ حضرت کی زیارت کے لیے آئے ہوئے تھے۔رش بہت تھا۔بڑی مشکل سے حضرت امیر ملّتؒ کے قریب پہنچا اور اُن کے قدموں پر گر کر رونے لگا۔آپ نے پوچھا کیا بات ہے کیوں رو رہے ہو؟ میرے والد نور محمد صاحب سارا واقعہ آپ کی خدمت میں بیان کر دیا۔آپ نے فرمایا جاؤ کوئی بات نہیں سب ٹھیک ہو جائے گا۔وُہ کہتے ہیں میں بہت پریشان ہوا کہ حضرت امیر ملّتؒ نے کوئی دُعا نہیں کی۔ویسے ہی واپس کر دیا ہے اب کیا ہوگا؟ کہتے ہیں کہ جب میں واپس آیا تو محکمہ والے اور وُہ شخص جس نے شکایت کی تھی آئے اور تحقیقات شروع کر دیں مگر دو درخت جن کی حکومت نے منظوری دی تھی کے علاوہ کوئی ثبوت نہ ملا۔لہٰذا اُنھوں نے والد صاحب کے خلاف کوئی ایکشن نہ لیا بلکہ شکایت کرنے والے کو ڈانٹا کہ تم نے یونہی ہمارا وقت ضائع کیا اور اس پر الزام لگایا۔والد صاحب کہتے ہیں میں نے توبہ کی کہ میں آئندہ ایسا کام نہیں کروں گا۔

7. مردے میں جان پڑ گئی

حضرت امیر ملّتؒ کے در پر مردہ میں جان پڑ گئی۔بمطابق صدرِ مدرس حضرت علامہ مفتی محمد رفیق صاحب بیان کرتے ہیں کہ میرا بیٹا عابد بہت زیادہ بیمار تھا۔ڈاکٹروں سے علاج کروانے کے

باوجود کوئی افاقہ نہ ہوا۔ایک رات اِس کی طبیعت بہت ہی زیادہ خراب ہوگئی۔میں حد سے زیادہ پریشان ہوا تو علی پور کے ڈاکٹر سیّد ذوالفقار شاہ کو بلا کر اپنے گھر لے آیا۔جب ڈاکٹر صاحب نے میرے بیٹے کو چیک کیا۔نبض پکڑتے ہی غم زدہ ہوکر بازو نیچے رکھ دیا اور افسوس کے ساتھ چلنے کی تیاری کرنے لگا تو میں پوچھا ڈاکٹر صاحب کیا بات ہے؟اُنھوں نے پریشانی سے کہا اِس کی نبض نہیں چلتی اَب میرا کوئی کام نہیں میں چلتا ہوں۔مولوی صاحب نے کہا جب میں نے نبض چیک کی تو مجھ پر غشی طاری ہوگئی۔میرا اکلوتا بیٹا تھا اور وُہ بھی اللہ کو پیارا ہوگیا۔مولوی صاحب کہتے ہیں میں نے بیٹے کو اُٹھایا اور حضرت امیر ملّتؒ کے روضہ اقدس پر لے گیا اور آپؒ کے قدموں میں بچے کو رکھا۔ایک طرف کھڑے ہوکر میں نے التجا کی حضور آپ کے در پر بچہ لے آیا ہوں۔میرا ایک ہی بیٹا ہے اور وُہ بھی ختم ہوگیا ہے۔میں اب یہاں سے تب جاؤں گا جب یہ ٹھیک ہوجائے گا۔مولوی صاحب کہتے ہیں میں اسی پریشانی میں کھڑا ایک طرف آنکھیں بند کرکے دِل ہی دِل میں بیٹے کی زندگی کی دُعائیں کررہا تھا لیکن بچے کو کوئی ہوش نہیں اور مجھے نہیں پتہ کہ آپؒ کے قدموں بچے کو رکھے ایک گھنٹہ گزر چکا ہے۔ اچانک بچے کے رونے کی آواز سُنائی دی۔میں نے آنکھیں کھولیں تو بچے کو نا صرف ہوش آچکا تھا بلکہ تیز تیز رو رہا تھا۔میں اُس کے قریب گیا اور اپنی حیرانی ختم کرنے کے لیے اُس کو چھوا جب مجھے یقین ہوگیا تو میں نے اپنے بیٹے کو اُٹھالیا اور حضرت امیر ملّتؒ کے حضور دُعا کی۔دو گھنٹے بعد بچہ بالکل تندرست ہوگیا۔اللہ تعالیٰ نے حضرت امیر ملّتؒ کے صدقے میرے بیٹے کو لمبی زندگی عطا فرمائی اور اَب وُہ حافظِ قرآن ہے۔

8. حادثے میں زندہ سلامت رہا

مہر محمد اشتیاق صاحب مرحوم بیان کرتے ہیں کہ میرا ایک دُوست انگلینڈ سے آرہا تھا۔اس نے اطلاع دی کہ فلائٹ کے آنے کا وقت قریباً صبح دس بجے ہے۔میں نے گھر والوں کو کہا کہ مجھے صبح پانچ بجے صُبح اُٹھا دینا مگر اُنھیں یاد نہ رہا اور جب میں اُٹھا تو صُبح کے سات بج چکے تھے۔تیار ہوتے ہوتے اور گھر سے نکلتے نکلتے مجھے آٹھ بج گئے۔ میں نے گاڑی نکالی اور جلدی کی وجہ سے تیز رفتاری سے چلنے لگا۔میں نے گاڑی کی سپیڈ بڑھادی اور گاڑی کے میٹر پر سپیڈ کی سوئی ایک سو بیس کا ہندسہ کراس کرتی اور اسی رفتار سے چلتی ہوئی بالکل اِسی طرح سڑک پر دوسری گاڑیوں کو بھی پیچھے چھوڑتی رہی۔جب میں

گجر خان کے قریب پہنچا تو میں نے اِسی رفتار سے جب ایک بس کو کراس کیا تو اچانک آگے ایک بڑا ٹرالر آ گیا میری گاڑی اُس سے ٹکرا گئی اور قلابازیاں کھاتی ہوئی نیچے ایک کھڈ میں جا گری۔ جب میری گاڑی قلابازیاں کھا رہی تھی مجھے یوں محسوس ہوا کہ کسی نے مجھے کھینچ کر گاڑی سے باہر نکال لیا ہے۔ مہر اشتیاق صاحب کہتے ہیں حضور خدا کی قسم مجھے خراش تک نہ آئی۔ اتنے میں لوگوں کا ہجوم اکٹھا ہو گیا اور میری گاڑی کو دیکھتے ہوئے خیال کرتے کہ چلنے والا تو نہیں بچ سکتا لیکن جب تھوڑی دور لوگوں نے مجھے دیکھا میری خیریت دریافت کی اور کہا آپ کیسے بچ گئے؟ تو میرا ایک ہی جواب تھا اور وہ یہ کہ یہ میرے پیرو مرشد کا کرم ہے کہ اللہ تعالٰی نے مجھے زندہ بچا لیا۔ مہر اشتیاق کہتے ہیں کہ جب میں حضرت امیر ملّتؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو مجھ کچھ بولنے سے پہلے آپؒ نے فرمایا" گاڑی اتنی تیز مت چلایا کرو" میں سوچتا ہی رہ گیا۔۔۔۔۔۔ مہر اشتیاق نے مجھے دوبار کہا کہ حضور اِس سے بڑی زندہ کرامت آپ کی یعنی علی پور والے پیروں کی اور کیا ہو گی۔

9. بیماری سے نجات مِل گئی

سائیں محمد علی مرحوم درویش حضرت قبلہ سراج الملتؒ سجادہ نشین اوّل آستانہ عالیہ علی پور شریف، حضرت قبلہ شمس الملتؒ سجادہ نشین دوم اور حضرت قبلہ جوہر ملّتؒ سجادہ نشین سوم۔ سائیں مرحوم نے حضرت امیر ملّتؒ کے خاندان کی اور آپ کے عقیدت مندوں کی دِل و جان سے بچپن سے لے کر وفات تک تمام زندگی خدمت کرنے میں گزار دی۔ سائیں مرحوم کے چھوٹے بیٹے رانا حافظ ارشد علی جو پولیس میں ملازمت کرتے ہیں۔ 1998ء میں علی پور شریف آئے تو اُن کی حالت بہت خراب ہو گئی تھی اور جس مرض میں مبتلا تھے اُس نے اُنھیں سوکھا کر کانٹے کی طرح کر دیا تھا۔ میرے پوچھنے پر اُنھوں نے بتایا کہ میں نے اچھے سے اچھے ڈاکٹر سے علاج کروایا ہے مگر آرام نہیں آتا۔ صحت ہے کہ دِن بدن بگڑتی جا رہی ہے۔ ڈاکٹروں کی سمجھ میں نہیں آتا کہ بیماری کیا ہے۔ باتیں ہو رہی تھیں کہ حضرت امیر ملّتؒ کے مرید جو بڑے متقی اور پرہیز گار تھے اور عامل بھی تھے تشریف لے آئے تو ان سے میں نے کہا کہ سائیں محمد علی کا بیٹا بہت بیمار ہے۔ ڈاکٹروں کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا۔ صحت گرتی جا رہی ہے۔ آپ استخارہ کر کے معلوم کریں معاملہ کیا ہے۔ چنانچہ دوسرے دِن اُنھوں نے مجھے اور حافظ ارشد کو بتایا کہ

بات کچھ اس طرح ہے کہ یہ حضرت، حضرت امیر ملّتؒ کے خاص درویش کے بیٹے ہیں اور غلط راہ پر چل رہے ہیں۔ اِس لیے بیمار ہیں۔ میرے دریافت کرنے پر اُنھوں نے بتایا کہ استخارہ کرنے پر حضرت قبلہ امیر ملّتؒ کی زیارت ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ یہ رشوت لیتا ہے۔ اِس لیے اِس کی یہ حالت ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ یہ حضرت امیر ملّتؒ کے دربار شریف پر حاضر ہو کر معافی مانگے اور سچے دِل سے توبہ کرے اور یہ عہد کرے کہ آئندہ ایسا کام نہیں کروں گا تو یہ انشاء اللہ ٹھیک ہو جائے گا تو پھر رانا ارشد صاحب نے ایسا ہی کیا تو میں نے دیکھا کہ اُن کی صحت ٹھیک ہونے لگی اور وہ ایک ہفتہ کے اندر اندر صحت یاب ہو گئے۔ جب پھر دوبارہ عامل صاحب میری ملاقات ہوئی تو اُنھوں نے کہا کہ حضرت امیر ملّتؒ اپنے درویشوں کی اولاد کا اس طرح خیال کرتے ہیں کہ کہیں وہ بھٹک کر اپنی عاقبت خراب نہ کرلیں۔ میں نے جب رانا ارشد سے اس بات کا ذکر کیا تو اُس نے کہا کہ یہ سچ ہے جب سے رشوت لینی چھوڑ دی ہے۔ دِل و جان کو بہت سکون ہے۔ خدا کا لاکھ لاکھ شُکر ہے کہ میں حضرت امیر ملّتؒ جیسے ولی کامل کے خاندان کا خادم ہوں۔ جواب بھی ہمیں بُری کے کاموں سے بچاتے اور نیکی کی راہ پر گامزن کرتے ہیں۔ آج بھی مجھ پر نہیں بلکہ اپنے مریدوں پر حضرت قبلہ امیر ملّتؒ کی خصوصی نگاہِ کرم ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت قبلہ امیر ملّتؒ اور آپؒ کی اولاد پاک کا سایہ ہمیشہ ہمارے سروں پر قائم و دائم رکھے۔ آمین۔

10. گاڑی کا پہنچنا اور صحت یاب ہونا

مہر محمد اشتیاق مرحوم بمقام تکودر ضلع جہلم نے بتایا کہ میرے پیر ومُرشد حضرت قبلہ نجم الملّت پیر سیّد نذر حسین شاہ صاحب نے فرمایا کہ میری گاڑی خراب ہے۔ اِسے اپنے اچھے سے مستری سے ٹھیک کروا دو اور اپنی گاڑی ہمارے پاس چھوڑ دو۔ چنانچہ جب میں گاڑی لے گیا اور اپنی گاڑی پیر صاحب کے پاس چھوڑ آیا۔ جب گاڑی ٹھیک ہو گئی تو میں گاڑی لے کر علی پور کے لیے روانہ ہوا لیکن میرے پیر حضرت نذر حسین شاہ صاحب نے بشارت کی گاڑی میں پشاور گئے ہوئے تھے۔ مہر اشتیاق صاحب نے بتایا کہ میں جب گاڑی ٹھیک کروا کے علی پور شریف لا رہا تھا تو راستے میں پیشاب کی نالی میں تکلیف محسوس ہوئی تو علی پور شریف پہنچ کر قلعہ صوبہ سنگھ (احمد آباد) کے ڈاکٹر سے دوائی

لے کراور گاڑی جناب محترم پیر سیّد منظر حسین شاہ صاحب کے حوالے کرنے کے بعد اُن سے اجازت لے کر اپنی گاڑی میں واپس گجرات کے قریب پہنچا تو درد پھر ہونے لگا۔ وہ کہنے لگا کہ میں نے سوچا کہ جہلم یا دینہ پہنچ کر ڈاکٹر سے دوائی لوں گا۔ ڈرائیونگ بھی خود ہی کر رہا تھا کیونکہ میرا دوسرا ساتھی ڈرائیونگ نہیں جانتا تھا۔ مہر صاحب نے بتایا کہ جناب ابھی ہم کھاریاں سے چودہ کلومیٹر دور تھے کہ مجھے شدید درد ہونے لگا۔ درد کی وجہ سے میں بے ہوش ہو گیا اور پتہ نہیں کہ گاڑی کس طرح کھاریاں پہنچی۔ جب مجھے ہوش آیا تو میرا آپریشن ہو چکا تھا اور میں بالکل ٹھیک تھا۔ میں نے اپنے ساتھی سے پوچھا کہ ہم یہاں کیسے پہنچے تو اِس نے جواب دیا کہ گاڑی تو تم چلا رہے تھے اور پوچھ مجھ سے رہے ہو۔ مہر نے کہا میں تو بے ہوش تھا۔ مارے درد کے میری جان نکل رہی تھی۔ میں نے شاہِ جماعت کو مدد کے لیے پکارا تھا۔ اُنھوں نے ہی میری مدد کی اور یہ حضرت کی کرامت ہے کہ گاڑی چودہ کلومیٹر تک چل کر کمبائنڈ ملٹری ہسپتال (CMH) تک پہنچ گئی اور میری جان بچ گئی۔ مہر صاحب مرحوم کو اللہ تعالیٰ جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین

11. گونگے کو شفا ہوئی

23 دسمبر 1999ء بروز جمعرات جلال پور جٹاں سے محمد مصطفیٰ صاحب میرے پاس آئے۔ اُن کا بیٹا گونگا تھا۔ اُنھوں نے بتایا کہ جناب مجھے تحصیل کھاریاں سے جناب محمد صدیق جو عامل بھی ہیں نے بھیجا ہے کہ پیر جماعت علی شاہؒ حضرت امیرِ ملّت کے روضہ مبارک پر حاضری دو۔ تمھارا بیٹا وہاں ٹھیک ہو جائے گا۔ میرے دریافت کرنے پر مصطفیٰ صاحب نے بتایا کہ میرے بچے کی طرح پہلے بھی صدیق صاحب نے ایک بچے کو یہاں بھیجا تھا جو گونگا تھا اور پیر جماعت علی شاہؒ صاحب کے در سے اُس کو شفاء ہو ئی تھی۔ اِس نے مجھے کہا تم بھی وہاں جاؤ۔ حضور اِس لیے ہم یہاں حاضر ہوئے ہیں۔ میری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت امیر ملّتؒ کے در سے اُن کے بچے کو بھی شفا کامل عطا فرمائے۔ آمین۔

12. اِپینڈیکس کا مریض بغیر آپریشن صحت یاب ہو گیا

جناب حافظ ارشد صاحب بمقام چک پڈا نے بتایا کہ مجھے اِپینڈیکس کا شدید درد تھا۔ جب ڈاکٹر کے پاس گیا تو اُس نے کہا صاحب گھر جاؤ اور آپریشن کی تیاری کرو۔ یہ سُن کر میں بہت فکر مند ہوا

اور رونے لگا اور پھر آپریشن کی بجائے علی پور شریف میرے پاس آیا اور میں نے اسے دم کیا اور اِسے حضرت امیرِ ملّت کے روضہ مبارک پر حاضری دینے کے لیے کہا۔ وُہ روضہ مبارک پر حاضر ہوکر رو رو کر فریاد کرنے لگا۔ کچھ دیر بعد درد جاتا رہا اور اُسے درد سے افاقہ ہو گیا۔ اگلے روز وُہ نارووال گیا اور ڈاکٹر نے اُسے کا چیک اپ کیا اور ٹیسٹ وغیرہ لینے کے بعد بتایا کے اب خطرے کی کوئی بات نہیں کیونکہ جس کی وجہ سے درد ہوا تھا وُہ اپینڈیکس والی جگہ پر زہر پھیلا رہی تھی۔ خوراک روک کر وُہ نکل گئی۔ اِس لیے خطرے والی اب کوئی بات نہیں۔ حافظ ارشد کہتا ہے۔ جناب اب میں بالکل ٹھیک ہوں اور یہ حضرت پیر جماعت علی شاہؒ کی کرم نوازی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آرام جیسی نعمت سے نوازا۔

13. عزت رکھ لی

نور محمد صاحب چک پڈا ضلع نارووال شہر شکر گڑھ نے بتایا کہ میں الحاج الحافظ پیر سیّد انور حسین شاہؒ صاحب جماعتی کا مرید ہوں۔ اُنھوں نے کہا کہ یہ واقعہ 1983ء یا 1984ء کا ہے۔ میں اُس وقت ائیر فورس میں ملازم تھا اور میری ڈیوٹی پشاور کے علاقے میں تھی۔ میرے والد صاحب افیون کھاتے تھے۔ ایک دفعہ چھٹی پر جب میں گھر آرہا تھا تو ایک دوست نے زبردستی ایک پاؤ کے قریب افیون میرے رومال میں ڈال دی اور کہا کہ یہ تمھارے والد کے کام آئے گی۔ میرے پاس چار ٹکیاں کیمی صابن بھی اِسی رومال میں تھا۔ راستے میں ایک چیک پوسٹ پر پولیس نے بس چیک کرنے کے لیے روک لی۔ خود ڈی ایس پی بھی موقع پر موجود تھا۔ ڈی ایس پی جب میرا بیگ چیک کرنے لگا تو میں بہت خوف زدہ ہو گیا۔ ڈر کے مارے میری آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ میں اپنے پیر و مرشد کا یاد کر رہا تھا اور دِل میں کہہ رہا تھا کہ آج نوکری اور عزت آپؒ کے ہاتھ میں ہے۔ میری مدد فرمایے۔ جب میرا بیگ چیک کیا تو افسر اس رومال کو بار بار سونگھ رہا تھا اور کہ رہا تھا کہ اِس میں سے صابن کی خوشبو آرہی ہے۔ حالانکہ اِس میں افیون بھی تھی جس کی بدبو مجھے اور میرے پاس بیٹھے ساتھیوں کو بھی آرہی تھی مگر پولیس والوں کو صرف اور صرف صابن کی خوشبو آرہی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے مُرشد کے صدقے عزت رکھ لی۔ پھر جب بس چل پڑی تو میں نے اللہ تعالیٰ اور اپنے پیر و مُرشد کا شکر ادا کیا اور توبہ کی کہ آئندہ ایسی غلطی نہ کروں گا۔

14. بحفاظت علی پور شریف پہنچ گئے

واقعہ قبلہ آپا جی صاحبہ نے اور اس سے پہلے میری والدہ ماجدہ صاحبہ نے بھی بیان فرمایا تھا

کہ کوچہ فقیر خانہ اندرون بھاٹی گیٹ لاہور کی سات خواتین پہلی مرتبہ پیر جماعت علی شاہؒ حضرت امیرِ ملّت کے روضہ مبارک پر حاضری کے لیے آئیں تو اُس وقت 1989ء کا نومبر یا دسمبر کا مہینہ تھا اور اتنی سردی میں رات کے گیارہ یا بارہ بجے تھے۔ آپا جی فرماتی ہیں کہ میں نے اُن کو ڈانٹا کہ آج کون سا زمانہ ہے کہ سات عورتیں اکیلے رات کو سفر کریں۔ تو اُنھوں نے کہا کہ ہم کافی عرصہ پہلے اپنی امی کے ساتھ آئی تھیں۔ اب جب گھر سے روانہ ہوئیں تو راستہ بھول گئیں اور علی پور سیّداں کی بجائے علی پور چٹھہ پہنچ گئیں اور شام کی اذّان ہمیں وہیں ہو گئی پھر پتہ چلا کہ یہ تو کوئی اور ہی جگہ ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ علی پور چٹھہ سے بڑی مشکل ہم گوجرانوالہ پہنچی اور وہاں سے ایک اور بس میں سوار ہو کر رات کو علی پور سیّداں پہنچی تو ہم بہت زیادہ پریشان اور خوف زدہ تھیں کہ اندھیری رات ہم عورتیں جبکہ زیورات اور پیسے بھی ہمارے پاس تھے۔ بس میں بیٹھے بیٹھے دل ہی دل میں ہم نے حضرت امیرِ ملّتؒ کو یاد کیا کہ اِس مصیبت کے وقت میں آپ ہی ہماری مدد کیجئے کیونکہ آپؒ کے سوا، اِس سرد اور اندھیری رات ہمارا اور کوئی ساتھ نہیں۔ جب ہم بس سے اُتریں تو روضہ مبارک کے لیے کوئی ٹانگہ یا دوسری سواری نہ تھی اور قریباً دو کلومیٹر کا راستہ ہمیں اکیلے ہی طے کرنا تھا جو رات کے وقت مرد بڑی مشکل طے کرتے ہم تو پھر بھی عورتیں تھیں۔ ہم ابھی سوچ میں ہی تھیں کہ اِسی بس میں سے دو بزرگ حضرات بھی اُترے، دُونوں نے سفید لباس زیبِ تن کیا ہوا تھا۔ وہ ہم سے مخاطب ہوئے اور فرمایا کہ آپ نے علی پور حضرت امیر ملّتؒ کے گھر جانا ہے تو ہم نے جواب دیا کہ ہاں۔ تو اُنھوں نے فرمایا کہ ہمارے پیچھے پیچھے بے فکر ہو کر چلتی آئیں۔ وہ کہتی ہیں کہ ہم نے اُن کے پیچھے چلنا شروع کر دیا۔ جب ہم تھوڑا آگے بڑھیں اور گاؤں کی حد کا آغاز ہونے لگا تو ہم نے اُن سفید پوشوں سے پوچھا کہ آپ نے کہا جانا ہے تو اُنھوں نے فرمایا شہر خاموشاں ہماری منزل ہے اور گھر کے باہر ہمیں دروازے پر چھوڑ کر وہ واپس چلے گئے۔ اِن عورتوں سے جب حُلیہ پوچھا گیا تو اِنھوں نے بتایا کہ ایک بزرگ درمیانے قد کے تھے اور دوسرے پاؤں کو تھوڑا دبا کر چلتے تھے اور جب ہم یہاں پہنچے تو روشنی میں ہم نے دیکھا تو اُن بزرگ حضرات کی داڑھی مبارک پر مہندی لگی ہوئی تھی۔ آپا جی قبلہ حضور نے فرمایا کہ ایک جو پاؤں دبا کر چلتے تھے وُہ تو ہمارے پیر و مرشد قبلہ و کعبہ جناب سیّد انور حسین شاہؒ

صاحب تھے اور دوسرے اعلیٰ حضرت پیر جماعت علی شاہؒ علی پوری خود تھے۔

حضرت قبلہ الحاج الحافظ ابوالعرب کتب الا کتاب سنوسی ہند حضرت پیر جماعت علی شاہ "محدث علی پوری اپنے مریدوں کی آج بھی اسی طرح حفاظت اور مہمان نوازی فرماتے ہیں۔ جیسا کہ پہلے فرماتے تھے۔ آج بھی حضرت کے در پر دن اور رات نعمتیں بٹتی ہیں مگر ہم اُنھیں حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔

15. گاؤں پہنچنے کے لیے سواری مل گئی

دولت بی بی بمقام تتراں والی ضلع جھنگ سے واقعہ بیان کرتی ہے کہ ہم جب علی پور سیّداں سے اپنے گاؤں گئی تو سردی کا موسم تھا۔ دِن چھوٹے ہونے کی وجہ سے شام ہمیں شاہ کوٹ اور فیصل آباد کے درمیان میں ہی ہوگی تو ہم پریشان تھے کہ پنسرہ سے شام کے بعد کوئی گاڑی ہمارے گاؤں کی طرف نہیں جاتی اور پنسرہ سے ہمارے گاؤں کا فاصلہ قریباً 15 کلومیٹر ہے۔ اس نے بتایا کہ جب ہم پنسرہ کے سٹاپ پر پہنچے تو رات کے آٹھ بج چکے تھے کوئی گاڑی وغیرہ نظر نہیں آ رہی تھی تو ہم بہت پریشان ہوئے کہ اب کیا ہوگا؟ دس بجے تک گاڑی کا انتظار کیا۔ بھائی جو ہمارے ساتھ تھا، نے کہا کہ شاید رات اِدھر ہی گزارنی پڑے۔ سردی بہت شدید تھی اور میری بہن بخت بی بی بار بار حضرت امیر ملّت اور آپ کی اولاد پاک کا نام مبارک لے کر کہہ رہی تھی کہ ہماری مدد فرمائیں اور گاؤں پہنچنے کے لیے کوئی سواری کا انتظام فرمائیں۔ دولت بی بی کہتی ہے کہ میں نے طنزیہ کہا کہ تو بڑی پیروں کو پکارتی ہے۔ دیکھتے ہیں پیر تیری مدد کیسے کرتے ہیں۔ وہ کہتی ہے کی یہ الفاظ ابھی میرے منہ سے نکلے ہی تھے کہ ہمارے گاؤں کا ٹرالی ٹریکٹر آ گیا تو ہمارے بھائی اقبال کے کہنے پر جو اس وقت ہمارے ساتھ تھا۔ اُنھوں نے ہمیں بھی بیٹھا لیا اور ہم گاؤں بخیریت پہنچ گئے۔ گاؤں پہنچنے پر بھائی اقبال نے بتایا کہ میرے پوچھنے پر ٹریکٹر والوں نے بتایا کہ نو بجے جب ہم سونے لگے تو ایک بزرگ نے مجھ سے کہا کہ علی پور سے کچھ مسافر آئے ہیں وہ پریشان پنسرہ سٹاپ پر بیٹھے ہیں جاؤ اُنھیں لے آؤ۔ میں نے جواب دیا سردی ہے۔ میں نہیں جاؤں گا۔ اُنھوں نے دوسری مرتبہ پھر کہا میں نے پھر نہ کی تو اُنھوں نے مجھے تھپڑ مارا جس کا درد اب بھی ہو رہا ہے اور فرمایا کہ ہمارے مرید سردی میں ٹھٹھر رہے ہیں اور تو جانے سے انکار کر رہا ہے۔ وہ ٹریکٹر والا کہتا ہے میں اُن کے یہ کہنے پر اُٹھا فوراً گاڑی نکالی اور آپ کو لینے آ گیا۔ دولت بی بی کہتی

ہے اگلے دِن ہم نے اُس ٹریکٹر والے کو حضرت پیر سیّد جماعت علی شاہؒ علی پوری کی تصویر دکھائی تو اس نے فوراً کہا یہی وہ ہستی ہے۔ جس نے مجھے آپ کو لانے کا حکم صادر کیا تھا بعدازں وہ ٹریکٹر والا حضرت پیر سیّد خورشید حسین شاہؒ جماعتی کے مرید ہو گیا۔ حضرت امیر ملّت پیر جماعت علی شاہؒ آج بھی ہر جگہ اپنے مریدوں کی مدد فرماتے ہیں۔ جب کوئی غم زدہ اُنھیں پکارتا ہے۔

اُوکھی بنے تے پیر پہنچ پیندااں
جے دِلوں کوئی اُنا نوں پکار دا نی

16. جان بچ گئی

صغراں بی بی ڈاکٹر محمد لطیف کی بیٹی نے بتایا کہ میرے والد کہیں سے آرہے تھے۔ ان کے پاس سامان اور روپے بھی تھے کہ سفر کے دوران میں ڈاکوؤں نے اُنھیں پکڑ کر سب مال و متاع چھین لیا اور بہت زیادہ مارا پیٹا۔ ظلم کی انتہا یہ پاؤں میں سوؤں سے سوراخ کر دیے۔ وُہ زخموں کی شدت کی وجہ سے بیہوش ہو گئے۔ اُس وقت پیر و مرشد الحاج الحافظ پیر سیّد بشیر حسین شاہؒ جماعتی تشریف لائے۔ میرے ابّا کو ہوش آیا تو اُن کے زخموں کو دیکھ کر آبدیدہ ہو گئے۔ آپؒ نے اُس وقت ارشاد فرمایا لطیف تو غم نہ کر تیری ابھی بڑی زندگی ہے تو ٹھیک ہو جائے گا اور اپنے بچوں کے ساتھ رہے گا۔ حضرت امیر ملت پیر جماعت علی شاہؒ کے روضہ مبارک پر آکر ایک رات گزارنا۔ اُس پر میرے ابّا نے روضہ مبارک پر حاضری دی اور اپنی فریاد سنائی۔ اب میرے والد صاحب بالکل ٹھیک ٹھاک ہیں۔ یہ واقعہ 1993ء کا ہے جبکہ پیر سیّد بشیر حسین شاہؒ جماعتی 1975ء میں وصال فرما گئے تھے۔ آپؒ حضرت امیر ملت پیر جماعت علی شاہؒ کے پوتے تھے اور قبلہ شمس الملت حضرت پیر طریقت الحاج الحافظ پیر سیّد نور حسین شاہؒ کے لخت جگر تھے۔

17. پھیپھڑا بالکل ٹھیک ہو گیا

یہ واقعہ بمقام بجن ضلع جھنگ، تحصیل چنیوٹ سے بخت بی بی بتاتی ہے کہ ہمارے گاؤں کے بڑھئی یوسف کو ٹی بی (TB) کا مرض تھا جس کی وجہ سے اُس کا ایک پھیپھڑا ختم ہو گیا تھا۔ ڈاکٹروں نے اُسے لاعلاج قرار دے دیا تو وہ علی پور شریف حضرت امیر ملت پیر جماعت علی شاہؒ کے روضہ مبارک پر

حاضر ہوا اور رات بھر اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتا رہا اور اگلی صبح وہ اپنے گھر فیصل آباد چلا گیا اور دِن بدن اُس کی صحت بہتر سے بہتر ہونے لگی۔ اُس نے دوبارا اُنھی ڈاکٹروں سے اپنے چیک اپ کروائے تو اُس کا پھیپھڑا بالکل ٹھیک ٹھاک تھا۔ ڈاکٹرز یہ دیکھ کر حیران رہ گئے اور اُنھوں نے یوسف سے پوچھا تم کہاں گئے تھے کس سے علاج کروایا؟ اُس نے جواب دیا کہ میں نے حضرت امیرِ ملت پیر جماعت علی شاہؒ کے روضہ مبارک پر علی پور میں حاضری دی اور اللہ تعالیٰ سے اپنی صحت کے لیے دُعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر نظرِ کرم فرمادی اور میں صحت یاب ہوگیا۔ بخت بی بی کہتی ہے کہ اب وہ بالکل ٹھیک ہے۔

18. آنکھیں بالکل ٹھیک ہوگئیں

1989ء میں جب حضرت پیر سیّد اشرف حسین شاہؒ صاحب جماعتی کی زوجہ محترمہ اپنے میکے بھلوال تشریف لے گئیں۔ جہاں میرے ننھیال بھی ہیں۔ سیّداں صاحبہ کی نظر خراب ہورہی تھی۔ کسی نے بتایا کہ سرگودھا میں آئی سپیشلسٹ ہے اُس سے اِن کی نظر چیک کروائے۔ تو ہم سب دو دِن بعد اُن کی نظر چیک کروانے کے لیے سرگودھا چلے گئے۔ ڈاکٹر سے وقت لیا نظر چیک کروائی تو ڈاکٹر نے بتایا کہ آپ کی نظر بڑی کمزور ہے اور آہستہ آہستہ ختم ہو جائے گی۔ اِس لیے آپ کو 6 نمبر کی عینک لگوانی پڑے گی۔ یہ سب کچھ سُن کر ہم سب بہت پریشان ہوئے ۔ میرے ماموں زاد بھائی پیر سیّد اعجاز شاہ صاحب جماعتی بھی اُس وقت ہمارے ساتھ تھے۔ جب ہم نے گھر آکر سارا ماجرہ بیان کیا تو سب نے سُن لیا۔ میرے ماموں جناب حضرت پیر سیّد نذیر حسین شاہ صاحب جماعتی فرمانے لگے کہ میری بیٹی نے ساری زندگی حضرت امیرِ ملّتؒ کے مہمانوں کو لنگر کھلانے (خدمت) میں صرف کی۔ جس کا یہ صلہ ملا کہ میری بیٹی کی آنکھیں ختم ہو رہی ہیں۔ ابھی اِس بات کو تین یا چار دن گزرے ہوں گے کہ بی بی صاحبہ نے بتایا کہ مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ میری نظر آگے سے بہتر ہو رہی ہے۔ اُنھیں پھر ڈاکٹر کے پاس لے جایا گیا اور نظر کا مکمل چیک اپ کرنے کی درخواست کی۔ ڈاکٹر نے کہا میں نے تو آپ پہلے بھی بتایا تھا کہ اِنھیں عینک لگے گی۔ پیر سیّد اعجاز حسین شاہ صاحب جماعتی جو انھیں لے کر ڈاکٹر کے پاس گئے تھے اُنھوں نے ڈاکٹر صاحب کو بی بی کی کیفیت بتائی۔ ڈاکٹر نے کہا ٹھیک ہے میں چیک کر لیتا ہوں۔ ڈاکٹر صاحب نے نظر چیک کی تو رپورٹس دیکھنے کے بعد حیران و پریشان ہوگئے کہ تین چار دِنوں

میں بغیر کسی دوائی کے استعمال کیے۔ اِن کی نظر ایک دم کیسے ٹھیک ہوگئی۔ نظر کا نمبر کم ہو کر صرف دو رہ گیا۔ پیر سیّد اعجاز حسین شاہ صاحب یہ سُن کر بہت خوش ہوئے اور گھر آ کر سب کو خوشی کی نوید سنائی اور کہنے لگے کہ یہ حضرت امیر ملت پیر جماعت علی شاہ ؒ کی نظر کرم ہے۔ یہ بھی آپؒ کی زندہ کرامت ہے۔

19. رقم پوری ہوگئی

خورشید بی بی بمقام ضلع راولپنڈی نے بتایا کہ وُہ 1998ء میں عمرہ پر جارہی تھیں۔ اِن کے پاس تین یا چار ہزار روپے ٹکٹ سے کم تھے اور وُہ بہت پریشان تھیں۔ جن لوگوں کے ساتھ جارہی تھیں۔ اُنھوں نے کہا کہ وہ ٹکٹ میں سے ایک پیسہ بھی کم نہیں لیں گے۔ اِس پریشانی میں وہ کہتی ہیں کہ میں حضرت امیر ملت پیر جماعت علی شاہ ؒ کے دربار پر حاضر ہوئی اور آپ کے قدموں میں بیٹھ کر رو رو کر عرض کرتی رہی کہ جناب میں آپ کی خادمہ ہوں میری مدد فرمائیں۔ قریباً ایک گھنٹہ تک روتی رہی اور پھر کسی شخص نے پوچھا کہ آپ کے پاس کتنے پیسے کم ہیں تو میں نے جواب دیا تین یا چار ہزار روپے کم ہیں تو انھوں نے مجھے چار ہزار روپے دیے اور کہا کہ یہ لیجیے اور اب سکون سے عمرہ کریں۔ اس نے کہا کہ میں نے اُس شخص کا چہرہ نہیں دیکھا۔ وہ روپے مجھے امیر ملّت ؒ نے ہی دلوائے تھے اور میں خوشی کے ساتھ آپ ؒ کے در سے گئی۔

حضرت کے در سے سب کو دلّی مرادیں ملتی ہیں۔ جن میں ادب آداب اور نیت کا خاص دخل ہے۔ اللہ تعالیٰ میرے حضرت کے در پر سب کی مرادیں پوری کرتا ہے اور تا قیامت کرتا رہے گا۔

یا رب یہ دربار جس سے ہے سارا عالم فیض یاب
جب تلک رہے دُنیا باقی دُنیا میں رکھیو کامیاب

20. بیٹے عطا ہوئے، مکان بھی ملے اور کاروبار بھی ٹھیک ہوگیا

کالے خان (بمقام سنگھ پورہ شہر لاہور) نے بتایا کہ میں بہت غریب تھا جو کاروبار بھی شروع کرتا تھا نقصان ہی ہوتا تھا۔ مکان بھی اپنا نہ تھا اور نہ ہی میرا کوئی بیٹا تھا۔ اس نے کہا کہ بڑی مشکل سے میں نے اپنے پیرو مرشد قبلہ وکعبہ حضرت شمس الملت پیر سیّد نور حسین شاہ ؒ صاحب کو اپنے گھر پر دعوت کے لیے راضی کیا۔ جب آپ میرے گھر تشریف لائے اور کھانا کھانے سے فارغ ہوئے تو

میں نے اور میری زوجہ نے درخواست کی کہ حضرت ہمارا نہ کوئی اپنا مکان ہے، نہ کوئی کاروبار ہے اور نہ اللہ تعالیٰ نے مجھے کوئی بیٹا عطا کیا ہے بلکہ چار بیٹیاں ہیں۔آپ نے فرمایا کالے خان اللہ تعالیٰ تمھیں دو بیٹے عطا کرے گا۔روپیہ پیسہ بھی دے گا اور ایک مکان کی بجائے تین تین مکان عطا کرے گا۔کالے خان نے کہا کہ حضرت، اللہ تعالیٰ نے میرے پیرومرشد قبلہ وکعبہ حضرت شمس الملت پیر سیّد نور حسین شاہؒ صاحب کی زبان سے نکلے ہوئے ایک ایک لفظ کو حقیقت میں بدل دیا اور آج میرے پاس اولاد نرینہ، مکانات موجود ہیں اور آپؒ کی نظر کرم اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے کاروبار بھی ٹھیک ٹھاک ہے۔

میرے اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امیر ملّتؒ امیر شریعت کی اولاد پاک سے جو بات بھی نکلتی ہے۔اللہ رب العزت اُسے حضورﷺ کے صدقے میں پوری فرما دیتے ہیں۔میرے حضرت کی اولاد پاک میں بلاشبہ بچہ بچہ ولی ہے۔میری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت کی اولاد پاک میں برکت عطا فرمائے اور ان سے اسی طرح تا قیامت دُنیا فیض یاب ہوتی رہے۔ آمین۔

21. دریا نے رُخ بدل لیا

محمد اشفاق بمقام لوپری والا تحصیل وزیر آباد نے بتایا کہ ہمارا گاؤں لوپری والا بالکل دریائے چناب کے کنارے پر واقع ہے اور سیلاب کے دِنوں میں دریا ہمارے گاؤں میں بہت تباہی کرتا۔ہم سب گاؤں والے بہت پریشان تھے۔ہر سال دریا ہمارے گاؤں کے قریب اور قریب ہوتا جاتا۔گاؤں والوں نے بڑی محنت اور کوشش سے بچاؤ کے لیے بند باندھا مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔دریا کے دوسری جانب چوہدری شجاعت حسین اور پرویز الٰہی نے اپنے علاقے کے بچاؤ کے لیے پُختہ اور ڈبل بند باندھا ہوا تھا۔اس وجہ سے دریا کا پانی ہماری طرف ہی آتا تھا۔چوہدری پرویز اور چوہدری شجاعت حکومت میں تھے اس لیے حکومت کی طرف سے اُن کی زمین کی جانب بندھ تعمیر کیا گیا تھا جو بہت مضبوط تھا۔ہم غریب لوگ جتنی محنت بھی کرتے سب بے کار جاتی۔آخر کار ہمارے گاؤں والوں نے مل بیٹھ کر فیصلہ کیا کہ اپنے پیرومرشد حضرت قبلہ فخر الملت الحاج الحافظ پیر سیّد افضل حسین شاہ صاحب سے درخواست کرکے یہاں آنے کی دعوت دی جائے۔چنانچہ گاؤں کے بزرگ حضرات آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تمام قصہ سُنایا اور گاؤں تشریف لانے کی درخواست کی جو آپ نے قبول فرمالی۔جمعۃ المبارک کے

دِن پیر صاحب ہمارے گاؤں تشریف لائے۔ نمازِ جمعہ ہمارے ساتھ ادا کی بلکہ نمازِ جمعہ کی امامت خود فرمائی اور فارغ ہونے کے بعد تمام گاؤں والوں کے ساتھ دریا پر تشریف لے گئے۔ یہاں فخر الملت الحاج الحافظ پیر سیّد افضل حسین شاہ صاحب نے حکم دیا کہ نوافل ادا کرے گئے۔آپ سب لوگ میری پیروی کرتے ہوئے نوافل ادا کریں۔نوافل کی ادائیگی کے بعد آپ نے دُعا فرمائی۔اشفاق لوپری والا نے بتایا کہ کچھ دِنوں بعد دریائے رُخ دوسری جانب کر لیا اور چوہدریوں کے مضبوط بند جو حکومت نے بنوائے تھے دریا نے توڑ دیے اور اُس طرف بہنا شروع کر دیا۔اس کے بعد دریا نے کبھی ہمارے گاؤں کی طرف رُخ نہیں بدلہ بلکہ اب ہمیشہ جب بھی دریا میں طغیانی آتی ہے دوسری طرف ہی تباہی ہوتی ہے۔فخر الملت الحاج الحافظ پیر سیّد افضل حسین شاہ صاحب کو دُعا کیے سات سال گزر چکے ہیں لیکن ہمارے گاؤں کو دریا نے کبھی نقصان نہیں پہنچایا۔یہ حضرت امیر ملّت کی اولاد پاک کی کرامت ہے۔اللہ تعالیٰ تا قیامت خاندانِ امیر ملّت کو شاد آباد رکھے۔آمین۔

22. تین بیٹے عطا ہوئے

مہر نور الحق بمقام آبادی مہر حکم دین مہر عبد الحق کے صاحبزادے ہیں۔جن سے حضرت امیر ملّتؒ اور آپ کی اولاد پاک کو بہت محبت ہے۔مہر نور الحق نے بتایا کہ میری چار بچیاں تھیں اور بیٹا کوئی بھی نہ تھا۔میں بہت پریشان رہتا تھا اور علاج وغیرہ بھی بہت کرواتا رہتا تھا۔مگر یہ تو اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے کہ کب بیٹا دے۔وہ مالک جب چاہتا ہے اپنے نیک بندوں کے وسیلے سے کام آسان کرتا ہے۔ایک دفعہ حضرت قبلہ پیر سیّد بشیر حسین شاہؒ صاحب جب بجوات تشریف لے جا رہے تھے تو آپ کا معمول تھا کہ جب بھی بجوات تشریف لے جاتے تو پہلے میرے ہی غریب خانے میں قیام فرماتے تھے۔جب آپؒ تشریف لائے تو مجھے پریشان دیکھ کر دریافت فرمایا تو میں نے تمام قصہ سُنایا اور عرض کی کہ جناب آپ کے ہوتے ہوئے ہمارا یہ حال ہے تو حضرت قبلہ پیر سیّد بشیر حسین شاہؒ صاحب نے اُسی وقت ہاتھ اُٹھا کر دُعا فرمائی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تجھے تین بیٹے عطا کرے گا۔اور ان کے نام یہ رکھنا۔ بعد ازاں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور حضرت قبلہ پیر سیّد بشیر حسین شاہؒ صاحب کی دُعا سے میری اہلیہ کو ایک بیٹا ہوا اور پھر جب دوسرا بیٹا ہوا تو میری اہلیہ کا آپریشن ہو گیا اور ڈاکٹر صاحبہ نے کہا کہ اب کبھی

تمھارے ہاں اولاد نہیں ہوگی۔ میں نے ڈاکٹر کی بات سُنی اور اُسی لمحے میرا خیال اپنے قبلہ پیر سیّد بشیر حسین شاہؒ صاحب کے قول کی جانب گیا کہ آپ نے تو تین بیٹوں کی دُعا کی تھی لیکن ابھی تو میرے پاس دو ہیں اور ڈاکٹر کے مطابق آئندہ میری اہلیہ کے ہاں کوئی اولاد نہ ہوگی۔ اس بات کو دو سال گزر گئے تو اتفاقاً میرا نکاح ایک ایسی عورت کے ساتھ ہو گیا جو میرے نام کو بھی سننا پسند نہیں کرتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے میری دوسری اہلیہ سے ایک بیٹا اور عطا کر دیا اور اس طرح میں حضرت قبلہ پیر سیّد بشیر حسین شاہؒ صاحب کا قول حقیقت میں بدل گیا۔ یہ سب کرم نوازیاں حضرت امیر ملّت پیر جماعت علی شاہؒ صاحب اور پیر خانے کی وجہ سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پیر خانے کا سایہ ہمارے سروں پر اسی طرح قائم و دائم رکھے۔ آمین۔

23. بیماری دور ہوگئی

شیر جان خان جماعتی بمقام کھلابٹ ٹاؤن شپ ضلع ہری پور کشمیر نے بتایا کہ 1963ء میں بہت سخت بیمار ہو گیا۔ بڑے بڑے ڈاکٹروں اور حکیموں سے علاج کروایا مگر کوئی افاقہ نہ ہوا۔ بیماری اس حد تک بڑھ گئی کہ سب گھر والے ناامید ہو گئے۔ قریباً دو ماہ گزر گئے بیماری تھی کہ جانے کا نام نہ لیتی تھی۔ گھر والے سب پریشان تھے۔ میں بالکل قریب المرگ تھا۔ ہمارے گاؤں کھبل میں حضرت نجم الملت الحاج الحافظ پیر سیّد نذر حسین شاہ صاحب، حضرت امیر ملّت پیر جماعت علی شاہؒ صاحب کا عرس مبارک کرایا کرتے تھے۔ جب آپ عرس شریف کے لیے تشریف لائے تو میری والدہ جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ نے میری والدہ ماجدہ سے میرے بارے میں پوچھا۔ تیرے بیٹے (شیر جان) کا کیا حال ہے؟ اس دفعہ عرس میں حاضر نہیں ہوا تو میری والدہ ماجدہ نے عرض کی حضور وہ تو بہت سخت بیمار ہے۔ دو ماہ ہو گئے ہے بیماری جانے کے نام نہیں لیتی۔ آپ نے فرمایا عرس کی مصروفیات سے فارغ ہو کر میں اس کی تیمارداری کے لیے آؤں گا۔ اس طرح تقریباً دو دِن کے بعد حضرت نجم الملت الحاج الحافظ پیر سیّد نذر حسین شاہ صاحب ہمارے گھر تشریف لائے۔ میری خیریت دریافت کی اور کہا کہ تو ٹھیک ہے اور انشاء اللہ حضرت امیر ملّت پیر جماعت علی شاہؒ کے صدقے تو جلد صحت یاب ہو جائے گا۔ پھر آپ نے مجھے پانی دم کر کے پینے کے لیے دیا اور کہا کہ اس

پانی کو پیتے رہنا تم ٹھیک ٹھاک ہو جاؤ گے۔ شیر جان نے کہا میں نے حضرت نجم الملت الحاج الحافظ پیر سیّد نذر حسین شاہ کا دم کیا ہوا پانی پینا شروع کر دیا۔ پانی پیتے ہوئے تین چار روز ہی گزرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے صحت عطا کر دی اور میں آہستہ آہستہ بیس پچیس دِنوں میں بالکل ٹھیک ٹھاک ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ مجھ پر بہت فضل و کرم ہے۔ شیر جان کہتا ہے جب بھی مجھے کوئی غرض یا مراد (حاجت) ہوتی ہے میں دِل میں حضرت امیر ملت پیر جماعت علی شاہؒ کو یاد کرتا ہوں اور میری مراد پوری ہو جاتی ہے۔ یہ ہے کرامت آپ کی اولاد پاک کی۔

24. مصیبت ٹل گئی

چوہدری افتخار صاحب مجھے لالہ موسےٰ کے قریب ایک گاؤں میں جہلم سے ملنے کے لیے آئے۔ میں وہاں جلسے میں حاضری کی غرض سے گیا تھا۔ چوہدری صاحب نے اپنے باقی ساتھیوں سے الگ ہو کر تنہا ہی میں مجھ سے رو کر کہا جناب میں آپ کے گھرانے کا مرید ہوں۔ اشتہار میں پڑھا تھا کہ آج یہاں فخر ملت جناب حضرت پیر سیّد افضل حسین شاہ صاحب تشریف لا رہے ہیں لیکن وہ تشریف نہیں لائے۔ سُنا ہے آپ لندن تشریف لے گئے ہیں۔ اِس لیے آپ یہاں آئے ہیں۔ اُنھوں نے بتایا کہ مجھ پر قتل کا جھوٹا مقدمہ بن گیا ہے۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں بے گناہ ہوں۔ یہ قتل میں نے نہیں بلکہ کسی اور نے کیا ہے جبکہ خواہ مخواہ یہ مقدمہ مجھ پر بن گیا ہے۔ آپ دُعا کریں کہ اِس مصیبت سے میری جان چھوٹ جائے۔ اُس نے بتایا کہ مخالفوں نے تھانہ میں تھانیدار کو اچھی رقم دے کر میرا نام پرچہ میں لکھوا دیا ہے اور اب تھانیدار میری طرف سے کسی کی بات نہیں سنتا بلکہ ناحق تنگ کرتا ہے۔ گھر پر بار بار چھاپہ مارتا ہے۔ گھر والوں کو بہت پریشان کرتا ہے حضور کیا کرے۔ میں نے انھیں اُسی وقت ایک وظیفہ بتایا اور کہا کہ اِس کا ورد جاری رکھیں اور مصیبت میں حضرت امیر ملت پیر جماعت علی شاہ صاحب کے نام کا ورد کریں اور پڑھتے رہیں۔

المدد پیر جماعت علی مشکلیں حل کروائے خُدا کا ولی

المدد پیر جماعت علی مشکلیں حل کروائے خُدا کا ولی

وہاں سے واپس آنے کے بعد اُنھوں نے ایسا ہی کیا اور کچھ دِنوں کے بعد علی پور شریف آ کر

بتایا کہ میری جان اِس عذاب سے چھوٹ گئی ہے۔آپ کے بتائے ہوئے وظیفہ کے مطابق میں نے عمل کیا اور جب تھانے حاضر ہوا تو تھانیدار نے اپنی کرسی چھوڑ کر مجھے اپنی کرسی پیش کی اور کہا کہ جناب آپ کرسی پر بیٹھیں۔ان لوگوں نے مقدمے میں پھنسانے کی ناجائز کوشش کی۔وہی تھانیدار جو میرے نام سے بھی غصہ کرتا تھا۔اب مجھے اتنی عزت اور احترام دے رہا تھا۔پھر بغیر کوئی بات کیے میرا نام پرچے سے خارج کر دیا۔یہ عزت اور برکت حضرت امیر ملت پیر جماعت علی شاہؒ صاحب کے نام کے صدقے ہی اللہ تعالیٰ نے مجھے نصیب کی وگرنہ تھانیدار تو مجھے پکا قاتل قرار دے چکا تھا۔

25. قبلہ وکعبہ الحاج الحافظ اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت شمس الملت پیر سیّد نور حسین شاہؒ صاحب کا روحانی مقام

ماسٹر نور صاحب جماعتی بمقام سوڈی تحصیل گوجرہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ نے بتایا کہ کراچی کی ڈاکٹر زبیدہ صاحبہ MBBS پہلے حضرت شمس الملت کا اتنا احترام یا خیال نہیں کرتی تھیں بلکہ جو آپ کے پاس درویش یا اور لوگ ہوتے۔وہ اِن کو ڈانٹتی رہتی تھیں کہ گھر میں اس طرح نہ کرو، گندمت ڈالو، صفائی کا خاص خیال رکھو۔شمس الملت 1976ء میں جب بھارت (انڈیا) سے واپس کراچی تشریف لائے تو ڈاکٹر صاحبہ کے پاس ٹھہرے۔آپ بیمار تھے۔ڈاکٹر صاحبہ نے علاج کے لیے کہا آپؒ نے ہاں کردی تو ڈاکٹر صاحبہ نے آپؒ کا مکمل چیک اپ کیا اور سارے ٹیسٹ لیے۔ڈاکٹروں سے مشورہ کیا۔گھر آئیں تو حضرت کی خدمت میں مصروف ہوگئیں۔ہر لمحہ آپ کی تیمارداری میں لگی رہتیں۔ایک پل بھی ایسا نہیں گزرتا تھا کہ آپؒ کی خدمت میں مصروف نہ رہی ہوں۔آپؒ کے علاوہ آپ کے آنے والے کا بھی خیال رکھتیں۔آپؒ کے درویشوں کا بھی بہت عزت واحترام کرنے لگی اور اُن کی خدمت میں بھی لگی رہتیں۔ماسٹر نور یہ دیکھ کر حیران رہ گئے اور اپنی ساتھیوں سے کہا کہ ڈاکٹر صاحبہ کی طبیعت کچھ پہلے سے مختلف ہوگئی ہے۔بہت خیال رکھتیں ہیں اور آپؒ کے کھانے پینے کی چیزیں اپنے ہاتھوں سے تیار کرتی ہیں۔شمس الملت پیر سیّد نور حسین شاہؒ صاحب جب کراچی سے علی پور تشریف لے گئے تو ڈاکٹر صاحبہ بھی علی پور تشریف لے آئی اور ہر لمحہ آپؒ کی خدمت اور تیمارداری میں گزارتیں۔آپ نے شمس الملت کی اس قدر خدمت کی کہ روزِ محشر صلہ کے وقت اللہ تعالیٰ اور اُن کے رسول ﷺ بھی اِن کے گواہ

ہوں گے۔ یہاں تک ڈاکٹر صاحبہ نے شمس الملت پیر سیّد نور حسین شاہؒ صاحب کی زندگی کے آخری ایام میں اتنی خدمت کی اپنا گھربار، خاوند، بچے اور ملازمت چھوڑ کر کراچی سے علی پور شریف آگئیں جبکہ اپنے خاوند حمید صاحب جو شمس الملت پیر سیّد نور حسین شاہؒ صاحب کے مرید تھے کو کراچی بچوں کے پاس بھیج دیا اور خود شاہؒ صاحب کی خدمت میں دِن رات ایک کر دیا۔ ماسٹر صاحب نے بتایا کہ حضرت قبلہ نجم الملت پیر سیّد نذر حسین شاہؒ صاحب ڈاکٹر صاحبہ سے فرماتے ہیں کہ نیچے غسل خانے میں آپ کے لیے ٹب میں پانی ڈلوا دیا گیا ہے۔ آپ جا کر غسل کر لیں اور کپڑے بھی تبدیل کر لیں تو ڈاکٹر صاحبہ جواب دیتیں کہ میں اپنے پیر و مُرشد کی خدمت میں ہی ٹھیک ہوں۔ میں آپ کی خدمت سے ایک پل بھی دور نہیں رہوں گی۔ آپؒ جیسی روحانی ہستی پھر اس دُنیا میں کہاں ملے گی۔ ماسٹر صاحب نے بتایا کہ جب قبلہ و کعبہ اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت الحاج الحافظ پیر سیّد نور حسین شاہؒ صاحب کا وصال ہوا تو ڈاکٹر صاحبہ نے لب کشائی کی۔ ڈاکٹر صاحبہ نے بتایا کہ جب آپؒ بھارت (انڈیا) کے دورے سے واپس تشریف لائے تھے اور میں نے آپ کے مکمل چیک اپ کی رپورٹس کا سینئر ڈاکٹروں سے مشورے کے لیے ڈسکس کیا تو ڈاکٹروں نے رپورٹس دیکھ کر حیرانی ظاہر کی اور یک زبان ہو کر کہا کہ میڈیکل ہسٹری میں اس قسم کے مریض زندگی سے ہاتھ دھو چکے ہوتے ہیں یا پھر اگر زندہ ہے تو کوما کی حالت میں مل سکتے ہیں کیونکہ ان کے دِل کے تین وال (سوراخ) بند ہیں اور صرف ایک وال بچا ہے جو مکمل طور پر کام نہیں کر رہا۔ اِس لیے یہ شخصیت جو ابھی تک زندہ ہے یہ کوئی معمولی نہیں۔ یہ کوئی روحانی طاقت ہے جو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دُنیا میں دین اور انسانیت کی خدمت کر رہی ہیں۔ آپ ہر روز تین یا چار دعوتوں میں تشریف لے جاتے ہیں، سینکڑوں لوگوں سے ملتے اُن کو بیعت کرتے اور حلقہء اسلام میں داخل کرتے تھے۔ ڈاکٹر صاحبہ جو پہلے صرف اور صرف شمس الملت پیر نور حسین شاہؒ کو اپنے شوہر کا مُرشد سمجھتی تھیں اب اُن پر یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو چکی تھی کہ آپؒ واقعی ہی اللہ تعالیٰ کے ولی کامل ہیں ایک سچے ولی ہیں اور ایسی حالت میں زندگی کے معمولات اور عبادت جاری رکھے ہوئے ہیں جس نے میڈیکل اور جدید سائنس کو بھی پیچھے چھوڑ دیا ہے اور اللہ تعالیٰ اور حضور ﷺ کی مدد کے بغیر کسی بھی ولی کے لیے یہ ممکن نہیں کہ وہ ایسی حالت میں چلتے پھرتے رہے دین اور اسلام کی خدمت کرتے رہیں۔

26. حج ادا ہوگیا

ولائتاں بی بی زوجہ علاؤالدین بمقام نکودر تحصیل و ضلع جہلم نے بتایا کہ میں نے حضرت قبلہ امیر ملت پیر سیّد جماعت علی شاہؒ صاحب کی خدمت میں عرض کی کہ جناب حج کس طرح ادا کیا جاتا ہے۔ اب دیکھیں کہ وُہ عورت جس نے کبھی سُنا تھا کہ لوگ حج کرنے جاتے ہیں اور جب اُس نے لاعلمی میں حضرت سے عرض کی کہ میں حج کے بارے میں جاننا چاہتی ہوں تو آپؒ نے فرمایا کہ رات کو اپنی چٹیا سے ڈوئی اور ڈنڈا باندھ کر سو جانا۔ میں نے حضرت قبلہ امیر ملت پیر سیّد جماعت علی شاہؒ صاحب کے قول کے مطابق رات کو سونے سے پہلے وہی عمل کیا یعنی چٹیا سے ڈوئی اور ڈنڈا باندھا اور سوگئی۔ مائی صاحبہ کہتی ہیں کہ میں دیکھتی ہوں کہ میں مکہ مکرمہ میں ہوں۔ میں نے وہ تمام مناسک حج مراحلہ وار کیے جو ایک حاجی پر حج کرتے وقت واجب ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ تمام زیارتیں بھی کیں۔ اگلی صبح جب اُٹھی تو اس طرح محسوس کر رہی تھی جیسے حج کر کے آئی ہوں جس جس جگہ کے متعلق بتاتی تھی وہ ٹھیک اُسی طرح مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں موجود ہیں۔ جو لوگ حج کر کے آئے ہوئے تھے اُنھوں نے بڑھیا کے مناسکِ حج کرنے اور زیارتوں کے متعلق صحیح صحیح نشانیاں بتانے کی تائید کی۔ مائی صاحبہ خوش خوش اپنے گاؤں میں پھرتی اور لوگوں کو بتاتی کہ میرے حضرت قبلہ امیر ملت پیر سیّد جماعت علی شاہؒ صاحب نے حج کروادیا۔

27. جلی ہوئی بچی بالکل ٹھیک ہوگئی

محترم صوفی صابر حسین بمقام کھاڈک میر پور آزاد کشمیر بیان کرتے ہیں کہ میری دو چھوٹی چھوٹی بیٹیاں آپس میں لڑ رہی تھیں کہ ایک بیٹی نے دوسرے بیٹی کو دھکا دے دیا تو وہ حلوے کے لیے تیار شدہ گرم شیرے کے کڑے میں گر گئی اور بُری طرح جھلس گئی۔ ہم بچی کا علاج و معالج کروا رہے تھے کہ پیر سیّد منور حسین شاہ صاحب کا رقعہ حافظ محمد انور تحصیل گجر خان راولپنڈی کے ذریعے مجھے ملا۔ جس میں میرے لیے حکم تھا کہ جلدی پہنچو فیصل آباد جانا ہے۔ میں نے اسی وقت اپنی ویگن نکالی اور چار پانچ آدمیوں کے ساتھ روانہ ہوگیا۔ راستے میں دیر ہوگئی اور ہم رات دس بجے علی پور شریف پہنچے۔ میں اپنے ساتھیوں کو پیر سیّد مظفر حسین شاہ صاحب کے پاس چھوڑ کر خود حضرت الحاج الحافظ پیر سیّد بشیر حسین

شاہ صاحب کے روضہ اقدس پر قدموں کی طرف بیٹھ گیا اور دِل میں جو کچھ تھا سب ایک ایک کر کے سُنا ڈالا۔ مجھے وہیں نیند آ گئی مجھے میرے ساتھیوں نے وہاں آ کر جگایا اور کہا کہ ہمارے سونے کا انتظام کرو۔ میں نے اُن کے سونے کا انتظام کروایا۔ صبح ہوئی تو میں سلام کی غرض سے قبلہ آپا جی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سلام قبول ہونے کے بعد قبلہ آپا جی نے صغراں بی بی کے ہاتھ پیغام بھجوایا کہ ہمیں گجرات (کنجاہ) تک جانا ہے جہاں ایک فوتگی میں شرکت کرنا ہے اگر تمھاری گاڑی میں جگہ ہے تو ہمیں ساتھ لے جانا۔ میں نے کہا بہت جگہ ہے آپ تیار ہو کر آ جائیں۔ اِس کے بعد آپا جی صاحبہ روضہ مبارک پر گئیں حاضری دی اور واپس آ گئیں۔ پیغام بھیجا کہ صابر حسین کو بلا کر لو۔ میں آپا جی صاحبہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو بولی اگر تمھیں کوئی تکلیف تھی تو مجھے بتا دیا ہوتا۔ روضہ مبارک پر جا کر جو تو نے اتنی داستان سنائی اور انھیں تکلیف دی۔ قبلہ آپا جی نے وہ تمام کچھ مجھے بتا دیا جو میں نے اپنے دِل ہی دِل میں قبلہ حضرت الحاج الحافظ پیر سیّد بشیر حسین شاہ صاحب کے روضہ اقدس پر کہی تھی۔ میں بہت حیران ہوا۔ قبلہ آپا جی نے مجھے ایک شیشی میں تیل دم کر کے دیا اور فرمایا کہ اب یہ تیل صرف تیل ہی نہیں رہا بلکہ کچھ اور ہی چیز بن گئی ہے۔ تم نے یہ کرنا ہے کہ بوری لے کر اُسے جلا کر اُس کی راکھ کسی برتن میں محفوظ کر لینا ہے اور اپنی بچی کے جلے ہوئے زخمی حصوں پر اس راکھ کو تیل میں ملا کر لیپ کی صورت میں لگانا ہے اللہ تعالیٰ انشاءاللہ شفا دے گا۔ اَب اِن سب باتوں سے میرا ایمان اور عقیدہ اتنا پُختا ہو چکا تھا اور مجھے یقین تھا کہ میری بچی اس کے ساتھ ٹھیک ہو جائے گی۔ میں تیل لے کر گھر چلا گیا۔ جب گھر پہنچا تو گھر والے غصے میں تھے۔ اگر بچی کو گھر نہیں لے جا سکتے تھے تو اُسے دریا برد کر دیتے تا کہ ہمیں اُس کی تکلیف تو نہ دیکھنی پڑتی۔ میں نے تیل کے لیے راکھ تیار کی۔ تیل میں ملائی یعنی مکس کی اور اپنی بچی کو کمرے میں لٹا دیا اور تیل لے کر اپنی بیوی کے ساتھ بچی کے پاس کمرے میں چلا گیا اور دروازہ بند کر لیا۔ باقی گھر والوں کے شور مچا رہے تم ظالم ہو بچی پر ظلم نہ کرو ان تمام باتوں کے باوجود میں نے کسی کو اندر آنے کی اجازت نہ دی۔ جب بچی کے زخموں پر راکھ اور تیل ملا مرہم لگایا تو پہلے اُسے شدید تکلیف محسوس ہوئی لیکن چند منٹوں بعد اُسے سکون سا ہو گیا اور وہ سو گئی جبکہ کمرے سے باہر موجود گھر والوں نے سمجھا کہ بچی بے ہوش ہو گئی ہے۔ میں نے جیسے ہی دروازہ کھول سب کے سب لوگ اندر کمرے میں آ گئے اور یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ بچی بے ہوش نہیں ہوئی بلکہ سو رہی ہے۔ تیل کے لیپ کی وجہ بچی کی

حالت بہتر سے بہتر ہوتی گئی اور چند دِنوں میں وہ بالکل ٹھیک ہوگی۔ میرے گھر والے اور عزیز رشتہ دار یہ دیکھ کر دنگ رہ گئے کہ اتنی قیمتی ٹیوبز سے اِسے فرق نہیں پڑا لیکن اس تیل سے یہ بالکل ٹھیک ٹھاک ہوگئی۔ صابر حسین بتاتا ہے قبلہ آپا جی صاحبہ کا دیا ہوا تیل اب بھی میرے پاس محفوظ ہے اور اِس سے بہت سارے اور لوگ بھی فیض یاب ہوئے ہیں۔

28. دُھوبی کو ولی اللہ بنادیا

صوفی صابر صاحب بمقام کھاڑک میر پور آزاد کشمیر نے بتایا کہ مجھے گھمگول شریف جاکر زندہ پیر کی زیارت کرنے کا بہت شوق تھا۔ میں نے اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ جن میں کچھ زندہ پیر کے مرید بھی تھے۔ 1997ء میں میر پور سے گھمگول شیر پہنچے۔ اُن کے مرید پہلے بھی کافی دفعہ وہاں حاضر ہو چکے تھے لیکن ان کے ساتھ ہم سات آدمی پہلی دفعہ وہاں گئے تھے۔ رات نو بجے ہم وہاں پہنچے تھے اور قریباً گیارہ بجے کھانا کھایا۔ اس کے بعد وہاں کے خلیفوں نے کہا کہ پیر صاحب نے فرمایا ہے کہ رات بارہ بجے عشاء کی نماز باجماعت ادا کرنی ہے۔ چنانچہ عشاء کی نماز ادا کی۔ عشاء کی نماز میں قریباً ستر کے قریب آدمی تھے لیکن نماز کے بعد وہاں صرف ہم سترہ آدمی رہ گئے تھے۔ ہمیں پٹھانوں نے ساری رات عبادت کے لیے جگائے رکھا۔ صابر صاحب کہتے ہیں میں نے اُن سے کہا کہ میں گاڑی چلا (ڈرائیو) کر کے لایا ہوں اور بہت زیادہ تھک گیا ہوں۔ اس لیے مہربانی کریں اور مجھے کچھ دیر آرام کرنے دیں لیکن اُنھوں نے میری ایک نہ سنی۔ تمام رات ہم سب سے عبادت کرواتے رہے۔ میں نے سوچا کہ صبح میں پیر صاحب سے ضرور بات کروں گا اور جب صبح کی نماز کے بعد پیر صاحب نے بلایا۔ ہم سب پیر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو میں نے کہا جناب ہم تو یہاں سکون اور آرام کے لیے آئے تھے مگر آپ کے حکم پر آپ کے خلیفوں نے زبردستی ہم سے تمام رات عبادت کروائی۔ ہم نیند میں ہی عبادت کرتے رہے۔ معلوم نہیں ثواب ملے گا یا گناہ۔ اگر گناہ ملا تو آپ کے سر۔ پیر صاحب ہمیں ڈانٹنے لگے تو میں نے کہا جناب گستاخی معاف ہمارے پیر خانے جیسا کوئی پیر خانہ نہیں ہوسکتا تو انھوں نے پوچھا تمھارا کون سا پیر خانہ ہے۔ میں نے جواب دیا کہ حضرت الحاج الحافظ امیر ملت پیر سیّد جماعت علی شاہؒ صاحب علی پور سیّداں شریف کا آستانہ عالیہ ہے۔ میرا یہ کہنا تھا کہ زندہ پیر صاحب اپنی جگہ سے اُٹھے اور مجھے گلے لگا لیا اور فرمایا کہ واقعی آپ کے پیر خانے کی نرالی ہی شان ہے۔ یہ کہتے ہو

ئے پیر صاحب کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور کہا کہ یہ پیر خانہ بھی اُنہیں کا صدقہ ہے۔ میں شکر گڑھ کے بارڈر (پاکستان بھارت سرحد) پر فوج میں دھوبی کا کام کرتا تھا۔ ایک روز صبح کے وقت جب میں اپنے افسروں کی وردیاں استری کر کے دینے جا رہا تھا تو راستے میں قریباً دس ایکٹر کے فاصلے پر سفید گھوڑے پر سوار، سفید لباس والے کا شخص کو دیکھا تو ہمارے افسران بالا نے حکم صادر کیا کہ سفید گھوڑے والے شخص کو پکڑ و۔ یہ نہیں جانتا کہ اس علاقہ میں کوئی نہیں پھر سکتا کیونکہ یہ عام لوگ کے لیے ممنوعہ علاقہ ہے لیکن وہ سوار جب فوج سے ایک ایکٹر کے فاصلے پر ہوگا تو وہ گھوڑے سمیت غائب ہو گیا اور ہم سب سے دور بھارت (انڈیا) کی سرحد میں نظر آیا چند لمحوں بعد نظروں سے اُوجھل ہو گیا۔ ہم سب بہت حیران ہوئے پھر کچھ دیر بعد واپسی پر یہی واقعہ پیش آیا۔ میں نے ایک فوجی سے سائیکل لی اور اُن کا پیچھا کیا۔ وہ آگے کچھ فاصلے پر تھے اور میں پیچھے تھا۔ میں شکر گڑھ شہر کے ایک ہوٹل والے سے پوچھا کہ یہ گھوڑے پر سوار کون ہے تو اُس نے کہا کہ تم نہیں جانتے انہیں تو زمانہ جانتا ہے یہ اعلیٰ حضرت، مجدد دین وملت حضرت امیر ملت پیر جماعت علی شاہؒ صاحب کے پوتے پیر سیّد بشیر حسین شاہ صاحب جماعتی علی پوری ہیں۔ پھر میں نے اس سے اِن کے متعلق مکمل تفصیلات لی اور اگلے ہی دِن اپنے افسران بالا سے چھٹی لے کر سیدھا علی پور سیّداں کی طرف منہ کیا اور پیر سیّد بشیر حسین شاہ صاحب جماعتی علی پوری کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ آپ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا اور بارڈر پر جو واقعہ میں نے دیکھا سنانے کے لیے لب کشائی کی ہی تھی کہ آپؒ نے فرمایا کہ خاموش ہو جا۔ ایسی باتیں راز رکھنی چاہیں۔ مجھے معلوم ہے تم نے بارڈر پر مجھے ہی دیکھا تھا۔ اب تمھاری ڈیوٹی فوجیوں کے کپڑے دھونے اور استری کرنے کی نہیں بلکہ تم سے اللہ کی مخلوق کو بہت فیض حاصل ہوگا اور تمھاری ڈیوٹی اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہم نے گھمکول شریف میں لگادی ہے۔ بس تب سے ہم یہیں ہیں۔ پھر زندہ پیر صاحب زار و قطار رونے لگے اور کہا کہ ایسی ہستیاں دُنیا میں کم ہی پیدا ہوتی ہیں۔ مجھ جیسے نکمے آدمی کو ایک دھوبی سے ولی اللہ بنا دیتے ہیں۔ یہ سب علی پور شریف والوں کا کرم ہے پھر آپ نے یہ شعر پڑھا۔

جب تک بکے نہ تھے کوئی پوچھتا نہ تھا
تو نے ہمیں خرید کر انمول کر دیا

صوفی صابر صاحب نے کہا میں ایسے گھرانے کا خادم ہوں جس کے تمام پیر صاحبان ایسے

ہیں کہ چوروں کو قطب بنا دیتے ہیں۔ کسی چیز کی کمی نہیں رکھتے منگتوں کا دامن بھر بھر کے کہتے ہیں اور لو اور پھر منگتوں کی لاج رکھتے ہیں کہ کوئی محروم نہیں لوٹتا۔

تیرے کرم سے بے نیاز کون سی شے ملی نہیں
جھولی ہی میری تنگ ہے تیرے یہاں کمی نہیں

29. ولیوں کا اقرار

حضرت پیر طریقت رہبر شریعت عاشق رسول ﷺ پیر سیّد جماعت علی شاہؒ صاحب علی پوری آستانہ عالیہ لاثانی سرکار سے اُن کے کسی مرید نے کہا کہ حضور میں آج قبلہ امیر ملت پیر جماعت علی شاہؒ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا اُن کا بچھونا مخمل اور بستر ویلوٹ (شنیل) کا تھا اور قبلہ امیر ملت پیر جماعت علی شاہؒ صاحب آرام فرما رہے تھے لیکن حضور آپ خالی چارپائی پر آرام کرتے ہیں۔ قبلہ لاثانی سرکار نے فرمایا کہ وہ پھر بھی ہم سے بہتر ہیں۔ اس شخص نے پہلے اپنے مرشد کی جانب حیرت سے دیکھا اور پھر عرض کی کہ حضور وہ کیسے۔ تو آپ نے فرمایا کہ اتنے آرام دہ بستر پر سو کر بھی تہجد کے لیے رات کو گہری نیند سے بیدار ہو کر ساری رات اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف رہنا ان ہی کا کام ہے اور ہم اس چارپائی پر بستر کے بغیر اس لیے سوتے ہیں کہ ہماری تہجد کی نماز نہ چھوٹ جائے۔

30. اولاد عطا ہوگئی

جناب مقصود صاحب بمقام کھی مانہ علاقہ بجوات نے بتایا کہ ہمارے والد ماجد جناب نور محمد صاحب نے بتایا کرتے تھے ہمارے پچھلے گاؤں ٹکری ضلع جموں و کشمیر میں ایک سکھوں کا بہت مشہور اور دولت مند گھرانہ تھا۔ سکھوں کے سردار کے پاس دو مربع زمین اور بہت روپیہ پیسہ بھی تھا لیکن اس کی کوئی اولاد نہیں تھی جس کی وجہ سے وہ بہت پریشان تھا۔ اس نے بہت علاج وغیرہ بھی کروایا مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ میرے دادا جی کو جب علم ہوا تو اُنھوں نے سردار سے کہا کہ ہمارے پیر صاحب کو مل کر اپنی ساری داستان بیان کرو۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اولاد ضرور دے گا۔ اس نے پوچھا کہ تمھارے پیر صاحب کہاں کے رہنے والے ہیں تو اُنھوں نے جواب دیا۔ میرا پیر خانہ بڑا الجپال ہے اور میرے پیر و مُرشد قبلہ امیر ملت

پیر جماعت علی شاہؒ صاحب علی پور سیّداں شریف کے صاحبزادے پیر طریقت رہبر شریعت خلفیہ دوئم پیر خادم حسین شاہؒ صاحب ہیں۔سردار صاحب نے کہا کہ جب آپ کے پیر صاحب یہاں تشریف لائیں تو مجھے ضرور اطلاع کردینا۔میں اُن سے ملاقات کے لیے پہنچ جاؤں گا۔میں نے اپنے مذہب کے لوگوں سے بہت علاج اور دم وغیرہ کروائے لیکن کہیں سے فیض نصیب نہیں ہوا۔اچھا ٹھیک ہے اب آپ کے پیر صاحب سے مل لیتے ہیں۔جب آپؒ تشریف لائیں تو میں نے سردار صاحب کو اطلاع کردی۔سردار صاحب آئے اور میرے پیر ومُرشد پیر خادم حسین شاہؒ صاحب سے شرف ملاقات کے لیے مجھ کہا۔میں نے اِس کے لیے اپنے پیرومرشد سے اجازت طلب کی اور سردار صاحب آپؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔سردار صاحب آپؒ سے مل کر بہت خوش ہوئے اور رو رو کر اپنی ساری داستان حضور کے گوش وگزار کی۔ میرے پیرومرشد خادم حسین شاہؒ صاحب نے فرمایا سب مل کر اس کے لیے دُعا کرو اور خود بھی ہاتھ اُٹھا کر خصوصی دُعا فرمائی اور فرمایا سردار جی اللہ تعالیٰ تم کو ایک بیٹا اور ایک بیٹی عطا فرمائے گا۔ اگلے ہی سال اللہ تعالیٰ نے اُس پر رحمت کی اور بیٹا عطا کیا۔سردار صاحب بہت خوش ہوا۔ پیرومُرشد قبلہ امیر ملت پیر جماعت علی شاہؒ صاحب علی پور سیّداں شریف کے آستانہ عالیہ پر حاضری دی اور پھر اِس نے چودہ ایکٹرز مین آپ کی خدمت میں نذرانے کے طور پر پیش کی۔

31. جان بچ گئی

جناب محمد شفیع صاحب بمقام پکھی ماند بجوات نے بتایا کہ بجوات میں پچاسی گاؤں آباد ہیں اور یہ سیالکوٹ بارڈر پر واقع ہے۔ بجوات ایسا علاقہ ہے جس کے تین اطراف بھارت (انڈیا) جبکہ ایک طرف پاکستان ہے اس لحاظ سے بجوات کا سارا علاقہ بارڈر ہی تصور کیا جاسکتا ہے۔جس کی وجہ سے پاکستان آرمی کو اس علاقہ کی حفاظت کرنی بہت مشکل ہی نہیں بلکہ ایک طرح سے ناممکن ہی ہے۔جب بھارت (انڈیا) نے 1971ء میں پاکستان پر حملہ کیا تو بجوات کا علاقہ ہمارے ہاتھ سے فوج کے کم ہونے کی وجہ سے جاتا رہا اور بھارت نے اس پر قبضہ کرلیا۔جناب محمد شفیع صاحب نے بتایا کہ جنگ کے خطرے کی وجہ سے پہلے ہی یہ علاقہ خالی کرا دیا گیا تھا لیکن اس کے باوجود چند لوگوں کو ضروری اشیاء اور قیمتی سامان کی وجہ سے وہاں بھیجا گیا تا کہ اِن اشیاء اور قیمتی سامان کو کسی محفوظ مقام پر بحفاظت رکھ کر

اپنے باقی ساتھیوں سے سیالکوٹ آملیں۔ وہ کہتے ہیں جب ہم بجوات جارہے تھے کہ راستے میں آرمی کے بیس پچیس جوان ہم نے اپنے سے چالیس پچاس قدم دور دیکھے میں نے سمجھا کہ یہ ہماری فوج کے جوان ہیں اور ہمارے علاقے کی حفاظت اور دفاع کے لیے آرہے ہیں۔ایک فوجی نے ہمیں اشارے سے اپنی طرف بلایا لیکن میں نے کہا تم آگے آجاؤ۔ میں ایک لمحہ کے لیے رُکا لیکن دوسرے ہی لمحے اُس فوجی نے ہم پر فائر کھول دیا۔ میں اور میرے ساتھی یک دم دیوار کے پیچھے چھپ گئے۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ یار یہ تو بھارت کی فوج کے جوان ہیں۔ اب کیا تھا موت سامنے نظر آرہی تھی اور ہم کلمہ طیبہ کا ورد کرتے کرتے جان بچا کر گاؤں سے باہر نکلے تو سامنے پھر بھارتی فوجی تھے اُن کو دیکھ کر تو سکتہ طاری ہوگیا۔ میں نے اپنے پیرو مرشد کو اُسی وقت دِل ہی دِل میں یاد کرنا شروع کر دیا اور کہا کہ آج اپنے مرید کو بچالو، آج میری مدد کرو، آج میں بہت مصیبت میں ہوں۔ اُس نے کہا کہ جیسے جیسے میں نے اپنے پیرو مرشد کو یاد کیا میرے دِل سے موت کا خوف جاتا رہا۔ میں نے اپنے دوسرے ساتھیوں کو ساتھ لیا اور دریا کی جانب چل پڑے۔ کبھی درختوں کے پیچھے چھپتے، تو کبھی زمین پر لیٹ جاتے۔ بھارتی فوج کے جوان ہمارے پیچھے پیچھے تھے۔ تھوڑی دور گئے تو پیچھے سے فوجی جوان بالکل ہمارے قریب آگئے اور ہم پر فائر کھول دیا لیکن خوش قسمتی سے ہم اُن کی اس فائرنگ سے بچ گئے۔ میں دِل ہی دِل میں پیرو مرشد قبلہ پیر سیّد نذر حسین شاہؒ صاحب کو یاد کرتا رہا۔ ہم کل چار آدمی تھی لیکن نجانے دو آدمی اور کہاں سے آگئے جو کہہ رہے تھے کہ ایک جگہ تو بھارتی فوجی بالکل ہمارے سامنے آگئے تھے۔ ہم نے کلمہ طیبہ پڑھنا شروع کر دیا۔ وہ بالکل ہمارے قریب آکر کہنے لگے آدمی ابھی تو تھے اب کہاں غائب ہوگئے ہیں۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے ہم بھارتی فوجیوں کو دیکھائی نہیں دے رہے تھے۔ ہم نے حوصلہ کرکے بھارتی فوجیوں کے قریب سے دبے پاؤں چلنا شروع کر دیا۔ چلتے رہے۔ چلتے رہے اور رات دس بجے کے قریب ہم سید پور دریائے توی پر پہنچ گئے۔ ہم نے دریائے توی عبور کیا اور رات بحفاظت سید پور میں رہے اور علی الصباح ہم سیالکوٹ اپنے دوسرے ساتھیوں کے ساتھ آملیں۔ سالانہ عرس کے موقع پر جب میں اپنے پیرو مرشد قبلہ پیر سیّد نذر حسین شاہؒ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؒ دیکھ کر مُسکرا دیئے اور فرمایا اللہ تعالیٰ کا شُکر بھی ادا کرنا تھا کہ جان بچ گئی۔ شفیع محمد صاحب کہتے ہیں میں سُن کر

حیران رہ گیا کہ آپؒ کو کیسے پتہ چلا۔ یہ سب قبلہ امیر ملت پیر جماعت علی شاہؒ صاحب کے صدقہ ہوا۔ حقیقت میں آپ کا گھرانہ لجپال گھرانہ ہے اور مجھے فخر ہے کہ میں اس گھرانے کا خادم ہوں۔

32. گھر آرام سے پہنچ گیا

واقعہ خود میرے ساتھ پیش آیا۔ 28 فروری کو میں چک نمبر 6 جنوبی تحصیل ضلع بھلوال سرگودھا اپنے ننھال گیا۔ تین دِن قیام کے بعد وہاں سے تین کلومیٹر دور شہر بھلوال میں ڈاکٹر کے پاس میں اپنے کان چیک کروانے کے لیے گیا۔ دُوکان میں گیس والا ہیٹر چل رہا تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے میرے کان میں دوائی ڈالنے کے لیے مجھے لیٹنے کے لیے کہا میں لیٹ گیا اور ڈاکٹر صاحب نے میرے کان میں دوائی ڈالی تو مجھے چکر آنے لگے۔ گیس ہیٹر کی گیس میرے دماغ کو چڑھ گئی۔ مجھے کچھ ہوش نہ رہا۔ میرے ساتھ ایک لڑکا اور گیا تھا۔ ہم دونوں الگ الگ سائیکل پر سوار ہو کر گئے تھے۔ میں چکروں کی وجہ سے ٹھیک طور پر کھڑا بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ دوسرے ہمارے پاس سائیکلیں بھی دو تھیں۔ علیحدہ علیحدہ چلا کر گھر پہنچنا تھا کیونکہ میں اس پوزیشن میں نہیں تھا کہ اپنی سائیکل پکڑ کر اُس کے ساتھ بیٹھ جاتا۔ میں نے آرام کے لیے بوتل بھی پی لیکن پھر بھی افاقہ نہیں ہوا۔ آخر کار قبلہ حضرت امیر ملت پیر جماعت علی شاہؒ صاحب کو یاد کرتے ہوئے مدد کے لیے پکارا۔ مجھے یاد نہیں کہ کس طرح میں سائیکل چلاتا رہا۔ مجھ پر نیم بے ہوشی طاری تھی۔ بس مجھے اتنا معلوم تھا کہ میں سائیکل چلاتا آیا ہوں اور سائیکل کھڑا کیا اور چارپائی پر دراز ہو گیا۔ قریباً تین یا چار گھنٹے بعد جب مجھے ہوش آیا تو میں بالکل ٹھیک ٹھاک تھا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ مجھے بعض میں خیال آیا کہ میں تو ٹھیک سے کھڑا بھی نہیں ہو سکتا تھا تو خود ہی سائیکل چلا کر گھر کیسے پہنچ گیا۔ یہ سب حضرت کا صدقہ ہی تھا اور اللہ تعالیٰ کا خاص کرم کہ میں صحیح سلامت گھر پہنچ گیا۔

33. پاؤں کا کینسر دور ہو گیا

صوفی بدیع الزّمان بمقام کھلا بٹ ٹاؤن شپ سیکٹر نمبر 4، ضلع و تحصیل میر پور نے بتایا کہ میرے پاؤں میں بہت زیادہ دور تھا اور مجھے ایک ڈاکٹر نے کہا کہ تمھارے پاؤں میں کینسر ہے۔ میں بہت زیادہ پریشان ہوا اور رونے لگا۔ گھر آ کر جب میں رات کو سو گیا تو خواب میں حضرت امیر ملت کی

زیارت ہوئی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت کیا کہ اب تیرے پاؤں کی تکلیف کیسی ہے۔ میں نے جواباً عرض کیا کہ جناب آپ کے تشریف لانے سے میری تکلیف دور ہوگئی ہے۔ آپ نے فرمایا تو تکلیف میں تھا۔ مجھے معلوم ہوا تو میں فوراً تیری عیادت کے لیے آ گیا۔ اب تو بالکل ٹھیک ٹھاک ہوگیا ہے۔ صوفی صاحب نے کہا اس دِن کے بعد ایک سال گزر چکا ہے۔ مجھے کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اولیا اللہ دُنیا سے پردہ فرمانے کے بعد اپنے عقیدت مندوں کے تمام حالات سے آگاہ ہوتے ہیں اور جب اُن کو تکلیف محسوس ہو تو اللہ تعالیٰ سے اُن کی پریشانی دور کرواتے ہیں چنانچہ حضرت امیر ملت پیر جماعت علی شاہؒ اپنے تمام عقیدت مندوں کی خبر رکھتے ہیں اور جب ان کو کوئی دِل سے یاد کرتا ہے تو آپؒ خود تشریف لا کر اُس کی حاجت روائی کرتے ہیں اور جو کوئی تکلیف ہو وہ دور فرماتے ہیں۔

اوکھی بنے تے پیر پہنچ پیندا

34. حضرت نے ارادہ معلوم کرلیا

صوفی بدیع الزّمان بمقام کھلابٹ ٹاؤن شپ سیکٹر نمبر 4، ضلع و تحصیل میر پور نے ایک اور واقعہ بیان کرتے ہوئے بتایا کہ 1936ء میں جب حضرت امیر ملت پیر جماعت علی شاہؒ کوہ مری تشریف لے گئے تو میں بھی آپؒ کے ہمراہ تھا۔ حضرت نے حکم دیا کہ کہیں سے ساگ لے کر آؤ۔ میرے ساتھ ایک اور آدمی جمال خان نام کا تھا۔ جب ہم جا رہے تھے تو راستے میں ناشپاتی کا ایک درخت نظر آیا میں نے ناشپاتی توڑنے کا اُرادہ کیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت امیر ملتؒ ہمارے پاس سے گزرے تو میں ناشپاتی نہ توڑ سکا۔ جب ہم ساگ لے کے واپس آئے تو حضرت امیر ملتؒ نے فرمایا بدیع الزمان کمرے کی چابی لو اور اپنے پاس رکھو۔ کمرے میں ہر قسم کا پھل ہے جو جی چاہے کھاؤ۔ معلوم ہوا کہ حضرت امیر ملتؒ نے کشف کے ذریعے سے اُس کا اِرادہ معلوم کرلیا تھا اور جان لیا تھا کہ اِس کے دِل میں کیا بات ہے۔ اِس کو برائی سے بھی بچالیا اور پھل بھی کھلا دیا۔

نگاہِ ولی میں یہ تاثیر دیکھی
بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

35. چوٹ والی جگہ کوئی تکلیف نہ ہوئی

حافظ محمد ظفر جماعتی بمقام تاجو والی تحصیل شکر گڑھ ضلع نارووال نے بتایا کہ 11 مئی 1999ء عرس کے موقع پر جب میں دربار شریف کے صحن سے گزر رہا تھا تو ایسا معلوم ہوا کہ کسی نے زور سے میرے سر پر مارا ہے۔ جس سے میں زمین پر گر گیا تو کسی سفید لباس والی نورانی چہرے والی شخصیت نے مجھے اُٹھایا اور جہاں چوٹ آئی تھی۔ وہاں اپنا ہاتھ پھیرا۔ اُس کے بعد چوٹ والی جگہ پر نہ کوئی زخم آیا نہ کوئی درد محسوس ہوا۔ اُسی وقت میں بالکل ٹھیک تھا۔ ظفر سے پوچھنے پر جو اُس نے حلیہ بتایا۔ اس کے مطابقت جب میں نے حضرت شمس الملت پیر سیّد نور حسین شاہؒ صاحب کی تصویر دکھائی تو اُس نے کہا ہے یہ وہی ہستی ہیں۔ اتنے رش میں میرے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا لیکن کسی کو خبر تک نہ ہوئی۔

36. خواب سچ ہو گیا

حکیم غلام سرور خان لودھی ضلع جھنگ تھانہ بھوانہ نے بتایا کہ 13 اگست 1972ء کو میرے حضرت پیر سیّد الحاج شمس الملتؒ بھلوال میں صبح تقریباً اڑھائی بجے تہجد کی نماز کے لیے اُٹھے تو اپنے درویش کو بلا کر کہا کہ سامان بیگ میں بند کرو۔ انشاء اللہ ٹھیک نو بجے بھوانہ گھوالہ حکیم غلام سرور خان لودھی کے گھر پہنچنا ہے۔ کھانا وہاں تیار ہو رہا ہے۔ درویش نے آپؒ کے حکم پر لبیک کہا۔ دوسری جانب اِدھر بھوانہ میں میں سحری کے وقت حکیم غلام سرور خان لودھی نے تہجد کی نماز ادا کی کہتا ہے کہ لیٹا تو مجھے نیند آ گئی تو حضرت قبلہ شمس الملت نے خواب میں حکم فرمایا کہ کھانا جلدی تیار کروا لو میں نے تمہارے گھر سے جلدی ملتان کے لیے نکلنا ہے۔ حکیم غلام سرور خان لودھی نے کہا میں نے صبح مسجد میں اعلان کروا دیا کہ پیر صاحب تشریف لا رہے ہیں۔ جس کسی کو زیارت یا شرف ملاقات کرنا ہو وہ جلدی جلدی پہنچ جائے۔ حکیم صاحب کہتے ہیں میں نے جلدی جلدی کھانا تیار کروایا۔ اسی اثناء میں گاؤں کے لوگ جوق در جوق گھر میں جمع ہونے لگے۔ جب پونے نو بجے تو لوگوں نے حکیم صاحب سے کہا۔ وہ تو خواب کی بات تھی نو تو بجنے والے ہیں کھانا تو اب ہمیں کھلا دو۔ اتنے میں پورے نو بج گئے۔ خواب نے حقیقیت کا روپ دھار لیا حضرت شمس الملت پیر سیّد نور حسین شاہؒ صاحب حکیم صاحب کے پاس پہنچ گئے۔ تمام لوگ ورطہء حیرت میں پڑ گئے اور حیرانی کے عالم میں ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔ میں

نے کہا حضرت مہمان زیادہ ہیں کھانا کم محسوس ہوتا ہے۔آپؒ نے فرمایا میں بھلوال سے آیا ہوں اور میرے حضرت نے فرمایا کہ کھانا چاہے مہمانوں سے کم ہے لیکن پورا بھی ہوگا اور بڑھ بھی جائے گا۔تم کھانا کھلانا شروع کروا دو۔کھانے کے بعد تم نے ہمارے ساتھ ملتان جانا ہے۔

37. حضرت قبلہ شمس الملت کی دُعا سے اللہ تعالیٰ نے پانچ بیٹے عطا کیے

حکیم غلام سرور خان لودھی ضلع جھنگ نے بتایا کہ 8 مارچ 1970ء کو میرے قبلہ عالم شمس الملتؒ میرے گھر تشریف فرما تھے۔میرے ابا جان نے حضور شمس الملت سے التجا کی کہ میرا ایک بچہ ہے۔آپ دُعا فرمائیں کہ اس کے ہاں اللہ تعالیٰ پانچ چھ بچے عطا کرے۔حضرت قبلہ شمس الملتؒ پہلے مسکرائے اور پھر خوش ہو کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے انشاءاللہ پانچ بچے ہوں گے اور پانچوں کے نام نور احمد، احمد نواز، محمد احمد، احمد رضا اور اکرام بھی رکھ دیئے۔ساتھ ہی ابا جان سے کہ آپ بھی دُعا فرمائیں تو ابا جی بہت خوش ہوئے۔اللہ تعالیٰ نے قبلہ شمس الملتؒ کی دُعا کو قبول فرمایا اور آپؒ کے قول کے مطابق حکیم صاحب کو اللہ تعالیٰ نے پانچ بیٹے عطا کیے۔جن کے نام بھی وہی رکھے گئے اور اب وہ تمام اللہ تعالیٰ کے فضل سے قبلہ حضرت کی دعاؤں سے دُنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ حافظِ قرآن ہیں اور اللہ کی مخلوق کی خدمت کر رہے ہیں۔

38. بیماری دور ہوگئی

محمد انور ولد غلام قادر (مرحوم) بمقام چک نمبر 164 مہیس چک جھمرہ ضلع فیصل آباد نے بتایا کہ حضور فخر الملت چند سال قبل اگست 1995ء کو ہمارے گاؤں ایک فوتگی پر تشریف لائے۔یہاں کے لوگ آپؒ کے بہت زیادہ عقیدت مند تھے۔آپ کی تشریف آوری پر میں فیکٹری میں ڈیوٹی پر تھا۔آپؒ کی آمد کا علم ہوتے ہی میں فوراً گھر واپس پہنچا تو معلوم ہوا کہ پیر صاحب ایک آدمی کے گھر فاتحہ خوانی کے لیے تشریف فرما ہیں۔میں نے آپ کی خدمت میں حاضری دی اور کچھ دیر آپؒ کے سایہ رحمت میں بیٹھا رہا۔بعد ازاں میں نے حضور کی خدمت میں عرض کی اگر آپؒ میرے غریب خانے پر تشریف لائیں تو میری بڑی حوصلہ افزائی ہوگی۔آپؒ نے میری گزارش کو سراہا اور بڑی محبت اور شفقت کے ساتھ میرے گھر تشریف فرما ہوئے۔گرمی کا موسم تھا اور سورج ایسے آگ اُگل رہا تھا کہ جیسے

آج ہی سب جلا کر رکھ دے گا۔ آپ نے جلدی جانے کا بھی مجھ بتا دیا تھا۔ لہذا گھر پہنچنے پر آپ نیچے بیٹھک (مہمان خانہ) میں ہی تشریف فرما ہوئے۔ میں نے اپنے تیں بھرپور کوشش کر کے خدمت کا شرف حاصل کیا اور ڈرتے ڈرتے اپنی عرض سننے کے لیے کہا۔ آپؒ نے فرمایا بتا بات کیا ہے۔ میں نے عرض کی حضور میں بیوی پندرہ، سولہ سال سے عورتوں کی پیچیدہ بیماریں میں مبتلا ہے۔ بڑے علاج کروائے مگر کسی جگہ سے بھی فیض صحت نہیں ملا۔ یہاں تک کہ سپیشلسٹ گائنا کالوجسٹ سے بھی چیک اپ کروا ئے لیکن اس موذی مرض سے چھٹکارا نہیں ملا۔ اس مرض کی وجہ سے میری بیوی بچے کو دودھ بھی پلا نہیں سکتی۔ اب نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ مزید علاج کے لیے پیسے بھی نہیں رہے۔ میں بہت سخت پریشان ہوں آپؒ ہی میری مدد فرمایے۔ حضور قبلہ فخر الملت نے فرمایا تو فکر نہ کر مرض کتنا ہی خطرناک کیوں نہ ہو ان شاء اللہ میرا مولا ضرور شفائے کاملا عطا فرمائے گا۔ 18 اگست کو فیصل آباد میں محفلِ میلاد ہے۔ میں ان شاء اللہ دوبار یہاں شرکت کے لیے آؤں گا۔ اتنی دیر میں تم نے یہ کام کرنا ہے کہ پاک کچی مٹی کے تین ڈھیلے ساتھ لے کر محفل میں پہنچ جانا اللہ نے چاہا تو مرض جاتا رہے گا۔ میں نے آپ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے مقررہ تاریخ کو تین عدد کچی مٹی کے تین ڈھیلے لیے اور فیصل آباد صوفی عبدالعزیز کے گھر پہنچ گیا۔ سب پیر بھائیوں کو مسجد میں بٹھایا گیا تھا۔ میں بھی اُن میں جا کر شریک ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد آپؒ تناول فرما کر مسجد میں آ گئے۔ سب لوگوں نے قدم بوسہ کیا۔ میں نے بھی آگے بڑھ کر یہ سعادت حاصل کی اور مٹی کے ڈھیلے آپؒ کی خدمت میں پیش کیے۔ آپؒ نے تقریباً دس پندرہ منٹ میں تین دفعہ کچھ پڑھ کر ڈھیلوں پر دم کیا اور مجھے پکڑا دیے اور فرمایا کہ اپنی بیوی سے کہنا کہ ان ڈھیلوں کو اپنے پستان پر ملے۔ میں نے رات کو محفل میلاد میں شرکت کی اور اگلی صبح پیر صاحب سے اجازت لے کر اپنے گھر چلا گیا۔ گھر پہنچ کر میں نے اپنی بیوی سے آپؒ کے حکم کے مطابق اُن ڈھیلوں کو استعمال کرنے کے لیے کہا۔ میری بیوی نے ابھی ان ڈھیلوں کا تقریباً بیسواں حصہ ہی استعمال کیا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے میرے پیرو مرشد کی نیک تمناؤں اور دُعاؤں کے صدقہ شفائے کاملا عطا فرمائی اور وُہ بالکل ٹھیک ٹھاک ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اور میرے مرشد کے دُعاؤں کے طفیل مجھے دوسرا بیٹا بھی نواز دیا جبکہ میری بیوی بہت زیادہ خوف زدہ اور ڈری ہوئی تھی کہ اگر میں نے

بچے کو اپنا دودھ پلایا تو کہیں دوبارہ میری بیمار اسی نوعیت پر نہ پہنچ جائے۔ میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اور میرے پیرومرشد پر بھروسہ کرتے ہوئے دودھ پلاؤ اَب کوئی بیماری نہیں آئے گی۔ اس نے ایسا ہی کیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے بچے نے جس کی عمر اَب پانچ سال ہے اپنی ماں کا دودھ دو سال تک پیا اور دو سال کے بعد بڑی مشکل سے دودھ چھڑوایا اور اب کوئی بیماری باقی نہیں۔ اَلحمدُاللہ شکر ہے اللہ تعالیٰ کا۔

39. حضرت امیر ملتؒ کی دُعا سے منہ مانگی تنخواہ مل گئی

محمد انور ولد غلام قادر (مرحوم) چک نمبر 164 میس چک چھمرہ ضلع جہلم، فیصل آباد نے بتایا کہ یہ واقعہ بھی 1995ء کا ہی ہے۔ حضور فخر ملت پیر سیّد افضل حسین شاہ صاحب سردی کے موسم میں ہمارے گاؤں تشریف لائے تو میں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے غریب خانے پر تشریف لانے کی دعوت دی جو آپؒ نے قبول فرمائی۔ آپؒ نے رات بھر اپنے ڈیرے پر قیام فرمایا۔ صبح کی نماز کے بعد میں پیر صاحب کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ حضور جس فیکٹری میں میں ملازم ہوں وہ بہت کمزور پارٹی ہے اور میری تنخواہ بھی بہت کم ہے۔ آپ دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ کسی اور فیکٹری میں اچھی ملازمت عطا فرمائے۔ آپ نے فرمایا اس وقت تمھاری تنخواہ کتنی ہے میں نے عرض کی حضور پنچیس سو روپے ماہانہ۔ آپ نے فرمایا یہ تو بہت کم ہے۔ تنخواہ سات آٹھ ہزار تو ہونی چاہیے۔ اتنا فرما کر آپ کسی اور دعوت پر تشریف لے گئے۔ ابھی گلی میں ہی تھے کہ میرے بیٹے نے پیغام دی کہ آپ کا ٹیلی فون آیا ہے۔ میں نے بیٹے سے کہا کہ چونکہ میں پیر صاحب کے ساتھ ہوں اِس لیے فون نہیں سُن سکتا۔ اِس کا نام نمبر پوچھ لو پھر فارغ وقت میں بات کرلوں گا۔ آپ نے یہ سُن کر فوراً فرمایا انور جاؤ فون سنو ہوسکتا ہے کسی دوسری فیکٹری سے بلاوا آیا ہو۔ میں آپؒ کے حکم کے مطابق گھر جا کر فون سُنا تو وہ کسی دوست کا تھا اور ملازمت والی بات نہ تھی۔ اگلے دِن پیر صاحب علی پور تشریف لے گئے اور میں حسبِ معمول اپنی ڈیوٹی پر گیا۔ تو تھوڑی دیر بعد ایک آدمی نے مجھے اطلاع دی کہ فیکٹری کا مالک آپ کو آفس میں بلا رہا ہے۔ آپ کا فون آیا ہے۔ جب دفتر پہنچ کر میں نے فون سُنا تو وہ دوسری فیکٹری سے ملازمت کے لیے تھا۔ مجھے اس فیکٹری کے جنرل مینجر نے کہا کہ چھٹی لے کر آؤ مجھے تمھاری فوری ضرورت ہے۔

لہٰذا اگلے ہی روز میں جب اس فیکٹری میں پہنچا تو مینجر صاحب نے اپنے دفتر سے باہر آ کر خود کھڑے ہو کر میرا استقبال کیا اور مجھے ملازمت کے متعلق ضروری ہدایات دیں۔انور ملز کا مالک میرے انٹرویو کے لیے میرا انتظار کر رہا تھا۔جب میں انور ملز کے دفتر پہنچا تو ملز کا مالک جو کہ اہل حدیث وہابی تھا نے گرم جوشی سے ہاتھ ملایا اور بیٹھنے کے لیے اپنے سامنے کرسی پیش کی اور انٹرویو میں دو تین سوال پوچھے جن کا میں نے جواب دے دیا۔اِس کے بعد اُس نے جنرل مینجر کو حکم دیا کہ اسے ملازم رکھ لیں اور اس کی مرضی کی تنخواہ دیں۔لہٰذا میں نے جتنی تنخواہ بتائی اُس نے اسی تنخواہ پر ملازم رکھ لیا اور اب حضرت فخر ملتؒ کی برکت اور دعاؤں سے بہت اچھی تنخواہ مل رہی ہے۔اب جناب پیر اشتیاق صاحب آپ کی خدمت عالیہ میں گزارش ہے کہ مجھ گنہگار ناچیز کے لیے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے مدینہ شریف اور مکہ شریف کی حاضری نصیب فرمائیں۔آمین

40. حضرت امیر ملتؒ کے پیغام سے حضرت فخر ملت کی پریشانی دور ہوگئی

یہ واقعہ جناب الحاج الحافظ قاری محترم جناب صاحبزادہ پیر سیّد منظر حسین شاہ صاحب جماعتی نے بیان فرمایا۔آپ نے فرمایا کہ میں حضرت فخر الملت پیر طریقت رہبر شریعت الحاج الحافظ پیر سیّد افضل حسین شاہؒ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت فخر ملتؒ نے فرمایا کہ منظر جی آؤ میں آپ کو ایک بات بتاؤں۔میں نے عرض کی کہ جناب فرمایئے تو آپ نے بیان فرمایا کہ آپ کو علم ہے کہ میں پچھلے دِنوں ایک گھریلو معاملے کی وجہ سے بہت پریشان تھا اور اِس پریشانی کی وجہ سے میری صحت بھی کافی گر گئی تھی۔آپ نے فرمایا کہ عرس شریف سے چند دِن قبل میرے پاس وزیر آباد سے ایک شخص آیا۔اُس نے مجھے سلام کیا اور پوچھا کہ افضل پیر آپ ہیں۔پیر صاحب فرماتے ہیں مجھے وقتی طور پر تھوڑا سا غصہ آیا لیکن اندر ہی اندر رکھتے ہوئے تعجب بھی ہوا کہ مجھ سے مل کر میرا ہی پوچھ رہا ہے۔فرماتے ہیں میں نے جواب دیا۔جی میں ہی ہوں۔فرمایئے کیا کام ہے۔اُس نے کہا کہ میں علی پور شریف پہلی مرتبہ حاضر ہوا ہوں اور میں نے اکیلے میں آپ سے کچھ بات کرنی ہے۔پیر صاحب فرماتے ہیں کہ اس وقت میرے پاس صرف صوفی فقیر محمد صاحب سدا کھگوڑہ کے بیٹھے تھے۔میں نے اُس آنے والے شخص سے کہا کہ یہ میرے خاص آدمی ہیں آپ اِن کے سامنے بات کر سکتے ہیں۔مگر اِس نے ضد کی

کہ میں جناب علی پور میں پہلی بار آیا ہوں اور میں آپ سے بات بالکل تنہائی میں کرنا چاہتا ہوں ۔ پیر صاحب فرماتے ہیں کہ میں اس کو ساتھ لے کر کمرے میں چلا گیا تو اُس نے کہا کہ جناب میں یہاں خود نہیں آیا بلکہ میں آپ کے پاس حضرت امیر ملتؒ کا پیغام لے کر آیا ہوں ۔آپ فرماتے ہیں کہ میں نے اُس کی بات کا مذاق جانا مگر جب اس نے مزید زور دیا اور کہا کہ آپ جانتے ہیں ۔ میں یہاں پہلی مرتبہ آیا ہوں اور نہ کبھی پہلے آپ سے ملا ہوں ۔ مجھے مسلسل تین راتوں سے حضرت امیر ملتؒ خواب میں ملے اور آپ نے فرمایا کہ تو ابھی پیر افضل حسین کے پاس جا اور اُن سے کہنا کہ فکر مت کرو۔ تمھارا یہ کام ضرور ہوگا اور یہ کہ دربار شریف پر حاضری ضرور دیا کرو۔ پیر صاحب فرماتے ہیں کہ مارے خوشی کے میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے مگر میں نے ضبط کر لیے اور میں خوشی سے پھولا نہ سما رہا تھا اور مجھے یقین ہو گیا کہ اب میرا کام ہو گیا ہے یہ جو مجھے حضرت کا پیغام ملا ہے۔ پھر میں نے اس آدمی کو تحائف دے کر رخصت کیا۔ معلوم ہوا کہ حضرت اپنی اولاد پاک پر مکمل نظر کرم فرماتے ہیں اور یہ پریشان ہوں تو آپ فوراً کسی نہ کسی طریقے سے مدد فرماتے ہیں ۔اللہ تعالیٰ آپ کا سایۂ شفقت یونہی آپ کی اولاد پاک پر رکھے ۔آمین ۔

41. ولیوں کا اقرار

ہماری والدہ محترمہ بچپن میں ہم سے امیر ملتؒ کی یہ کرامت اکثر بیان کیا کرتی تھیں کہ ایک شخص حضرت امیر ملتؒ کا خلیفہ تھا۔ وہ آپؒ کی خدمت چھوڑ کر تحصیل پسرور شہر میں ایک مجذوب مائی، اللہ کی بندی جو بہت بزرگ تھیں اور ان کا نام اللہ راکھی تھا کی خدمت میں حاضر ہوا تو مائی صاحبہ نے اپنے کشف کے ذریعے معلوم کر لیا کہ یہ شخص حضرت امیر ملتؒ کا خدمتگار ہے اور اُن کی خدمت چھوڑ کر میرے پاس پہنچا ہے تو اُن مائی صاحبہ نے اس خلفیہ سے فرمایا کہ تم سمندر کو چھوڑ کر چھپڑیوں میں کیا لینے آئے ہو۔ جاؤ وہیں سب کچھ ہے وہ ولایت کے ایسے سمندر ہیں جس کا کوئی کنارہ نہیں اور ہم تو ان کے مقابلے میں چھوٹی سی چھپڑی ہیں یعنی چھوٹا سا تالاب ۔تو پھر اس خلیفہ نے اپنی غلطی سے توبہ کی اور حضرت امیر ملتؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی مانگی اور پھر خدمتگاروں میں شامل ہو کر خدمت کرنے کا شرف حاصل کر لیا۔

42. مرنے کے بعد بھی قلب جاری رہا

حضرت فخرِ ملت پیر سیّد افضل حسین شاہ صاحب جماعتی نے یکم جون 1996ء کو چک نمبر 6، جنوب میں خطاب فرمایا۔ دوران خطاب آپ نے حضرت امیر ملتؒ کی کرامت کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ دوست محمد جو مرید کے سے چند کلومیٹر کے فاصلے پر مرید کے نارووال روڑ پر بمقام پیٹالہ کا رہائشی ہے اور یہاں پر حضرت امیر ملتؒ کے سینکڑوں کی تعداد میں مرید ہیں۔ دوست محمد کہتا ہے حضرت امیر ملتؒ یہاں دورے پر آئے تو ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُس نے عرض کی حضور میرے لیے یہ دُعا فرما دیں کہ مرنے کے بعد بھی میرا قلب ذکر الہیٰ کے لیے جاری رہے۔ آپؒ نے دُعا فرمائی۔ حضرت فخرِ ملتؒ بیان کرتے ہیں کہ وہ شخص چند ماہ بعد فوت ہو گیا۔ حضرت فخرِ ملتؒ نے کہا اس شخص کی وفات کی اطلاع مجھے بھی ملی۔ میں بھی نمازِ جنازہ میں شرکت کے لیے گیا۔ نمازِ جنازہ سے قبل میں نے جب بابا جی کا چہرہ قریب ہو کر دیکھا تو مجھے محسوس ہوا کہ بابا جی کا دِل دھڑک رہا ہے۔ میں نے فوراً بابا جی کے لڑکوں سے کہا کہ تمھارے والد صاحب تو زندہ ہیں تم کہتے ہو فوت ہو گئے ہیں اِنھیں ڈاکٹر کے پاس لے جاؤ اِن کے دل کی دھڑکن جاری ہے۔ بابا جی کے لڑکوں نے جواب دیا کہ حضور ہم اِس وجہ سے بابا جی کو میو ہسپتال لے گئے تھے لیکن میو ہسپتال کے ڈاکٹروں نے بابا جی کی موت کی تصدیق کی تو ہم میت لے کر گھر آ گئے۔ اُنھوں نے کہا کہ حضرت امیر ملتؒ کی یہ زندہ کرامت ہے۔ آپؒ نے والد صاحب کو دُعا دی تھی کہ مرنے کے بعد بھی اُن کا قلب جاری رہے گا۔ حضرت فخرِ ملت نے کہا کہ یہ ماجرا صرف میں نے ہی نہیں دیکھا بلکہ ہزاروں کی تعداد میں موجود نمازِ جنازہ ادا کرنے والوں نے دیکھا جبکہ اتنی خلقت میں نے کبھی اس گاؤں کی تاریخ میں نہیں دیکھی۔

43. گولڑہ شریف میں کھانا پہنچایا

خالہ صغراں بی بی بمقام کنجاہ ضلع گجرات نے یہ کرامت اس طرح بیان کی ہے کہ ایک دفعہ مجھے گولڑہ شریف جانے کا اتفاق ہوا۔ جمعرات کا دِن تھا۔ بہت سے لوگ آئے ہوئے تھے۔ سب لنگر میں دال اور روٹی کھا رہے تھے۔ میں نے بھی پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔ تھوڑی دیر کے بعد کھانا تقسیم کرنے والے ہمارے پاس آئے اور کہا کہ بیبیا میرے ساتھ آؤ۔ ہم سب اس کے ساتھ گئیں۔ اس نے

ہمارے لیے ایک کمرہ کھولا اور ہمیں وہاں بیٹھا کر چلا گیا۔ کچھ دیر کے بعد ایک طشت میں گرم گرم روٹیاں اور دو ڈونگے قورمے کے لے کر آ گیا۔ ہم نے وہ کھانا بھی کھایا جو بہت زیادہ مزیدار تھا۔ میں بہت حیران تھی کہ نہ ہی اس شخصیت سے ہماری واقفیت تھی نہ ہی اِن کو کبھی دیکھا تھا۔ آخر یہ کھانا کیسے آ گیا۔ میں نے اپنی بہن سے اس بات کا ذکر کیا تو وہ کہنے لگی جب ہم دال روٹی کھا رہے تھے تو دِل میں خیال آیا کہ علی پور شریف میں تو ہمیں گوشت اور بہت سے لذیذ کھانے ملتے ہیں۔ میں نے کہا اچھا تو یہ کھانا علی پور شریف سے آیا ہے۔ اس کے بعد عرس شریف کے موقع پر جب ہم علی پور شریف آئیں تو کھانے کا ذکر کیا جس پر مائی صاحبہ نے فرمایا کہ آپ کو کھانا دربار حضرت امیر ملتؒ نے کھلوایا تھا۔ قربان جاؤں ایسی ہستی پر کہ ہر وقت اپنے غلاموں کا خیال رکھتے ہیں اور ان کی ہر جائز آرزو پوری کرتے ہیں۔

44. گردے کی تکلیف دور ہوگئی

بابا احمد نواز بھوجیا بمقام چک نمبر 255 ضلع جھنگ سے یہ کرامت اس طرح بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میرے گردے میں ورم ہوگئی اور گردے کے اردگرد چار، چار انچ جگہ پر سوزش ہوگئی اور شدید تکلیف کی وجہ سے میں نڈھال ہوگیا۔ بالکل چل پھر نہیں سکتا تھا۔ ڈاکٹروں سے بہت علاج وغیرہ کروایا مگر کچھ افاقہ نہ ہوا۔ تکلیف تھی کہ روز بروز زیادہ ہوتی جا رہی تھی۔ اس دوران سالانہ تبلیغی جلسہ و دورہ پر حضرت قبلہ جو ہر ملت حافظ پیر سیّد اختر حسین صاحب جماعتی ہمارے گاؤں کے ساتھ گاؤں چک نمبر 281 بھوجیا میں تشریف لائے تو کسی نے آپ کو میری بیماری کے متعلق بتایا تو آپؒ نے ڈرائیور سے فرمایا کہ گاڑی نکالو اور میرے پاس تشریف لے آئے۔ کافی لوگ آپ کی زیارت کے لیے جمع ہو گئے مگر آپؒ نے فرمایا کہ پہلے میں احمد نواز سے ملوں گا۔ مجھے آپ نے دم کرنا شروع کیا۔ کافی دیر آپؒ مجھے دم کرتے رہے۔ گرمی کہ وجہ سے پسینے کے دو قطرے آپ کی پیشانی مبارک سے بھی میرے سینے پر گرے۔ میں نے عرض کیا سرکار آپ تھک گئے ہوں گے کرسی حاضر خدمت ہے تشریف فرمائیں۔ آپؒ نے فرمایا تمھاری بیماری جڑ سے نہ جائے۔ پھر مجھے دم کیا اور اپنا لعاب مبارک میری درد کی جگہ پر لگایا تو اسی وقت نہ درد تھا نہ ورم اور نہ کوئی سوزش۔ آپؒ نے فرمایا کہ بھائی احمد نواز اب تجھے یہ تکلیف تازندگی کبھی نہ ہوگی۔ بابا احمد نواز کی آنکھوں سے یہ کہتے ہوئے آنسو جاری ہو گئے۔ وہ کہنے لگے ہر گھڑی اب

مجھے اپنے مرشد قبلہ جو ہر ملتؒ کی شفقت، کراماتیں، باتیں اور محبت یاد آتی ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اِس پیر خانے کو سدا شادو آباد رکھے اور ہم جیسے اس گھرانے سے فیض یاب ہو تے رہیں۔ آمین۔

45. بیعت کی ابتدا

خالہ صغراں بی بی بمقام کنجاہ تحصیل وضلع گجرات نے بتایا کہ ہم دونوں بہنوں کو کسی مرشدِ کامل کی تلاش تھی۔ میں نے راولپنڈی کے ایک گاؤں (مواڑہ) میں زنانہ سکول میں ملازمت اختیار کر لی۔ وہاں کام کرتے ہوئے مجھے چند ماہ گزرے ہوں گے کہ میری ملاقات حضرت امیر ملتؒ کے ایک مرید سے ہوئی۔ چند دِن اُس کی صحبت اختیار کی۔ دِن کو بچیوں کو پڑھاتی اور عشاء کی نماز کے بعد وہ آجاتے اور سحری کے وقت تک وہ بابا جی کے شاندار حالاتِ زندگی اور کرامات سناتے رہتے۔ میرے دِل میں اُن کی باتیں سن سن کر ان کی زیارت کرنے کا بہت زیادہ شوق پیدا ہو۔ آخر ایک رات سوتے میں کیا دیکھتی ہوں کہ صبح صادق کا وقت ہے اور نہایت ہی خوبصورت سروؤں کا باغ ہے جس کے باہر ہم دونوں بہنیں کھڑی ہیں۔ اتنے میں اچانک ایک ڈاکیا آیا جو کہ بہت ہی خوبصورت وردی میں تھا وہ ایک چٹھی میرے ہاتھ میں دے کر واپس چلا گیا۔ میں نے وہ چٹھی اپنی بہن کو پکڑاتے ہوئے کہا کہ دیکھو اس میں کیا لکھا ہے۔ وہ کہنے لگی کی اِس میں تو کچھ بھی نہیں لکھا۔ میں نے وہ چٹھی اس کے ہاتھ سے لے کر خود پڑھی تو کیا دیکھا کہ سونے کی تاروں سے کلمہ طیبہ تحریر ہے اور اس کے نیچے دو شعر گلاب کے پھولوں سے لکھے ہوئے تھے۔ اسے پڑھ کر میرا دِل خوشی سے باغ باغ ہو گیا اور میرے دِل نے گواہی دی کہ جس مرشدِ کامل کی مجھے تلاش تھی۔ انھی کی طرف سے پیغام آیا ہے۔ کچھ عرصہ بعد عرس شریف کے موقع پر ہم علی پور شریف حاضر ہوئیں۔ حضرت بابا جی امیر ملتؒ اس جہانِ فانی سے پردہ فرما چکے تھے ہم نے حضرت سراج الملت کے دستِ شفقت پر بیعت کی الحمد اللہ ہماری بیعت کی آرزو پوری ہو گئی۔

46. سرکار بابا جی مرچو

بابا جی مرچو راولپنڈی میں تھے۔ کچھ عرصہ ہوا دُنیا سے رخصت ہو چکے ہیں۔ وہ بہت بڑے بزرگ تھے۔ بڑی تعداد میں لوگ اپنا کام کروانے ان کے پاس جاتے اور وہ اکثر لوگوں کا کام

کر دیتے ۔کبھی کبھی ہم بھی ان کے پاس جایا کرتی تھیں۔ ان کا فیض عام کا طریقہ بہت عجیب تھا۔ دھاگے کے گولے کافی دیر تک بناتے رہتے اور جس کسی کا کام کرنا ہوتا اس کو وہ گولا عطا کر دیتے تھے۔ ایک دفعہ ہم ان کی خدمت میں حاضر تھیں۔ دھاگے کے گولے تیار تھے۔ اُنھوں نے دو گولے ایک بڑھیا کو عطا کیے میں نے سوچا کہ یہ کتنی خوش قسمت ہے۔ گھر جا کر سو گئی تو خواب میں کیا دیکھتی ہوں کہ ایک بہت بڑا میدان ہے جس میں بابا جی سرکار امیر ملت ؒ تشریف فرما ہیں اور اُن کی جھولی اس طرح کے ان گنت گولوں سے بھری ہوئی تھی اور میں پاس جا کر کھڑی ہو جاتی ہوں تو آپ ؒ وہ تمام ان گنت گولے میری جھولی میں ڈال دیتے ہیں۔ قربان جاؤں ایسے پیر طریقت پر جس کی مثال دُنیا میں نہیں ملتی ۔ جہاں بھی جاؤ ان کا تذکرہ زبان زد عام ہوتا ہے۔ وہ اپنے غلاموں کا ہر طرح خیال رکھتے ہیں اور ظاہری باطنی جلوے عطا فرماتے ہیں اور ان کی حاجتیں پوری کرتے ہیں۔

47. لاعلاج مرض حضرت امیر ملت ؒ کے کرم سے ٹھیک ہو گیا

محمد شریف بمقام چک کھوکھراں تحصیل چنیوٹ ضلع جھنگ نے بتایا کہ 1993ء میں میرے بیٹے کو سُوکھے کا مرض لاحق ہو گیا۔ فیصل آباد اور جھنگ کے بہت سے ڈاکٹروں سے علاج کروایا مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ میرا بیٹا سوکھ کر کانٹا ہو گیا۔ ڈاکٹروں نے جواب دے دیا اور کہا کہ اس کی زندگی چند دِن اور ہے۔ میں ہر طرف سے ناامید ہو گیا۔ میرا ایک ہی بیٹا ہے۔ اکیلا کمرے میں بیٹھ کر رونے لگا۔ روتے روتے میری آنکھ لگ گئی تو خواب میں حضرت امیر ملت ؒ کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ نے فرمایا روتا کیوں ہے بچے کو لے کر علی پور شریف حاضری دے۔ اگلے دن صبح بچے اور اس کی ماں کو لے کر علی پور شریف حضرت امیر ملت ؒ کے دربار حاضر ہو گیا اور روضہِ اقدس پر رات کو حاضر رہا۔ میرا بچہ بالکل ٹھیک ہو گیا اور اب اس کی عمر چار سال ہے۔

48. حضرت کے کرم سے گردے کا درد دور ہو گیا

محمد صفدر مستری بمقام علی پور شریف نے بتایا کہ میرے چھوٹے بھائی شہباز احمد کی شادی تھی اور شادی سے دو دِن پہلے اس کے گردے میں شدید درد ہونے لگا۔ ہم لوگ بہت گھبرا گئے کہ پرسوں اس کی شادی ہے اور یہ اتنا بیمار ہو گیا ہے۔ رشتہ دار اور عزیز و اقارب سب جمع تھے۔ ہم جلدی سے قلعہ

صوبہ سے گاڑی منگوائی اور اسے نارووال لے گئے۔ صفدر نے بتایا کہ جب ہم علی پور کے سٹاپ پر پہنچے تو میری آنکھوں کے سامنے حضرت امیر ملتؒ کا چہرہ مبارک آ رہا تھا۔ میں نے سوچا کہ ایسا تو کبھی بھی نہیں ہوا کہ حضرت کا رُخِ انور میرے سامنے آیا ہو۔ حضرت کا چہرہ مبارک نظر آتے ہی میرے بھائی کا درد کم ہو گیا اور جب ہم نارووال پہنچے تو میرا بھائی بالکل ٹھیک ہو چکا تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے دوائی کی ایک خوراک دی اور کہا کہ اس کو دوائی کو کیا ضرورت ہے یہ تو ٹھیک ہے۔ جب میں گھر واپس آیا تو اس کا ذکر میں نے اپنی ماں سے کیا تو اُنھوں نے بتایا جب آپ یہاں سے روانہ ہوئے تو میں حضرت امیر ملتؒ کے مزارِ اقدس پر گئی اور روضہ شریف پر رو رو کر عرض کی تو حضرت نے میری دکھیاری کی فریاد سن لی اور تمھاری مدد کو پہنچ گئے اور میرا بیٹا شہباز ٹھیک ہو گیا پھر اُنھوں نے دُعا کی کہ اللہ تعالیٰ ایسے پیر خانے کو سدا آباد رکھے۔ آمین۔

49. حضرت نے قاری نصیر کو کرنٹ سے بچالیا

قاری نصیر صاحب مدرسہ نقشبندی جماعتیہ علی پور سیدؒاں میں پڑھاتے ہیں اور ضلع نارووال میں رہائش پذیر ہیں۔ آپ نے مجھے بتایا کہ جناب میں تین جولائی 2000ء کی رات سویا ہوا تھا کہ خواب میں حضرت امیر ملتؒ نے مجھے بتایا کہ غسل خانے میں نہ غسل کرنا وہاں کرنٹ ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ میں نے خیال جان کر صبح جب غسل خانے کا نلکا کھولنے کے لیے ہاتھ لگایا تو مجھے واقعی بجلی کا جھٹکا لگا۔ میں نے پروانہ کی اور سوچا کہ شاید میں نیند سے بیدار ہوا ہوں اس لیے مجھے ایسا محسوس ہوا ہے۔ میں نے پھر نلکا کھولا اور غسل کرنا شروع کر دیا اور پانی بہاتا رہا لیکن مجھے پانی میں بالکل کرنٹ محسوس نہ ہوا۔ جتنا کرنٹ مجھے نلکے سے محسوس ہوا تھا۔ اگر پانی میں بھی اتنا ہی کرنٹ ہوتا اور تھا اگر مجھے لگتا تو میری موت واقع ہو جاتی۔ حالانکہ کافی دیر تک میں غسل کرتا رہا لیکن مجھے پانی میں تھوڑی سی بھی کرنٹ محسوس نہ ہوئی۔ غسل کرنے کے بعد جب میں باہر آیا تو وضو کرنے والے نلوں میں اور پانی میں بھی کافی کرنٹ تھا۔ طالب علم بھی کہہ رہے تھے کہ پانی اور نل میں کرنٹ ہے۔ مجھے یقین ہو گیا کہ حضرت امیر ملتؒ نے نہ صرف مجھے خواب میں بتایا بلکہ مکمل طور پر اللہ تعالیٰ نے آپ کی برکت سے مجھے کرنٹ سے بالکل محفوظ رکھا اور میری جان بچائی۔ قاری صاحب نے کہا کہ میرے پہلے ہی عقیدہ تھا کہ حضرت ہر وقت ہر جگہ اپنے

مریدوں پر نظر کرم رکھتے ہیں اور انھیں حادثات اور مصیبتوں سے بچاتے ہیں اور اب تو میرے عقیدے میں اور پختگی آگئی ہے اور مجھے یقین ہے کہ حضرت امیر ملتؒ تو دُنیا کیا چیز ہے قیامت میں بھی اپنے مریدوں کو دوزخ سے محفوظ رکھیں گے۔

50. اپنی اولاد پاک کی چوٹ کا زخم اور درد اپنے جسم پاک پر کھانا

قاری حافظ محمد ارشاد صاحب صدر مدرس مدرسہ نقشبندیہ جماعتیہ مسجد نور علی پور سیداں شریف نے بتایا کہ آپ دونوں بھائی (سیّد منظر حسین شاہ صاحب جماعتی اور سیّد اشتیاق حسین شاہ صاحب جماعتی) بچپن میں میرے پاس قرآن پاک حفظ کیا کرتے تھے۔ایک دِن سیّد منظر حسین شاہ صاحب کو سبق یاد نہ ہوا اوران کے ساتھ اور بھی کافی طلبا نے سبق یاد نہ کیا تو مجھے غصہ آگیا اور میں نے غصے میں سب لڑکوں کو دو دو یا کسی کو تین چھڑیاں ماریں اور مجھے یاد ہے کہ میں نے پیر سیّد منظر حسین شاہ صاحب کی کمر پر زور سے چھڑی سے ماری۔میری عادت تھی کہ جمعرات اور جمعہ کی رات میں حضرت امیر ملتؒ کے دربار پر حاضر ہوتا ہوں۔حسب معمول میں جب دربار شریف پر حاضر ہوا اور فاتحہ پڑھنے کے بعد جب بیٹھا تو پڑھتے پڑھتے میری آنکھ لگ گئی اور میں سو گیا۔خواب میں مجھے حضرت امیر ملتؒ کی زیارت نصیب ہوئی میں آگے بڑھا کہ سرکار سے سلام لوں مگر آپؒ نے چہرہ مبارک دوسری طرف کرلیا۔میں دوسری طرف گیا تو پھر آپؒ نے ایسا ہی کیا۔میں پریشان ہوگیا اور رو رو کر عرض کرنے لگا کہ سرکار مجھ سے کیا غلطی سرزد ہوگئی ہے۔آپؒ نے فرمایا تو نے میری کمر پر زور سے مارا ہے۔میں نے عرض کی کہ حضور میں ایسی فاش غلطی شعوری طور پر کبھی نہیں کرسکتا تو آپؒ نے مجھے اپنی کمر سے قمیض اُٹھا کر مجھے چوٹ کا نشان دکھایا۔نشانِ دیکھتے ہی مجھے یاد آیا کہ میں سب لڑکوں کو کل چھڑیوں سے مارا تھا اور پیر سیّد منظر حسین شاہ صاحب کی کمر پر اسی جگہ مارا تھا۔پھر میں نے معافی مانگی اور اس کے بعد کبھی ان کو سزا نہ دی۔طالب علمی کے زمانہ میں، میں نے کبھی اُنھیں یہ واقعہ نہ بتایا بلکہ جب اُنھوں نے قرآن مجید حفظ کرلیا اور رمضان شریف میں تین چار دِن تک نمازِ تراویح میں سُنایا اور مولوی رفیق صاحب سے درسِ نظامی کا کورس پڑھ رہے تھے تو میں نے یہ راز اُن پر افشا کیا۔اس خیال سے کہ اگر میں طالب علمی کے زمانے میں انھیں بتا دیتا تو شاید وہ پڑھائی میں زیادہ دلچسپی نہ لیتے۔

51. قریب المرگ بیماری جاتی رہی

دلدار خان عرف منّے خان بمقام محلّہ سنگھ پورہ لاہور نے بتایا کہ 1967ء میں میری بچی بہت بیمار ہوگئی اور قریب المرگ تھی۔ میں ریلوے میں ملازمت کرتا تھا۔ مجھے میرے کسی دوست نے کہا کہ تم بچی کو علی پور شریف لے جاؤ۔ انشاءاللہ، اللہ تعالیٰ کرم فرمادیں گے۔ میں نے ریلوے سے پاس (فری ٹکٹ جو ریلوے ملازمین کو ملتا ہے) لیا اور بیوی بچی اور خالہ زاد بھائی کو لے کر رات آٹھ بجے ریلوے اسٹیشن لاہور سے ٹرین پر روانہ ہوئے۔ ٹرین چونکہ پسینجر تھی اِس لیے جگہ جگہ رُکتی ہوئی جب علی پور اسٹیشن پہنچی تو رات کافی ہو چکی تھی۔ علی پور اسٹیشن پر گاڑی روکی تو صرف چار لوگ اس میں سے اُترے جو ہم تھے۔ رات کافی ہونے کی وجہ سے اسٹیشن پر کوئی تانگہ یا دوسری سواری نہ تھی۔ ہم نے ٹکٹ کلکٹر (ٹکٹ چیک کرنے والا) سے پوچھا کہ ہم لوگوں نے علی پور شریف جانا ہے کس راستہ سے جائے تو اُس نے کہا کہ اِس پگڈنڈی (گاؤں کا کچا راستہ) کے راستے چلے جاؤ۔ ہم لوگ چلتے گئے چلتے گئے لیکن راستہ ختم ہونے کا نام نہیں لیتا تھا اور دوسرا ہم لوگ اپنے اصل راستے سے بھٹک چکے تھے۔ جہاں کہیں کوئی روشنی کی لو نظر آتی اُس طرف چل دیتے اور جا کر پوچھتے لیکن پھر بھی پتہ نہ چلتا۔ آخر کار یوں بھٹکتے بھٹکتے صبح صادق ہوگئی ایک آدمی کا ہمارے قریب سے گزر ہوا ہم نے اُسے روکا اور پوچھا کہ علی پور شریف جانا ہے تو اُس آدمی نے بتایا کہ وہ جو دور روضہ اقدس نظر آرہا ہے علی پور شریف ہے۔ یوں ہم چلتے چلتے علی پور شریف پہنچ گئے۔ شیش محل میں ہم لوگ پیر شمس الملت صاحب کے انتظار میں بیٹھ گئے ہمارے علاوہ اور بہت سے لوگ آپؒ کے انتظار میں تھے۔ نمازِ فجر کی ادائیگی کے بعد شمس الملت تشریف لائے۔ آپؒ باری باری سب کی سُنتے رہے اور دُعا فرماتے رہے۔ جب تین چار مرد اور عورتیں رہ گئیں تو سرکار شمس الملت مجھ سے مخاطب ہوئے اور فرمایا کیوں بھائی لاہور والے تم ساری رات علی پور ہی تلاش کرتے رہے ہو؟ میں حیران ہو ششدر رہ گیا اور میں ابھی اسی سوچ تھا کہ میرے علاوہ اس بات کا سوا میری بیوی اور خالہ زاد بھائی کے کسی اور کو معلوم ہے نہیں کیونکہ ہم نے رات والی بات کسی سے نہیں کی لیکن آپؒ نے حیرانی کو اس طرح توڑا کہ یہ بچی مرتی نہیں جس کے لیے تو یہ کہتا ہے یا اللہ اگر اس کی بیماری اور تکلیف جاتی نہیں تو یہ مر ہی جائے تو بہتر ہے۔ اِن باتوں کا سُننا تھا کہ میں آپؒ کے

قدموں میں گر گیا کیونکہ میری مصیبت اور تکلیف کا تو آپؒ کو پہلے سے ہی علم تھا اور دوسرا مجھے یہ بھی یقین ہو چکا تھا کہ اب میری بچی اللہ تعالیٰ کے کرم اور آپؒ کی دُعاؤں سے تندرست ہو جائے گی۔ قدموں میں گرے ہوئے میں نے کہا حضور آپ تو دِلوں کے بھید بھی جانتے ہیں۔ آج میری اُس بچی کی شادی ہو چکی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اُسے تین بیٹے اور ایک بیٹی بھی عطا کر رکھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کی عمر دراز کرے اور علی پور شریف کے کامل پیروں کا آستانہ عالیہ ہم جسوں کے لیے سدا قائم ودائم اور آباد رکھے تا کہ ہم فیضیاب ہوتے رہیں۔

52. کینسر کا مرض دور ہو گیا اور حالات سنور گئے

شیخ ظفر اقبال ساکنہ باغبانپورہ لاہور بیان کرتے ہیں کہ 1974ء میں پہلی مرتبہ میں کنجاہ شریف سالانہ عرس شریف کے موقع پر حاضر ہوا تو حضور قبلہ عالم شمس الملت پیر سیّد نور حسین شاہ صاحب کی زیارت نصیب ہوئی میرے گھر کے حالات بہت خراب تھے۔ والد صاحب کو ڈاکٹروں نے جگر کا کینسر بتایا تھا اور کہا تھا کہ وہ چند دِنوں کے مہمان ہیں جبکہ والدہ صاحبہ بھی ذہنی مریضہ ہو گئی تھیں۔ میری شادی کو ابھی ایک سال کا عرصہ بھی نہیں ہوا تھا کہ میری بیوی جو کہ میرے ماموں کی بیٹی تھی میرے ساتھ رہنا نہیں چاہتی تھی۔ بس آپ یوں سمجھئے کہ حالات ایسے خراب تھے کہ میرے پاس بیان کرنے کے لیے الفاظ کم ہیں۔ اس وقت کنجاہ شریف میں سجادہ نشین خواجہ کیپٹن محمد امین صاحب تھے۔ میں نے حالات بتا کر اِن کے ذریعے سے حضرت شمس الملتؒ کی خدمت اقدس میں حاضری دی اور دُعا کے لیے عرض کی۔ والد صاحب جو کینسر کے مریض تھے اور بقول ڈاکٹروں کے چند دِنوں کے مہمان تھے آپؒ کی دُعا سے بالکل صحت یاب ہو گئے اور چھ سال تک زندہ رہے۔ والدہ صاحبہ بھی صحت یاب ہو گئیں۔ بیوی کے متعلق آپ نے فرمایا کہ شیخ صاحب اِس کا باطن سیاہ ہے۔ اِس کو آزاد کر دو اور ان شاء اللہ میرے اللہ نے چاہا تو تمھیں اِس سے کئی درجے بہتر بیوی مل جائے گی۔ لہذا میں نے اس کو طلاق دے کر آزاد کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے آپؒ کی دُعا کی بدولت مجھے بہت نیک اور خوبصورت بیوی عطا کی۔ اب آپؒ کی دُعا سے ماشاءاللہ میرے دو بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔ والدہ بقید حیات ہیں۔

53. حضرت امیر ملتؒ کے کرم سے لاعلاج مرض ٹھیک ہو گیا

جناب مصطفےٰ صاحب جماعتی باغبانپورہ مدینہ کالونی نزد غوثیہ چوک لاہور نے بتایا کہ 1994ء میں میری ٹانگ میں شدید درد تھا۔ لاہور کے بہت سے ڈاکٹروں سے علاج کروایا مگر کوئی افاقہ نہ ہوا۔ کئی سپیشلسٹ ڈاکٹروں کو دکھایا۔ ادویات کھاتا رہا۔ مگر مرض تھا کہ چمٹ ہی گیا تھا۔ مرض اتنا بڑھ گیا کہ میں چلنے سے بھی عاجز ہو گیا اور ایسا دکھائی دے رہا تھا کہ میں چار پائی کے ساتھ چمٹ گیا تھا میرے لیے بیٹھنا بھی محال تھا۔ آخر میرے بڑے بھائی صاحب نے پک اَپ کرایے پر لی اور مجھے لے کر علی پور شریف روانہ ہوئے۔ جیسے جیسے علی پور شریف قریب آتا جاتا تو میرے دِل کو یقین ہوتا جاتا کہ مجھے آرام وہیں سے ملے گا اور جب ہم علی پور شریف حاضر ہوئے تو ان کی ملاقات مجھ سے ہوئی۔ میں نے اِن کو کھانا کھلایا۔ کھانے کے بعد اُن کی ٹانگ پر دم کیا وہ کہتے ہیں کہ میں چار پائی پر تھا اور جب لاہور واپس پہنچا تو اپنے پاؤں سے چل رہا تھا۔ حضرت امیر ملتؒ کے دربار کی حاضری سے واپس آیا تھا۔ وہ دِن اور آج کا دِن مجھے وہ درد دوبارہ کبھی نہیں ہوا اور مجھے یقین ہے کہ کبھی نہیں ہو گا۔

54. بیماری دور ہو گئی

دوستو! یہ کرامت نمبر 9 کے رانا ارشد علی جماعتی ہی کا واقعہ ہے۔ رانا ارشد صاحب نے مجھے بتایا کہ پیر صاحب پولیس کے محکمے میں میری پوسٹنگ ایسی جگہ ہوئی جہاں پر رشوت زیادہ ملتی تھی۔ میں نے پھر رشوت لینا شروع کر دی۔ ایک یا دو ہفتے مشکل سے ہی گزرے ہوں گے کہ دوبارہ پھر وہی بیماری لگ گئی۔ حالت پھر جوں کی توں ہو گئی۔ مجھے یاد آیا کہ پہلے بھی میری بیماری رشوت کی وجہ سے ہی تھی۔ یہ خیال آتے ہی میں نے توبہ کی اور اللہ تعالیٰ کو دِل سے یاد کیا اور حضرت امیر ملتؒ سے عہد کیا کہ پھر ایسا نہیں ہو گا۔ میری اِس توبہ کے بعد اسی وقت میری بیماری دور ہو گئی۔ ہمیں ناز اپنے پیر و مرشد پر ہے کہ جب بھی ہم غلطی کرتے ہیں یا کوئی برا کام کرنے لگتے ہیں تو آپؒ اسی وقت ہمیں برائی سے روک لیتے ہیں اور ہر وقت ہم سب عقیدت مندوں پر نگاہ رکھے ہوئے ہیں۔ میری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس آستانہ عالیہ کو قیامت تک شاد آباد رکھے۔ آمین۔

55. ٹانگ کا درد ٹھیک ہو گیا

محمد بشیر احمد جماعتی باغبانپورہ لاہور نے بتایا کہ میری ٹانگ میں بہت زیادہ درد تھا جو قریباً ایک ماہ تک ہوتا رہا۔ مجھے ٹانگ میں اتنی تکلیف تھی کہ چل پھر بھی نہیں سکتا تھا۔ سپیشلسٹ ڈاکٹروں سے بہت علاج کروایا۔ دوائیاں وغیرہ بہت استعمال کیں۔ لیکن درد تھا کہ جانے کا نام نہیں لیتا تھا۔ آخر میرے چچازاد بھائی نذیر احمد نے کہا کہ علی پور شریف چلو۔ وہاں پیر سیّد نذر حسین شاہ صاحب سے دم کرواتے ہیں ۔ مجھے یقین ہے کہ انشاء اللہ تم ٹھیک ہو جاؤ گے۔ میں نے گھر والوں سے کہا کہ یہ بات ٹھیک ہے مجھے یقین ہے کہ مجھے علی پور شریف سے ہی شفاء ملے گی۔ اس کے بعد ہم نے ٹیکسی لی میں، بھائی نذیر اور ساتھ اور دو افراد علی پور شریف کے لیے روانہ ہوئے جب ہم علی پور شریف کی حدود میں داخل ہوئے تو میری تکلیف میں کچھ افاقہ ہوا اور جب پیر سیّد نذر حسین شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اپنی تکلیف کے بارے میں عرض کی تو آپ نے فرمایا کہ پہلے کھانا کھاؤ بعد میں دم کریں گے۔ کھانے کے بعد آپ نے ٹانگ پر دم کیا تو مجھے اسی وقت آرام آ گیا۔ ایسا محسوس ہوا کہ جیسے پہلے کبھی درد تھا ہی نہیں۔ ڈاکٹروں پر اتنا زیادہ پیسہ خرچ کرنے سے آرام نہ آیا لیکن میرے پیر و مرشد کی ایک نگاہ سے مجھے آرام آ گیا اور اب میں بالکل ٹھیک ہوں۔

56. حضرت امیر ملتؒ کے کرم سے مجسٹریٹ محبت سے پیش آیا

صوفی صابر علی بمقام کھاڑک تحصیل وضلع میر پور آزاد کشمیر نے بتایا کہ جناب امیر ملتؒ الحاج الحافظ قاری پیر سیّد منور حسین شاہ صاحب ضلع گجرات میں تشریف فرما تھے۔ وہاں سے آپ نے مجھے ملنے کے لیے پیغام بھیجا تو اسی رات آٹھ بجے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میری گاڑی کا چالان ہو چکا تھا۔ اس لیے دوسرے دِن میں نے گجرات شہر کی عدالت میں چالان کے سلسلے میں جانا تھا۔ ایک دِن میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دوسرے دِن عدالت میں جانے کے لیے جب حضرت سے صبح جانے کی اجازت مانگی تو آپؒ نے فرمایا کہ ناشتہ کرنے کے بعد جانا۔ میں نے عرض کیا کہ جناب میں نے چالان کے سلسلے میں بہت دور جانا ہے۔ میرا وہاں جانا بہت ضروری ہے تو آپ نے فرمایا کہ دِل میں حضرت امیر ملتؒ کو یاد کر کے جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تمھارا کام کر دے گا۔ حضرت کے ارشاد کے مطابق

میں ناشتے کے بعد وہاں سوا دس بجے صبح روانہ ہوا اور عدالت میں سوا گیارہ بجے پہنچ گیا۔ اس کے پانچ منٹ بعد عدالت میں حاضری کے لیے میرا نام پکارا گیا۔ عدالت میں حاضری کے بعد جب میں ریڈر سے ملا تو میں نے پوچھا کہ میرے عدالت میں آنے سے پہلے تو میرا نام نہیں پکارا گیا تھا۔ تو ریڈر نے جواب دیا صوفی صاحب میں حیران ہوں کہ عدالت کی لسٹ میں سب سے پہلے آپ کا نام تھا لیکن آپ کو اس وقت بلایا گیا۔ جب آپ عدالت میں حاضر ہوئے۔ صوفی صاحب کہتے ہیں حضرت امیر ملتؒ کے صدقے میں دوسرے ڈرائیوروں کی نسبت مجھے جرمانہ بھی کم ہوا اور مجسٹریٹ بھی محبت سے پیش آیا۔ یہ سب حضرت امیر ملتؒ ہی کا فیض تھا۔ جن کی نگاہ سے اللہ تعالیٰ نے یہ کام کروایا۔

57. دس آدمیوں کا کھانا تیس آدمیوں نے کھایا مگر کھانا پھر بھی باقی بچ گیا

شیر جان خان بمقام کھلابٹ ٹاؤن شپ سیکٹر نمبر 1 ضلع ہری پور ہزارہ نے واقعہ بتایا کہ 1972ء میں موجودہ تربیلا ڈیم (سابقہ تربیلا شہر) والی جگہ ہم نے حضرت نجم الملت الحاج الحافظ پیر سیّد نذر حسین شاہ صاحب جماعتی علی پوری کی دعوت کی۔ آپ کے ہمراہ دس بارہ آدمی تھے اور آپؒ کی آمد کی خبر سُن کر بہت سے عقیدت مند جمع ہونے شروع ہو گئے۔ میں نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ کھانا لاؤں تو آپ نے فرمایا ابھی ٹھہر جاؤ۔ کچھ رش جب کم ہوا تو میں نے پھر عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ کھانا لے آؤ۔ میں کھانا لینے گھر گیا تو والدہ صاحبہ نے پوچھا کہ شیر جان کتنے مہمان ہیں۔ مہمانوں کے تعدد سُن کر میری والدہ پریشان ہو گئیں اور کہنے لگیں کہ میں نے تو صرف دس یا بارہ آدمیوں کا کھانا تیار (پکایا) کیا ہے۔ یہ سُن کر میں بھی پریشان ہو گیا کہ برادری میں ہماری کیا عزت رہے گی۔ لوگ کہیں گے کہ پیر صاحب کو دعوت کا شوق تھا اور کھانا بھی پورا نہ کر سکے۔ میں نے جا کر پیر صاحب کی خدمت میں آہستہ سے سارا ماجرا بیان کیا تو آپ نے مجھے اپنا رومال عطا کیا اور فرمایا کہ یہ رومال کھانے پر ڈال دو اور اس کو اُوپر سے نہ اُٹھانا اور بسم اللہ پڑھ کر کھانا برتنوں میں ڈال کر لے آؤ۔ میں نے آپ کے حکم کے مطابق ایسا ہی کیا اور کھانا لے آیا۔ شیر جان کہتا ہے کہ حضرت کے ساتھ تقریباً تیس کے قریب آدمیوں نے کھانا کھایا اور آپ کی دُعا سے اور رومال کی برکت سے باقی اتنا کھانا بچا کہ ہم سب گھر والوں نے بھی کھا لیا اور اس کے باوجود کھانا ختم نہ ہوا۔ یہ میرے حضرت پیر نذر حسین شاہ صاحب کی زندہ کرامت ہے۔

58. بچی صحت یاب ہوگئی

قاری محمد فیاض جماعتی امام مسجد بمقام باغبانپورہ نے بتایا کہ میری بیٹی جو تین، چار سال کی ہے کچھ عرصہ پہلے بہت زیادہ بیمار ہوگئی۔ بہت ڈاکٹروں سے علاج کروائے مگر آرام نہ آیا۔ بیماری روز بروز بڑھتی جا رہی تھی۔ میں بہت پریشان تھا۔ اسی پریشانی میں تھا کہ والد صاحب جو کسی کام کی غرض سے گوجرانوالہ گئے ہوئے تھے واپس آئے تو لڑکی کی حالت کو دیکھ کر مجھ سے بہت ناراض ہوئے اور کہنے لگے کہ ڈاکٹروں کے پاس کیا مارے مارے پھر رہے ہو۔ علی پور شریف لے جاؤ۔ مجھے یقین ہے کہ یہ لازمی وہاں سے صحت یاب ہو جائے گی۔ میں والد صاحب کے کہنے پر علی پور شریف لے گیا۔ جب ہم علی پور شریف پہنچے۔ بچی کی دربار شریف حاضری دے کر آپا جی صوفیہ صاحبہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ سے بچی کی بیماری کے متعلق عرض کی۔ آپ نے بچی کو دم کیا اور دُعا فرمائی۔ دُعا فرمانے کے بعد آپ نے فرمایا کل اسے مکمل آرام آجائے گا۔ پھر ہم آپ سے اجازت لے کر واپس چلے گئے۔ آپا جی حضور کے کہنے کے مطابق دوسرے دِن بچی بالکل ٹھیک ہوگئی۔ قاری صاحب نے بتایا اس کے جب بھی کوئی خواہش یا ضرورت لے کر میں آپا جی کے پاس حاضر ہوا۔ میری ہر آرزو پوری ہوئی۔

59. تمام گاڑی والوں کی جان بچ گئی

جناب حاجی محمد اکمل صاحب جماعتی بمقام ٹاؤن شپ مکان نمبر **All-342** چاندنی چوک لاہور نے بیان کیا۔ **1946** یا **1947** کا واقعہ ہے کہ ہندوؤں کی ایک انتہا پسند قوم نے یہ مہم چلا رکھی تھی کہ جہاں کہیں بھی مسلمان کو دیکھو، دیکھتے ہی اُسے (شہید) مار ڈالو۔ اس مہم کے تحت بے شمار مسلمان شہید ہو چکے تھے۔ اسی مہم کے دوران مجھے اپنا شجرۂ نسب لینے اپنے آبائی گاؤں شہر روہتک جانا پڑا۔ جس کے لیے میں نے ریل گاڑی کا سفر محفوظ تصور کرتے ہوئے کیا۔ میں شہر روہتک کے لیے سفر میں تھا کہ راستے میں ریل گاڑی ایک چھوٹے سے اسٹیشن پر رُکی جس کا نام ساحیلہ تھا۔ گاڑی دو تین گھنٹے رُکی رہی۔ مسافر تنگ آگئے اور پلیٹ فارم پر اُترے تا کہ پتہ کریں کہ گاڑی اتنی دیر سے کیوں کھڑی ہے۔ جیسے ہی کچھ مسافر اسٹیشن ماسٹر سے دریافت کرنے کے لیے اس کے کیبن (کمرے) کی طرف گئے تو انتہا پسندوں نے آنا گھیرا اور اُنھوں نے اِن مسافروں کو مارنا پیٹنا شروع کر دیا۔ ہمیں بھی جیسے

اپنی موت نظر آنے لگی۔ میں نے تو فوراً ہی اپنے دِل ہی دِل میں اپنے پیر و مرشد قبلہ و کعبہ امیر شریعت و امیر ملت حضرت پیر جماعت علی شاہؒ صاحب کو پکارنا شروع کر دیا اور کہا کہ آپ کے مرید کی جان خطرے میں ہے۔ خدا اور رسول ﷺ کے بعد آپ ہی ہیں جو مجھے یہاں سے بچا سکتے ہیں۔ اتنا کہنا تھا کہ انتہا پسند ہندو سب بھاگ گئے۔ ایسا دکھائی دیتا تھا۔ جیسا کسی نے اُنھیں مار بھگایا ہو۔ انتہا پسندوں کے بھاگنے کے بعد گاڑی چلنے لگی اور میں بخیر و عافیت اپنے گاؤں پہنچ گیا۔ واپسی پر کراچی سے ہو کر میں سیدھا علی پور شریف حضرت امیر ملتؒ آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ ابھی میں نے سلام عرض کیا ہی تھا کہ آپؒ نے فرمایا کہ۔۔۔۔۔ اکمل تیری وجہ سے تمام گاڑی والوں کی جان بچ گئی۔ اکمل صاحب یہ کہتے ہوئے رو پڑے اور کہا کہ ایسا پیر کامل زمانے میں چراغ لے کر بھی ڈھونڈنے سے نہیں ملے گا۔ پھر اکمل صاحب نے کہا میرے حضرت جیسا پیر ملے تو کیسے ملے اِن جیسا ہے ہی کوئی نہیں۔ اُنھوں نے کہا کہ میری دُعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اعلیٰ حضرت کی اولادِ پاک کو تا قیامت قائم و دائم رکھے اور علی پور شریف سے یہ فیض کا چشمہ جاری اور ساری رہے۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

60. حضرت نے خود بلا کر مرید کیا

جناب حاجی محمد اکمل صاحب جماعتی بمقام ٹاؤن شپ مکان نمبر All-342 چاندنی چوک لاہور نے بیان کیا ہے کہ میں اعلیٰ حضرت کا مرید نہیں ہوا تھا۔ ہمارے خاندان سے میری والدہ، میری خالہ اور میرے نانا حجرت امیر ملتؒ کے مرید تھے۔ میرے والد صاحب سلسلہ چشتیہ سے منسلک تھے۔ کیونکہ اجمیر شریف ہمارے گھر سے نزدیک تھا۔ اس لیے میرا زیادہ تر رجحان خواجہ غریب نواز کے روضے پر جانے کے لیے تھا۔ چنانچہ ایک دِن میں اعلیٰ حضرت خواجہ غریب نواز کے روضے پر حاضر ہو کر دُعا مانگ رہا تھا کہ میں نے دیکھا کہ حضرت امیر ملتؒ میرے پاس تشریف لائے اور آپؒ نے میرا بازو پکڑ کر مجھ سے فرمایا۔۔۔۔ تو نے میرا مرید ہونا ہے تو یہاں کیا لینے آ گیا ہے۔ چل جلدی کر میں لاہور میں فلاں جگہ ٹھہرا ہوا ہوں وہاں پہنچ۔ اکمل صاحب نے بتایا کہ میں فوراً گھر واپس گیا۔ وہاں سے اپنی والدہ محترمہ سے اجازت لی۔ ضروری سامان ساتھ لیا اور آپ کے بتائے ہوئے پتہ پر لاہور پہنچ گیا۔ آپ اس

وقت کوچہ فقیر خانہ بازار حکمیاں، اندرون بھاٹی گیٹ حکیم مبارک احمد صاحب جماعتی خلفیہ مجاز امیر ملتؒ کے گھر تشریف فرما تھے۔ میں نے اسی وقت آپؒ کے دستِ مبارک پر بیعت کی۔ اکمل صاحب نے کہا کہ جناب کیسے مزے کی بات ہے کہ آپ لاہور میں تشریف فرما ہیں اور سینکڑوں میل دور اجمیر شریف میں ایک پل میں مجھے لاہور کا پتہ بتا دیا اور فرمایا کہ تو نے میرا مرید ہونا ہے یہاں کیا کر رہا ہے۔ معلوم ہوا کہ اعلیٰ حجرت کے جتنے بھی عقیدت مند ہیں آپ کی نگاہ ہر وقت اُن پر ہے۔

61. حضرت شمس الملت کی دُعا سے اللہ تعالیٰ نے اولاد عطا فرمادی

شریفاں بی بی بمقام خاناں والی تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ نے بتایا کہ میرے گھر اولاد نہیں ہوتی تھی۔ 1950 میری شادی کو پندرہ سال گزر چکے تھے لیکن باوجود بہت سے ڈاکٹروں اور حکیموں کے علاج کروانے کے اولاد نہیں ہوتی تھی۔ آخر میرے کسی رشتہ دار نے کہا کہ تو علی پور شریف کیوں نہیں جاتی۔ میں نے بات مان کر 1965 میں نے اپنے خاوند کو ساتھ لیا اور علی پور شریف حاضر ہوئی۔ اس وقت کے سجادہ نشین جناب حضرت شمس الملت پیر سیّد نور حسین شاہؒ صاحب تشریف فرما تھے۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر میں سرکار کے قدموں میں گر کر رونے لگی تو آپؒ نے فرمایا۔ مائی روتی کیوں ہے معلوم ہے تیرے پاس اولاد نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا اور میرے سرکار مدنی و مکی ﷺ کے صدقے انشاءاللہ تیرے پاس ایک بیٹا اور دو بیٹیاں ہوں گی۔ رونا بند کر دے اور اللہ تعالیٰ سے دُعا کر۔ مجھے آپؒ کی بات پر یقین ہو گیا واقعی آپؒ اللہ تعالیٰ کے سچے ولی ہیں۔ آپؒ نے میرے کچھ بتائے بغیر غیب سے سب کچھ بتا دیا۔ اَب میرے گھر اللہ تعالیٰ ضرور اپنی رحمتوں اور نعمتوں کی بارش کرے گا۔ بعد ازاں اُس خاتون نے بتایا کہ اگلے ہی سال اللہ تعالیٰ نے مجھے اولاد نرینہ سے نوازا اور پھر چند سالوں میں مجھے دو بیٹیاں عطا کیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے سجادہ نشین جناب حضرت شمس الملت پیر سیّد نور حسین شاہؒ صاحب کے وسیلے سے اولاد عطا کی۔ یہ ہے اس گھرانے کی فضلیت۔ اللہ تعالیٰ اس آستانہ عالیہ سے سب کو فیض عطا فرمائے۔ آمین۔

62. حضرت جوہر ملتؒ نے پہنچ کر کرایہ ادا کر دیا

احمد نواز بھوجیا بمقام چک نمبر 255 تحصیل و ضلع جھنگ نے مجھے بتایا کہ میں نے ایک مرتبہ

اپنے پیرومرشد حضرت جو ہر ملت ؒ جناب قبلہ پیر سیّد اختر حسین شاہ ؒ صاحب کی خدمت میں درخواست کی کہ جناب مجھے کوئی ایسا نقش (تعویز) عنایت فرمائیں۔ جس سے مجھے کوئی مشکل پیش نہ آئے تو آپ ؒ نے ہنس کر فرمایا بھوجیا جن کے پیر کامل ہوں انھیں نقش (تعویزوں) کی ضرورت نہیں ہوتی۔ کوئی بھی مشکل بنے تو مجھے دِل سے یاد کر لینا ہم مدد کو پہنچ جائیں گے۔ اُنہوں نے بتایا کہ ایک مرتبہ میں اور میری بچی علی پور شریف حاضر ہوئے۔ حاضری کے بعد اجازت لے کر جب علی پور شریف سے روانہ ہوئے جب ہم پسرور پہنچے تو میری بچی نے کچھ کھانے کے لیے کہا۔ میں نے جب جیب میں ہاتھ ڈالا تو جیب نے کہا ہاتھ مت لگانا۔ یعنی میری جیب سے پیسے نکل چکے تھے میری جیب کٹ چکی تھی۔ میرے پاس سیالکوٹ تک کی ٹکٹ تھی اس لیے سیالکوٹ سے آگے جانے کے لیے میرے پاس کوئی پیسہ نہ تھا۔ کہ میں آگے سفر جاری رکھ سکتا۔ میں کسی سے کچھ مانگ بھی نہیں سکتا تھا اور مانگتا بھی تو کسی نے کیا دینا تھا۔ میں اسی پریشانی میں تھا کہ دِل میں خیال آیا کہ کیوں نہ اپنے پیرومرشد کو یاد کیا جائے۔ انھوں نے فرمایا ہے کہ جب کوئی مصیبت آئے اپنے مرشد کو یاد کیا کروں۔ وہی مسئلہ حل کریں گے۔ میں آپ ؒ کے قول کو صدق ہی نہیں سمجھتا بلکہ سچے دل سے مانتا ہوں۔ احمد نواز نے دِل ہی دِل میں اپنے پیرومرشد کو یاد کرنا شروع کر دیا اور سوچا کہ حضرت آج آپ کے مرید کا اللہ تعالیٰ کے بعد آپ ؒ کے سوا کوئی نہیں میری مدد فرمائیں۔ انھوں نے کہا کہ میں سیالکوٹ جانے تک آپ ؒ کو یاد کرتا رہا۔ جب سیالکوٹ پہنچے تو بے ساختہ میری آنکھوں میں آنسو آ گئے اور کپڑے سے میں نے صاف کر لیے۔ اُسی وقت جھنگ جانے کے لیے دوسری بس تیار تھی۔ میں اور میری بچی اس بس میں سوار ہو گئے۔ بس کا کنڈیکٹر سواریوں سے پیسے لیتا ہوا میرے پاس سے گزر گیا۔ مجھ سے اس نے کرایہ نہ مانگا۔ میں بھی خاموش رہا کیونکہ میرے پاس پیسے نہ تھے۔ کنڈیکٹر جب میرے پاس دوبارہ آیا تو میں نے اس سے پوچھا کہ مجھ سے تم نے کرایہ نہیں لیا۔ تو اس نے کہا کہ آپ کا کرایہ تو ہو چکا ہے۔ میں نے کہا کہ وہ کیسے تو اس نے جواب دیا کہ میں آپ سے کرایہ مانگنے آ رہا تھا تو ایک نورانی چہرے والے بزرگ نے آپ کا کرایہ ادا کر دیا۔ جب میں نے اس سے اُن کا حلیہ دریافت کیا تو وہ بالکل میرے پیرومرشد حضرت جو ہر ملت کا تھا اور یہ سب آپ کی کرامت تھی اور واقعی وہ ایسے کامل مرشد ہیں کہ جب بھی آپ کا عقیدت مند آپ کو پکارتا ہے تو آپ ؒ

اس کی مدد کو پہنچ جاتے ہیں۔

63. مجوسی مسلمان ہو گیا

جناب حاجی محمد عالم حیدری صاحب بمقام چشتیاں ضلع بہاول نگر بیان کرتے ہیں کہ میں ایک خواب میں دیکھتا ہوں کہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امیر ملت تشریف فرما ہیں اور ایک جنگل کو ہسا نما ہے اور مجھے حکم فرماتے ہیں کہ کچھ فاصلے پر ایک مجوسی آگ جلائے بیٹھا ہے۔ اسے کہو کہ تھوڑی سی آگ دے جب میں حسب ارشاد اس کے پاس آگ لینے گیا تو اس نے انکار کر دیا۔ میں نے واپس آ کر حضرت کو اس کے انکار سے مطلع کیا تو سرکار خود چل پڑے۔ ہم سب ساتھ تھے آپ نے اس مجوسی کے پاس جا کر تھوڑی سی آگ طلب فرمائی۔ اس نے تھوڑی سی آگ دی تو آپ نے کپڑے میں لپیٹ کر بغل میں دبالی۔ مجوسی سے سوال کیا کہ آپ نے یہ کیا کیا تو آپ نے فرمایا باقی دوستوں کو محشر میں دوزخ کی آگ سے بچالیں گے۔ پھر آپ نے مجوسی نے خربوزہ طلب فرمایا اس نے کہا کہ خربوزے کا موسم نہیں ہے تو آپ نے کلمہ طیبہ پڑھا تو خربوزہ نمودار ہو گیا۔ مجوسی نے یہ دیکھا تو آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا اور مسلمان ہو گیا۔

64. حضرت امیر ملتؒ کی دُعا سے حالات پھر گئے

میاں بشیر احمد بمقام باغبانپورہ لاہور نے بتایا کہ میرے والد صاحب پر بہت تنگ دستی کا دور آیا۔ کاروباری حالات دِن بدن خراب ہوتی گئی۔ ہم اس قدر غریب ہو گئے کہ دو وقت کی روٹی بھی بڑی مشکل سے میسر آتی تھی۔ میرے والد بہت پریشان رہنے لگے آخر قبلہ حضرت امیر شریعت امیر ملت الحاج الحافظ پیر سیّد جماعت علی شاہؒ صاحب محدث علی پوری کی خدمت میں علی پور شریف حاضر ہوئے اور آپ کی خدمت میں عرض کی کہ حضرت ہم پر بہت تنگ دستی اور پریشانی کے دِن آ گئے ہیں دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہماری یہ تنگ دستی اور پریشانی دور فرمائے اور دین و دنیا میں مالا مال کر دے۔ اس وقت آپ کی خدمت میں جتنے لوگ حاضر تھے۔ ان سب سے آپ نے فرمایا کہ اس آدمی کے لیے دُعا کریں اور آپ نے دُعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ اس کی پریشانی دور کرے اور یہ مالدار ہو جائے۔ پھر آپ نے فرمایا جو ہماری بات پر عمل کرے گا وہ غریب نہیں رہ سکتا۔ قبلہ عالم کی دُعا سے میرے والد صاحب کے دِن پھر

گئے اور وہ مالدار ہو گئے ۔ یہاں تک کہ انھوں نے سو تولے چاندی کی رکابیں بنوا کر اپنی ڈاچی پر ڈالیں اور ہمیشہ اس پر سواری کرتے رہے۔

65. حضرت کی دُعا سے اولاد زندہ سلامت رہنے لگی

میاں بشیر احمد بمقام باغبانپورہ لاہور نے مجھ سے دوسرا واقعہ اس طرح بیان کیا کہ میری شادی ہوئی تو میرے گھر اولاد تو ہوتی تھی لیکن زندہ نہیں رہتی تھی۔ پھر میں نے قبلہ عالم پیر و مرشد پیر سیّد جماعت علی شاہؒ صاحب محدث علی پوری کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ میرے ہاں اولاد تو ہوتی ہیں مگر مر جاتی ہے۔آپ کے پاس اس وقت جتنے لوگ بیٹھے تھے۔آپ نے ان سے فرمایا کہ اس آدمی کے لیے دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس کو زندگی والی اولاد عطا کرے۔آپ کی دُعا سے اللہ تعالیٰ نے مجھے جتنے بچے عطا کیے سب زندہ رہے۔

66. حضرت امیر ملتؒ کے کرم سے ہتھ کڑی نہ لگ سکی

میاں بشیر احمد باغبانپورہ نے بتایا کہ ایک مرتبہ مجھ پر قتل کا جھوٹا مقدمہ بن گیا۔ رشتہ داروں نے اپنے ساتھ پرچے میں میرا نام بھی درج کروا دیا حالانکہ اس قتل سے میرا کوئی تعلق نہیں تھا۔ پولیس جب ہمیں پکڑنے کے لیے آئی تو اس وقت ہم پانچ آدمی موجود تھے جن کا نام پرچے میں درج تھا چونکہ میرا نام بھی پرچے میں درج تھا۔ پولیس نے ہتھکڑیاں لگانا شروع کیں اور میرے علاوہ باقی تمام کو ہتھکڑیاں لگا دی۔ جب میرے پاس آئے تو میں نے اُن سے کہا کہ میں بے قصور ہوں ۔ میرا اِس مقدمے کے ساتھ کوئی تعلق نہیں لیکن اُنھوں نے میری ایک نہ سُنی اور مجھے ہتھکڑی لگانا چاہی ۔ میں نے اُسی وقت اپنے مرشد کامل کو یاد کیا کہ اپنے مرید کا خیال کریں۔ میں بے گناہ ہوں مجھے جان بوجھ کر پھنسایا جا رہا ہے۔میرا اپنے مُرشد کو یاد کرنا تھا کہ لگی ہوئی ہتھکڑی کڑک کر کے کُھل گئی۔ پولیس والے نے دوبارہ ہتھکڑی لگائی لیکن وہ پھر کُھل گئی۔تیسری بار تھانے دار خود آگے بڑھا اور اُس نے خود ہتھکڑی لگانے کی کوشش کی لیکن ہتھکڑی ٹوٹ کر نیچے گر گئی۔ تھانے دار نے میرے منہ کی طرف حیرانی سے دیکھا اور مجھ سے مخاطب ہوا کیا وجہ ہے کہ تیرے ہاتھوں میں ہتھکڑی نہیں لگ رہی۔ میں نے جواب دیا تھانے دار صاحب جب جب آپ مجھے ہتھکڑی لگاتے ہیں میں اُس وقت اپنے پیر و مرشد کو

اپنے دفاع کے لیے یاد کر رہا ہوں اسی وجہ سے ہتھکڑی نہیں لگ رہی۔ اللہ تعالیٰ نے میرے پیرومرشد کی دُعا کو قبول کرتے ہوئے مجھے ہتھکڑی لگنے سے بچے رکھا۔تھانے دار نے یہ سنا تو حیران و پریشان ہو گیا اور اُس نے مجھے اپنے پیرومرشد کی زیارت کروانے کی درخواست کی۔میں تھانے دار صاحب کو لے کر اپنے پیرومرشد کے آستانہ عالیہ علی پور شریف آیا۔پیرومرشد کی زیارت کرتے ہی وہ آپ کے قدموں میں گر گیا اور روتے ہوئے کہا کہ مجھے بھی اپنے مریدوں میں شامل کر لے۔قبلہ عالم نے تھانے دار کو بیعت کر کے اپنے مریدوں کی صف میں ملا لیا۔بعد ازاں تھانے دار نے جب اس قتل کیس کی انکوائری کی جس میں مجھے بے گناہ ثابت ہونے پر میرا نام پرچے سے نکل دیا۔میاں بشیر نے کہا کہ ایسے کامل بے مثال پیرومرشد کہاں ملتے ہیں۔شاہ جماعتؒ بڑے لجپال ہیں۔

67. حضرت امیر ملتؒ کے کرم سے دِل کا اپریشن ہونے سے بچ گیا

شیخ محمد رمضان بمقام نزد داتا دربار لاہور کو 29 جولائی 2000ء کو دِل کا دورہ پڑا اور وہ لاہور سروسز ہسپتال کارڈیالوجی میں داخل ہو گئے۔ڈاکٹروں نے چیک اپ کرنے کے بعد فوراً فیصلہ کیا کہ ایک دو دِن میں آپ کے دِل کا بائی پاس آپریشن ہوگا۔اُنھوں نے کہا کہ آنے والے جمعہ اور ہفتہ کے دِن آپ کا آپریشن ہوگا کیونکہ جس کا اُنہوں نے آپریشن کرنا ہوتا ہے اُسے کارڈیالوجی والے وقت بتا دیتے ہیں۔شیخ صاحب ہسپتال میں داخل تھے میں ان کی عیادت کے لیے ہسپتال گیا۔اُن کا حال معلوم کیا تو شیخ صاحب نے بتایا۔طبیعت پہلے سے کچھ بہتر ہے۔ڈاکٹروں نے دِل کا بائی پاس کرنا ہے۔جناب علی پور شریف واپسی پر قبلہ آپا جی صاحبہ سے دُعا کی درخواست کریں اور خود حضرت قبلہ عالم کے دربار شریف پر حاضر ہو کر دُعا فرمائیں۔میں نے شیخ صاحب سے وعدہ کیا کہ میں ضرور دُعا کروں گا۔اگلے دِن واپسی پر دربار شریف حاضر ہوا اور شیخ صاحب کا پیغام روضہ اقدس پر عرض کیا اور دُعا کی کہ قبلہ عالم آپ ہم سب کے پالن ہار ہیں شیخ صاحب کی صحت کے لیے خصوصی دُعا فرمائیں اور دوسری جانب قبلہ آپا جی کی خدمتِ اقدس میں حاضری دے کر اُنھیں بھی شیخ صاحب کا پیغام دیا اور صحت کے لیے دُعا کرنے کو کہا۔قبلہ آپا جی نے کہا میں تو دِن رات اُس کے لیے دُعا کرتی ہوں۔پھر آپ نے فرمایا کہ چند منٹ پہلے ہی لاہور سے مجھے ٹیلیفون آیا ہے سن کر بڑی مسرت ہوئی۔شیخ صاحب کے گھر والوں

نے بتایا ہے کہ ڈاکٹروں نے بائی پاس کرنے کا ارادہ بدل دیا ہے کیونکہ دِل کے جو وال بند تھے کہہ رہے ہیں وہ اب بند نہیں ہیں اس لیے اب آپریشن کی ضرورت نہیں۔ قبلہ آپا جی نے اس پر اتفاق نہیں کیا بلکہ خود سروسز ہسپتال شعبہ کارڈیالوجی میں شیخ صاحب سے اُن کی عیادت کی اور خیریت پوچھی تو شیخ صاحب نے عرض کیا سرکار یہ قبلہ عالم کی رحمت اور آپ کی دُعاؤں کا صدقہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے آپریشن سے بچالیا ہے اور اب میں بالکل ٹھیک ہوں۔

68. حضرت امیر ملتؒ کا ہاتھ مبارک پھیرنے سے درد جاتا رہا

محترم الحاج محمد اکمل علی صدیقی صاحب بمقام چاندنی چوک ٹاؤن شپ لاہور بیان کرتے ہیں کہ میرے کولھے (چوکنے) میں شدید درد تھا۔ ڈاکٹروں سے چیک اپ کروائے۔ ایکسرے کروائے تو پتہ چلا کہ کولھے کی ہڈی اپنی جگہ سے کھسک (ہل) گئی ہے۔ ڈاکٹروں نے میرے کولھے کا آپریشن کر دیا اور کہا کہ ہڈی کو اپنی مقررہ جگہ پر سیٹ کر دیا گیا لیکن درد مجھے ویسے ہی ہوتا رہا۔ میں اسی کیفیت میں برطانیہ چلا گیا۔ وہاں میں نے ڈاکٹروں سے مشورہ کیا تو انھوں نے میرے دوبار ٹیسٹ لیے اور مجھے بتایا کہ آپ کی کولھے کی ہڈی جوں کی توں ہے۔ یہ تو اپنی جگہ سے کھسکی ہوئی ہے ہڈی اپنی جگہ سیٹ نہیں ہوئی۔ برطانوی ڈاکٹروں نے میرا علاج شروع کیا اور مجھے بھی دوائیاں کھانے سے کچھ افاقہ نظر آیا۔ میں نے وہاں اپنا مکمل علاج کروایا اور پاکستان واپس آ گیا۔ پاکستان واپسی کے چند ماہ بعد شاید مجھ سے کچھ بد پرہیزی ہوگئی کہ مجھے پھر سے درد ہونا شروع ہو گیا۔ جب مجھے درد ہوتا اور اتنا شدید ہوتا کہ میری چیخیں نکل جاتیں۔ درد کی وجہ سے میں چلنے پھرنے سے معذور ہو گیا حتیٰ کہ میں پیشاب بھی بڑی مشکل سے کر سکتا تھا۔ آخر کار میں نے ایک رات اسی درد اور تکلیف میں روتے ہوئے اپنے پیرو مرشد کو یاد کرنا شروع کر دیا اور دِل ہی دِل میں کہا کہ حضور میری مدد فرمائیں اور غلام کو اس بیماری سے نجات دلوائیں۔ محترم الحاج محمد اکمل بتاتے ہیں کہ یاد کرتے کرتے میری آنکھ لگ گئی۔ میں نے دیکھا حضرت امیر ملتؒ البرکت میرے خواب میں تشریف لائے۔ آپؒ نے فرمایا کہ اکمل تجھے کیا تکلیف ہے تو میں نے تمام حال بیان کر دیا۔ آپؒ نے اپنا دستِ مبارک میری درد والی جگہ پر پھیرا اور فرمایا کہ اب ساری زندگی تمھیں درد نہ ہوگا۔ اکمل صاحب کہتے ہیں کہ جب سے میرے پیر لجپال نے خواب میں تشریف لا

کر میری درد والی جگہ پر ہاتھ پھیرا ہے اس کے بعد آج تک مجھے تکلیف نہیں ہوئی۔ میں نے اس کے بعد یہ شعر پڑھا۔

روتے ہوئے کوئی غم میں جب انھیں یاد کرتا ہے
آپؒ خود تشریف لاتے ہیں کبھی تڑپایا نہیں کرتے

69. منکر کے نصیب میں کہاں یہ رحمت

ڈاکٹر الحاج جمال دین صاحب عاشق رسول ﷺ بمقام کریم پارک لاہور قیام پذیر رباط جماعت منزل مدینہ منورہ نے بیان کیا کہ بمقام کلاس والا تحصیل پسرور میں ایک مولوی تھا جو وہابی تھا اور دِل سے پیروں اور بزرگوں کا منکر تھا وہ قلعہ احمد آباد سابقہ قلعہ صوبہ سنگھ میں امامت کراتا تھا۔ ایک دِن جب حضرت امیر ملتؒ مجدد دین وملتؒ تبلیغی دورے پر تشریف لائے تو اس مولوی نے بتایا کہ سب لوگ تو حضرت امیر ملتؒ صاحب کے استقبال کے لیے جمع تھے مگر نعوذ باللہ میں تماشائی تھا۔ حضرت امیر ملتؒ جس گاڑی میں تشریف لا رہے تھے۔ جب گاڑی اسٹیشن پر رُکی۔ آپؒ جب گاڑی سے اُترے تو ہجوم آپؒ کی طرف اُمڈ پڑا۔ مگر آپ جلدی سے میری طرف آئے اور میرے کندھے پر جو رومال تھا وہ آپؒ نے لیا اور فرمایا بھائیو نماز پڑھ لو وقت ہو گیا ہے پھر آپ نے اسٹیشن پر ہی امامت فرمائی اور سب نے آپؒ کے پیچھے نماز پڑھی۔ وہ مولوی کہتا ہے مگر میں نے آپؒ کے پیچھے نماز نہ پڑھی اور جب حضرت نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے آگے بڑھ کر آپؒ سے اپنا رومال لیا۔ میں گھر واپس آیا اور وہ رومال اپنے سر کی طرف رکھ کر سو گیا تو آپ خواب میں مجھ سے ملے اور مجھے فرمایا کہ تم نے میرے پیچھے نماز کیوں نہ پڑھی۔ مولوی کہتا ہے کہ میں نے اس کو ایک خیال تصور کیا اور سو گیا مگر تھوڑی دیر بعد سرکار نے مجھے اچھی طرح ہلایا اور ڈانٹا۔ میں نے سوچا کہ جو رومال مجھ سے حضرت نے لیا تھا یہ اس کی وجہ سے ہوا تھا تو میں نے رومال دوسری طرف رکھ دیا اور سو گیا۔ ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں کہ وہابی نے جس مولوی صاحب کو یہ بات بتائی تھی انھوں نے اس مولوی صاحب سے کہا کہ تمھارے نصیب میں یہ رحمت اور نعمت کہاں ہم تو سرکار کے دیوانے ہیں اور انھیں کے گیت گائیں گے۔

70. حضرت نے بغیر پوچھے دِل کی بات بتادی

جناب الحاج محمد اکمل علی صدیقی جماعتی بمقام چاندنی چوک ٹاؤن شپ لاہور نے بتایا کہ ایک دفعہ میرے دِل میں خیال آیا کہ پتا نہیں کہ ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کا خلال کیسے کیا جاتا ہے؟ میں نے سوچا کہ جب علی پور شریف میں حاضری دوں گا تو حضرت امیر ملتؒ سے پوچھوں گا۔ اس وقت میں روہتک انڈیا میں مقیم تھا اور یہ واقعہ 1940ء کا ہے۔ کچھ عرصہ بعد جب میں علی پور سیداں شریف حضرت امیر ملت کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؒ کی خدمت عالیہ میں سلام عرض کیا تو اسی وقت آپ حضرت امیر ملتؒ نے بغیر میرے پوچھے فرمایا کہ اکمل انگلیوں کا خلال ایسے کیا جاتا ہے۔ اکمل صاحب کے خیال میں نے تع یہ بات سینکڑوں میل دور انڈیا میں اپنے ذہن میں سوچی تھی مگر آپؒ نے میرے بغیر پوچھے ہی بتادی ہے۔

حضرت سید محمد حسین سے منسوب کرامات

71. اعلیٰ حضرت الحاج الحافظ پیر سیّد بشیر حسین شاہؒ صاحب جماعتی غوثِ زماں ہیں

صوفی صابر صاحب جماعتی بمقام کھاڑک ضلع میر پور آزاد کشمیر نے بیان کیا کہ ایک دفعہ ہمارے ہاں دینہ کے مولوی عزیز اللہ صاحب جماعتی نے جلسہ میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ میرے اعلیٰ حضرت الحاج الحافظ پیر سیّد بشیر حسین شاہ صاحب جماعتی علی پوری غوثِ زماں تھے۔ جب جلسہ ختم ہوا تو میں نے مولوی صاحب کے پاس جا کر پوچھا کہ آپ نے سرکار حضرت الحاج الحافظ قاری پیر سیّد بشیر حسین شاہ صاحب جماعتی کو غوثِ زماں کہا ہے وہ کیسے؟ تو انھوں نے فرمایا کہ صوفی صاحب غوث ایک وقت میں کئی جگہ موجود ہو سکتا ہے۔ یہ میرا ذاتی مشاہدہ ہے۔ حضرت صاحب ایک وقت میں کئی جگہ موجود ہوتے تھے۔ انھوں نے بتایا کہ میں نے تیس سال کتابیں پڑھیں مگر مجھے تقریر کرنا نہیں آتا تھا۔ ایک دفعہ آپؒ جھنگ تشریف لے جا رہے تھے اور میں آپ کے ساتھ تھا۔ میں نے عرض کی کہ سرکار مجھے تقریر کرنی نہیں آتی اور کوئی روزگار بھی نہیں دُعا فرمائیں کہ مجھے تقریر کرنے کا فن آجائے۔ آپؒ نے فرمایا مولوی تو تقریر کیا کر پھر آپ نے مجھے ایک جلسے میں تقریر کے لیے کھڑا کر دیا میں گھبراہٹ سے پسینہ پسینہ ہو گیا لیکن حضرت کی نگاہ کرم سے جب میں نے بیان شروع کیا تو مجھے نہیں معلوم کہ میں کیا کیا

کہتا رہا۔ دو گھنٹے ایسے ہی گزر گئے تو پیر صاحب نے مجھے پرچی لکھی کہ تم تو کہتے تھے مجھے تقریر کرنا نہیں آتی اَب مائک کی جان چھوڑو میں نے بھی خطاب کرنا اور پھر واپس بھی جانا ہے۔ انھوں نے کہا کہ میں نے تقریر ختم کی اور حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؒ نے فرمایا تم تو کہتے تھے کہ مجھے تقریر کرنی نہیں آتی مگر تم نے تو بہت اچھا بیان کیا ہے اور اب تمھیں دینہ کی مسجد میں مفتی مقرر کراتے ہیں۔ پھر آپؒ نے مجھے مسجد میں امامت کے لیے رکھوا دیا پھر کچھ دِنوں بعد میں نے سوچا کہ حضرت نے اتنا کچھ عطا کیا ہے میں کیوں نہ آپ کی بیعت کرلوں۔ اسی ارادے سے میں آپ کی خدمت میں علی پور شریف آستانہ عالیہ پر حاضر ہوا۔ رات سونے کے لیے حضرت نے میری چارپائی اپنے قریب ہی بچھوا دی۔ میں نے حضرت سے عرض کی حضور میں نیچے سو جاتا ہوں لیکن آپؒ نے فرمایا نہیں بھئی تم ایک عالم ہو اور دوسرا انسانیت کے ناطے تمھیں چارپائی پر سونا چاہیے اس لیے تمھیں چارپائی پر ہی سونا ہوگا۔ پھر کیا تھا میں نے آپؒ حکم کو بجالاتے ہوئے چارپائی پر لیٹا اور سو گیا۔ تہجد کے وقت جب آپ سرکار اُٹھے تو آپؒ نے وضو کیا آپ کی آہٹ سے میں بھی بیدار ہو گیا اور میں نے بھی وضو کیا اور آپ سرکار کی معیت میں نماز تہجد ادا کی۔ بعد ازاں آپ سرکار کی امامت میں نمازِ فجر ادا کی اور آپ سرکار کے لنگر سے ناشتہ کیا۔ ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد میں نے آپؒ سے اپنے آنے کا مقصد بیان کیا آپ نے فرمایا تیری بیعت موڑہ شریف میں ہوگی۔ پھر آپ نے مجھے موڑہ شریف کے سجادہ نشین پیر محمد خان صاحب کی جانب رقعہ لکھ دیا اور خصوصی ہدایت کی کہ اگر تجھے وہاں دو یا تین دِن قیام بھی کرنا پڑے تو جلدی نہ کرنا۔ یہ رقعہ پیر صاحب کی خدمت میں اُس وقت پیش کرنا جب وہ دربار موڑہ شریف میں حاضر ہوں۔ عزیز اللہ صاحب نے بتایا کہ علی پور شریف سے سیدھا میں موڑہ شریف پہنچا تو معلوم ہوا کہ پیر محمد خان صاحب اس وقت دربار شریف پر ہی ہیں۔ آپؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر میں نے رقعہ سرکار کو دیا۔ آپؒ نے رقعہ پڑھ کر فرمایا کہ یہ رقعہ میری طرف نہیں بڑے سرکار کی طرف لکھا گیا ہے اور نام پتہ میرا ہی لکھا ہے۔ پھر میں نے بیعت کے بارے میں عرض کی تو آپؒ نے فرمایا تیری بیعت علی پور شریف میں ہی ہے۔ پیر صاحب نے تو ادھر تیری خبر لینے کے لیے بھیجا ہے کیونکہ آپ نے تو تہجد کی نماز میرے ساتھ یہاں ادا کی تھی اور فرمایا تھا کہ عزیز اللہ کو میں آپ کے پاس بھیجوں گا اس کی اچھی طرح خبر لیجیے گا پھر پیر محمد خان صاحب نے فرمایا کہ علم کا غرور تو دِل سے نکال دے۔ میں نے حیران ہو کر پیر صاحب سے عرض کی جناب

حضرت الحاج الحافظ پیر سیّد بشیر حسین شاہ صاحب جماعتی نے تو نمازِ تہجد علی پور شریف میں ادا کی تھی اور میں وہاں پر موجود تھا ایک وقت میں ایک شخص دو جگہوں پر کیسے ہو سکتا ہے؟ اس پر پیر محمد خان صاحب موڑہ شریف نے فرمایا کہ وہ وقت کے غوث ہیں اور غوث ایک ہی وقت میں ایک جگہ کی بجائے کئی جگہوں پر موجود ہو سکتا ہیں۔ اب آپ ہی بتائیں کہ میں نے حضرت الحاج الحافظ پیر سیّد بشیر حسین شاہ صاحب کو غوثِ زماں نعوذ باللہ غلط تو نہیں کہا ہے نا۔ بلا شک و شبہ الحافظ الحاج پیر سیّد بشیر حسین شاہؒ صاحب غوثِ زماں تھے اور ہیں۔

72. خواب میں عمرے کے ساتھ ملاقات کا مقام بھی بتا دیا

نعت خواں سلام الدین بمقام کراچی نے بتایا کہ میں نے 1992ء میں حضرت نجم الملت پیر سیّد نذر حسین شاہ صاحب کو خواب میں دیکھا تو آپ نے فرمایا سلام الدین میں مدینہ منورہ میں ہوں تم بھی یہاں آجاؤ تو میں نے عرض کی حضور میرے پاس آنے کے لیے کچھ بھی نہیں پھر آپ نے فرمایا سرکار دو عالم ﷺ انتظام فرما دیں گے اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ میرے ساتھ سیّد اشتیاق حسین شاہ جماعتی اور اُن کی والدہ ماجدہ بھی ہیں پھر آپ نے خواب میں مجھے اُن سے ملاقات بھی کروائی۔ سلام الدین نے کہا حضرت کی دُعا سے پندرہ دِن میں میرا کام مکمل ہو گیا۔ ویزا اور ٹکٹ وغیرہ بھی مل گیا۔ اس کے بعد میں جب مدینہ منورہ حاضر ہوا تو آپ سے اسی جگہ ملاقات ہوئی جہاں خواب میں حضرت نے اپنے آپ سے ملاقات کروائی تھی۔ میں نے حیران ہوا کہ سرکار نے پندرہ دِن پہلے ہی وہ مقام دکھا دیا جہاں میری اور آپ کی ملاقات مدینہ منورہ میں ہوئی تھی۔

73. حضرت نجم الملت کے فرمان سے مجھے حج نصیب ہوا

محمد طفیل جماعتی سانگلہ ہل بیان کرتے ہیں کہ 1991ء یا 1992ء کی بات ہے کہ میرے والد علم الدین جماعتی اور محمد عارف جماعتی علی پور شریف حاضری کے لیے حاضر ہوئے۔ پیر صاحب کے پاس اس وقت کراچی سے آئے ہوئے ایک پیر بھائی بابا جی بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ میرے والد بابا جی سے مخاطب ہوئے اور بولے بابا جی آپ کیا کام کرتے ہیں۔ بابا جی نے جواب دیا کہ میں ایک غریب آدمی ہوں اور کراچی میں، میں نے بچوں کو جھولے دینے والا ایک جھولا بنا رکھا ہے

اور چار آنے فی بچہ کے حساب سے بچوں کو جھولے دیتا ہوں ۔جس سے اپنے بیوی بچوں کا پیٹ پالتا ہوں ۔جس سے گزر ہورہا ہے۔اُس نے بتایا کہ ایک دفعہ آپ سرکار کراچی تشریف لائے اور ایک پیر بھائی کے گھر ٹھہرے ہوئے تھے تو مجھے بھی آپ کی زیارت کا اشتیاق ہوا اور میں جھولے سمیت زیارت کے لیے چلا گیا۔ میں نے جھولا باہر کھڑا کیا اور آپ کی خدمت اقدس میں حاضری دی۔ جب مجھے آپ کی زیارت کا شرف حاصل ہو گیا تو آپ نے مجھے پوچھا کہ بابا تم کیا کام کرتے ہو۔میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور میں نے روتے ہوئے عرض کی حضور بچوں کو جھولا جھلا کر تھوڑی سی روزی کما لیتا ہوں تو آپ اُٹھے اور میرے ساتھ میرے جھولے کے قریب گئے اور جھولے کو اپنا دستِ مبارک لگا کر فرمانے لگے جھولے یار اس بابا جی کو حج بھی کروادے۔ یہ بات سُن کر میں حیران ہوا کہ جھولا مجھے کیسے حج کرواسکتا ہے یا کروادے گا۔مگر آپ کی زبان سے نکلے ہوئے لفظ دو سال میں اِس طرح سچ ثابت ہوئے جسے پتھر پر لکیر کھینچ دی جاتی ہے اور میں نے حج بھی ادا کرلیا۔ یہ شان بے نیازی ہے میرے پیر خانے کی

.74 حضرت جوہرملت نے بچھڑی کی دُعا کی تو اللہ تعالیٰ نے بچھڑے کو بچھڑی بنادیا

محمد طفیل جماعتی سانگلہ ہل سے بیان کرتے ہیں کہ میرے والد صوفی علم الدین صاحب نے بتایا کہ سردی کا موسم تھا۔حضرت جوہرملت الحاج الحافظ پیر سیّد بشیر حسین شاہؒ صاحب جماعتی علی پور شریف میں پرانے شیش محل میں تشریف فرما تھے۔ہم بھی چند مریدین آپؒ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ ڈیرے میں ایک درویش آئے اور انھوں نے کہا کہ حضور گھوڑی نے بچھڑا دیا ہے تو حضرت جوہرملت نے تین چار طاقتور آدمیوں کو بھیجا اور کہا کہ دیکھ کر آؤ کہ گھوڑی نے کیا دیا ہے جب وہ واپس آئے تو سب آدمیوں نے کہا کہ گھوڑی نے بچھڑا دیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ آؤ ہم جا کر دیکھیں ہم نے تو اللہ تعالیٰ سے بچھڑی کی دُعا کی تھی۔ بچھڑا کہاں سے آگیا۔ جب ہم سب نے آپ کے ساتھ جا کر دیکھا تو وہ بچھڑی ہی تھی سب حیران ہوئے اور کہا کہ سرکار ہم تو بچھڑا ہی دیکھ کر گئے ہیں۔اب آپ جانے یا اللہ تعالیٰ کی پاک ذات

75. حضرت امیر ملتؒ نے فرمایا کہ آٹھ بیٹے ہوں گے تو اللہ تعالیٰ نے آٹھ بیٹے ہی عطا فرمائے

مستری محمد انور قلعہ پیر مرُادیا سیالکوٹ نے بتایا کہ میری شادی 1945ء میں ہوئی تھی اور تین سال تک میری بیوی کے ہاں کوئی والادنہ ہوئی تو میر بیوی نے کہا کہ حضرت امیر ملتؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور اُن سے دُعا کرواتے ہیں لیکن میں نہ مانا۔ بعدازاں کچھ ہفتوں اور مہینوں کے گزرنے کے بعد میری بیوی نے مجھے علی پور شریف لے جانے کے لیے راضی کر لیا اور ہمیں رات کو جانا پڑا۔ جب ہم علی پور شریف پہنچے تو پیر صاحب اپنے تمام مریدوں کے ساتھ تہجد کی نماز ادا کر رہے تھے۔ میں کمرے میں ایک طرف بیٹھ گیا۔ نماز ادا کرنے کے بعد تمام لوگ قبلہ عالم کے پاس بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر بعد پیر صاحب نے آواز دی کہ یہاں کوئی مستری انور آیا ہوا ہے۔ میں نے جواب نہ دیا پھر آپ نے دوبارہ فرمایا کہ مستری انور آیا ہوا ہے۔ میں نے اُٹھ کر جواب دیا کہ جناب حاضر ہوں۔ آپؒ نے اپنے پاس بیٹھے تمام لوگوں سے فرمایا کہ دُعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اس کو آٹھ لڑکے عطا کرے۔ پیر صاحب کی دعا سے اب مستری صاحب کے آٹھ لڑکے ہیں اور آٹھوں ہی اعلیٰ عہدوں پر فائز ہیں اور اچھے کاروبار کے مالک ہیں۔

76. اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اہلحدیث کو چھوڑ کر حضرت فخر ملتؒ کے غلام بن گئے

صوفی محمد اسلم ولد محمد عبداللہ چک نمبر 301 بورے والا ضلع وہاڑی کا کہنا ہے کہ ان کا تمام خاندان اہلحدیث سے تعلق رکھتا تھا اور ان کا دوست صوفی اللہ رکھا بھی اہلحدیث تھا۔ صوفی اسلم صاحب کا کہنا ہے کہ میرے دل میں خواہش رہتی تھی کوئی مرُشد کامل مل جائے اور کسی پیر کامل کی تلاش میں مختلف آستانوں پر گئے لیکن اُن کا دِل کہیں بھی مطمئن نہ ہوتا تھا۔ بہت تلاش کے باوجود کوئی مرُشد نہ ملا۔ مرُشد کی تلاش میں داتا دربار لاہور بھی کافی دفعہ گیا لیکن وہاں بھی نہ پا سکا۔ آخر کار ایک دِن لاہور کی ایک مسجد جس کا نام مسجدِ رضوان ہے میں فجر کی نماز باجماعت ادا کر رہا تھا کہ سجدے کی حالت میں مجھے حضرت

فخر ملتؒ کی زیارت ہوئی۔ بس پھر کہ تھا اُسی دِن سے میں چاہتا تھا کہ پیر فخر ملتؒ کا مُرید ہو جاؤں لیکن مجھے معلوم نہ تھا کہ جناب کا آستانہ عالیہ کہاں ہے۔ کافی جگہوں پر تلاش کیا لیکن حضور نہ ملے۔ ایک دِن میرے دوست اللہ رکھا کے ایک واقف آدمی نے ہم دُونوں کو ایک شادی پر آنے کی دعوت دی اور بارات کے ساتھ جانے کو کہا۔ بارات کے ساتھ گاڑی میں جارہے تھے کہ راستے میں گاڑی خراب ہو گئی تو وہاں سے ایک سوزوکی کار کرایے پر لی اور بارات کے ساتھ روانہ ہو گئے۔ وہاں سے فارغ ہو کر واپسی کے لیے گاڑی میں بیٹھے تو گاڑی تمام گاڑیوں سے چھوٹی ہونے کے باوجود سب گاڑیوں سے آگے نکل گئی۔ زیادہ رفتار کے باعث ہمیں حادثے کا خطرہ ہوا۔ ڈرائیور نے گاڑی آہستہ کرنے کی کوشش کی مگر گاڑی قابو میں نہ آئی اور رفتار کم نہیں ہو رہی تھی۔ ہم سب سے پہلے بورے والا پہنچ گئے۔ وہاں ہم جونہی رُکے تو کچھ لوگ کہہ رہے تھے کہ پیر صاحب آچکے ہیں جن لوگوں نے ملاقات کرنی ہے۔ جلدی سے کر لیں پھر پیر صاحب نے آرام کرنا ہے۔ ہمارے دِل میں بھی پیر صاحب کو ملنے کی خواہش تھی۔ وضو کرنے کے بعد جب پیر صاحب سے ملنے کے لیے گئے تو لوگ کہہ رہے تھے کہ پیر صاحب آرام کے لیے اُوپر والی منزل میں چلے گئے ہیں۔ اب ملاقات مُشکل ہے لیکن ہم چلے گئے اور کیا دیکھتے ہیں کہ پیر صاحب نیچے دُوکان میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں نے جونہی حضور کو دیکھا تو میرے ذہن میں وہی سجدے والی صورت دوڑنے لگی۔ میں نے فوراً ملاقات کا شرف حاصل کیا بعد میں مجھے پتہ چلا کہ آپؒ علی پور شریف کے رہنے والے ہیں۔ چنانچہ میں علی پور شریف حاضر ہوا۔ ہماری خواہش تھی کہ ہم دُونوں دوست پیر صاحب سے بیعت پرانے شیش محل میں ہوں جہاں حضرت امیر ملتؒ بیعت کیا کرتے تھے اور جب ہم دُونوں بیعت ہوں تو ہمارے علاوہ پیر صاحب کے پاس اور کوئی آدمی نہ ہو۔ دوبارہ 1984ء میں عرس شریف کے موقع پر ہم علی پور شریف حاضر ہوئے تو پرانے شیش محل میں پیر صاحب کے پاس بہت سے مریدین بیٹھے ہوئے تھے ہم دونوں بھی بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر گزری تو آپؒ نے حکم صادر فرمایا کہ سب لوگ تھوڑی دیر کے لیے کمرے سے باہر چلے جائے۔ سب لوگ اُٹھ کھڑے ہوئے اور آہستگی کے ساتھ باہر جانا شروع کر دیا۔ جب میں اور میرا دوست اللہ رکھا جانے لگے تو آپ نے حکم دیا تم لوگ بیٹھ جاؤ۔ ہم بیٹھ گئے کمرہ مریدین سے خالی ہو گیا۔ آپؒ نے فرمایا کہ آؤ بیعت ہو

جاؤ۔ ہم بہت خوش ہوئے اور پھر آپؒ نے ہمیں بیعت کیا۔ اس طرح اکیلے بیعت ہونے کی خواہش پوری ہوگئی اور ہم نے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے فرقہ اہل حدیث ترک کردیا اور آپؒ کے غلاموں میں اپنا نام لکھوالیا۔

77. حضور پیر سیّد بشیر حسین شاہ صاحب کی عنایت سے 90 موڑ مشہور موڑ بن گیا

صوفی اللہ رکھا جماعتی ولد فضل دین بورے والا ضلع وہاڑی نے بتایا کہ میں اور میرا دوست صوفی اسلم ایک دفعہ عبدالقدیر صاحب کے پاس 90 موڑ اقبال نگر گئے تو عبدالقدیر صاحب جو کہ پیر انور حسین شاہ صاحب کے مرید ہیں نے ہمیں پیر سیّد بشیر حسین شاہ صاحب کی کرامت سنائی۔ عبدالقدیر صاحب نے ہمیں بتایا کہ ایک دفعہ پیر سیّد بشیر حسین شاہ صاحب 90 موڑ اقبال نگر تشریف لائے۔ اس وقت اِس موڑ پر کوئی آبادی نہ تھی۔ ماسوائے میرے ایک ہوٹل کے میں نے حضور سے عرض کی کہ یا حضرت یہاں کوئی آبادی نہیں ہے آپ دُعا کریں اِس موڑ پر آبادی ہو اور رونق لگی رہا کرے تو حضرت سیّد پیر بشیر حسین شاہ نے فرمایا کہ 90 موڑ کی زمین کے چاروں طرف سے مٹی کے ڈھیلے لاؤ میں نے فوراً آپ کا حکم مانا اور مٹی کے ڈیلے لے کر آپ کی خدمت میں پیش ہوگیا۔ آپ نے وہ ڈھیلے ہاتھ میں لیے اور دم کر کے اپنے سر کے اوپر سے پیچھے کی طرف پھینک دیے اور فرمایا کہ یہاں بہت رونق ہوگی۔ جناب کی کرامت دیکھیے کہ اس کے بعد وہاں تیزی سے آبادی میں اضافہ ہوگیا اور اِس موڑ پر بازار بن گئے اور اَب ہر وقت وہاں رونق لگی رہتی اور اس وقت وہ موڑ 90 موڑ بن چکا ہے اور یہ سب حضرت کی عنایت ہے۔

78. پیر سیّد بشیر حسین شاہ صاحب کی کرامت دیکھ کر تمام وہابی سُنّی ہو گئے

صوفی اللہ رکھا تبسم جماعتی ولد فضل دین بورے والا ضلع وہاڑی نے بتایا کہ ایک مرتبہ میں عبدالقدیر صاحب جو کہ ایک ریٹائرڈ فوجی ہیں اور پیر انور حسین شاہ صاحب کے مرید ہیں کے پاس گیا تو عبدالقدیر صاحب نے مجھے پیر سیّد بشیر حسین شاہ صاحب کی کرامت سنائی۔ اُنھی کی زبان سے سنیے کہتے ہیں کہ حضرت پیر سیّد بشیر حسین شاہ صاحب ایک دفعہ 90 موڑ اقبال نگر تشریف لائے تو وہاں کچھ

گھرانے سنیوں کے ساتھ وہابیوں کے بھی آباد تھے۔ وہابیوں کے ایک گھر کی ایک لڑکی جس پر جن کا سایہ تھا۔ وہابیوں نے لڑکی کے جن کو نکلوانے کے لیے کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی تھی کوئی بھی عامل یا مولوی لڑکی کے جن کو نکلوانے کے لیے بلوایا جاتا۔ جن اُنھیں مارتا پیٹتا اور بے عزتی کر کے گھر سے نکال دیتا۔ یعنی جو بھی عامل گھر آتا لڑکی اُس پر حملہ کر دیتی اور اُسے مارتی پیٹتی۔ وہابیوں کو جب یہ معلوم ہوا کہ سنیوں کے پیر صاحب 90 موڑ آئے ہوئے ہیں تو ان تمام نے حاجت کے طور پر حضرت سے عرض کی کہ جناب ہماری لڑکی پر ایک ظالم جن کا سایہ ہے۔ جناب اگر نظر کرم فرمائیں اور ہماری لڑکی کی جن سے جان چھوڑیں۔ دوسری طرف اِن وہابیوں نے تمام برادری میں کہلوایا کہ آج سنیوں کے پیر لڑکی کا جن نکالنے کے لیے آ گئے آپ تمام وہابی گھروں کو سنیوں کے پیر صاحب کا تماشہ دیکھنے کی دعوت عام ہے۔ وہابیوں نے حضرت پیر سیّد بشیر حسین شاہ پر یہ بات ہرگز آشکار نہ کی کہ جن نے بہت سے مولویوں اور عاملوں کو مارا پیٹا اور بے عزت کر کے گھر سے بھگایا۔ جب حضرت پیر سیّد بشیر حسین شاہ صاحب گھر سے نکلنے کی تیاری کرنے لگے تو آپ کے مریدوں نے آپ کو لڑکی کا تمام قصہ سُنایا اور عرض کی حضور بہتر یہی ہے کہ آپ وہاں نہ ہی جائے تو اچھا ہے لیکن پیر صاحب نے فرمایا کہ کچھ نہیں ہوگا میں ضرور جاؤں گا۔ اس کے بعد حضرت اُن وہابیوں کے گھر میں گئے تو جونہی آپ نے پہلا قدم گھر میں رکھا تو وہ لڑکی دوڑ کر آپ کے قدموں میں گر پڑی اور عرض کی کہ جناب اس جن سے میری جان بچائیں۔ آپ نے جن کو حاضر کیا اور اس سے کہا کہ تم نے اس کو کیوں تنگ کر رکھا ہے اس کی جان چھوڑ دو۔ وہ جن کو حاضر کہنے لگا کہ جناب جس طرح آپ حکم کرتے ہیں میں وہی کروں گا۔ آپ نے فرمایا اچھا تو علی پور شریف چلا جا اور وہاں کی صورت حال دیکھ کر مجھے بتا۔ وہ جن وہاں سے پیر صاحب کے ڈیرے پر گیا۔ وہاں آپ کے ملازم مویشیوں کے لیے چارہ کاٹ رہے تھے۔ اس نے ایک کو دھکا دیا اور اس کا سر مشین سے ٹکرایا اور پھٹ گیا۔ پھر جن واپس پیر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے پوچھنے پر عرض کی کہ جناب کچھ آدمی کام کر رہے تھے ایک کو میں نے دھکا دیا ہے اور اس کا سر پھٹ گیا ہے۔ حضرت نے کہا کہ تم سے کسی اچھے کام کی اُمید ہو ہی نہیں سکتی۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اب تو چلا جا۔ جن نے عرض کی کہ جناب میں چلا جاتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کوئی نشانی دے جا۔ اس نے اس گھر میں لگے ایک بڑے درخت کو جو کہ ٹاہلی کا تھا ایک دم زمین پر اُکھاڑ پھینکا اور چلا گیا۔ یہ دیکھ کر تمام کے تمام وہابی سُنی ہو گئے

اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

79. حضرت امیر ملتؒ کے صدقہ جدھر میں جاتا ہوں لوگ عزت کرتے ہیں۔

سیّد طارق حسین شاہ صاحب بمقام علی پور سیّداں شریف نے یہ واقعہ قبلہ آپا جی صاحبہ سے بیان کیا اور قبلہ آپا جی صاحبہ نے مجھے بتایا کہ طارق شاہ کہتا ہے کہ میں محفلیں کرانے کے کہاں قابل تھا یہ تو سب حضرت امیر ملتؒ کا کرم ہے۔ طارق شاہ صاحب نے بتایا کہ میں نے ایک رات حضرت امیر ملت کی خواب میں زیارت کی۔ آپ علیہ رحمت چار پائی پر آرام فرما رہے تھے میں نے آپ کو سلام عرض کی پھر میں نے سرکار سے عرض کی کہ آپ کون ہیں تو آپ نے فرمایا کہ میرا نام سیّد جماعت علی شاہ ہے اور تم میرے اپنے عزیز ہو میں نے آپ سے عرض کی کہ سرکار میرے لیے دُعا کریں تو آپ نے فرمایا تم جدھر جاؤ گے لوگ تمھاری عزت کریں گے۔ تمھارے آفیسر بھی تمھارا احترام کریں گے تم بس سرکار مدینہ ﷺ کی محفل میلاد کروایا کرو۔ طارق شاہ صاحب کہتے ہیں میں جدھر بھی جاتا ہوں لوگ میری عزت کرتے ہیں مجھ سے احترام سے پیش آتے ہیں اور یہ محفل بھی سرکار کے فرمان کا نتیجہ ہے پھر کہا کہ یہ جو آج میں ہوں یہ حضرت کی دُعاؤں کا صدقہ ہے۔ یہ کہتے ہوئے میرا دِل بھر آیا اور میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

80. حضور سرورِ کونین فخر موجودات ﷺ کی زیارت کرادی

محترمہ نذیر فاطمہ صاحبہ سانده لاہور سے بیان فرماتی ہیں کہ میری شادی کو 4 سال گزر چکے تھے اس عرصہ کے بعد میں نے بارہ سال تک داتا دربار حاضری دی۔ میں ہر رات تین بجے داتا صاحب چلی جاتی اور صبح فجر کی نماز وہاں ادا کرنے کے بعد گھر واپس آتی۔ بارہ سال بعد میں نے رو رو کر عرض کی۔ داتا صاحب مجھے یہاں حاضری دیتے بارہ سال ہو گئے مگر میرے ہاں اولاد نہیں ہوئی۔ آخر میری کب سُنی جائے گی۔ اس طرح عرض کرنے کے چند دِن بعد مجھے خواب میں داتا صاحب سرکار کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپؒ نے فرمایا کہ تیرا حصہ یہاں نہیں علی پور شریف میں ہے۔ میں نے عرض کی سرکار میں نہیں جانتی کہ علی پور سیّداں شریف کہاں ہے تو داتا صاحب نے مجھے علی پور شریف کا مکمل پتہ سمجھایا اور فرمایا کی علی پور شریف میں پیر سیّد جماعت علی شاہؒ صاحب کے چھوٹے صاحبزادے پیر سیّد نور حسین شاہؒ صاحب ہیں۔ شیش محل میں اُن سے ملاقات کرنا اور اُن سے دُعا کی درخواست کرنا۔ وہاں تیرا

کام ہوگا۔نذیر فاطمہ کہتی ہیں میں جب علی پور شریف میں پیر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئی اور جب میں نے حضرت کو پہلی نظر دیکھا تو دِل نے کہا میرا مسئلہ ضرور حل ہوگا۔ میں حضرت پیر نور حسین شاہؒ صاحب کی خدمت میں اپنا سلام عرض کیا تو پتہ نہیں مجھے کیا ہوا۔ میں بے ہوش ہوگئی۔ میرا بے ہوش ہونا تھا کہ میری قسمت جاگ اُٹھی، میرا نصیبہ کُھل گیا۔ مجھے سرکارِ دو عالم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔ پھر مجھے مدینہ منورہ کی تمام زیارتیں نصیب ہوئیں۔ مکہ مکرمہ کی تمام زیارتیں ہوئیں لیکن میری بے ہوشی سے میرے ساتھ آئی ہوئیں چند عورتیں بڑی پریشان تھیں اور پیر صاحب سے عرض کرنے لگیں حضور اسے ہوش میں لائیں کافی دیر ہوچکی ہے ہم نے واپس لاہور بھی جانا ہے تو آپؒ نے فرمایا اسے اسی عالم میں رہنے دیں مگر جب میرے ساتھ آئیں ہوئیں عورتوں نے ضد کی تو حضرت پیر نور حسین شاہؒ نے پانی پر دم کر کے چھینٹے مارے تو میں ہوش میں آگئی۔ میں نے سرکار سے عرض حضور مجھے کچھ دیر وہیں رہنے دیتے میں حضور سرورِ کونین حضرت محمد ﷺ کی زیارت کر رہی تھی تو آپؒ نے فرمایا کہ تمھاری ساتھی عورتیں ضد کر رہی تھیں کہ اسے ہوش میں لاؤ۔نذیر فاطمہ کہتی ہے میں نے اس کے بعد حضرت سے اولاد کے لیے دُعا کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا تمھیں اللہ تعالیٰ ایک بیٹی عطا کرے گا۔ پھر ہم نے اجازت طلب کی اور اپنے گھر لاہور آگئیں۔ میں چند ماہ بعد دوبارہ علی پور شریف آئی۔ دربار شریف پر حاضری دی اور پیر نور حسین شاہؒ صاحب کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ مجھے اللہ تعالیٰ کے کرم سے اور آپ کے آستانہ کی دُعا سے ایک بیٹی عطا ہوئی جو اَب ماشاءاللہ 23 سال کی ہے۔ اللہ تعالیٰ آستانہ علی پور شریف کو قائم و دائم رکھے اور ہم لوگ فیض حاصل کرتے رہیں۔

81. حضرت امیر ملتؒ نے غیب سے مدد فرمادی

محترمہ قبلہ آپا جی صاحبہ بیان فرماتی ہیں کہ 1977ء میں قبلہ پیر سیّد نور حسین شاہ صاحب نے آپا جی حضور سے فرمایا کہ جب عرس شریف کی تاریخ نزدیک آئی تو میرے پاس انتظام کے لیے کوئی پیسہ نہ تھا اور میں بہت پریشان تھا کہ عرس کے موقع ہے اور لنگر کے انتظام کے لیے کوئی رقم نہیں ہے۔ آپ قبلہ شمس الملت نے فرمایا کہ میں نے حضرت امیر ملتؒ کے دربار پر حاضری دی۔ دُعا کے لیے ہاتھ اُٹھے اور عرض کی کہ حضور عرس نزدیک ہے اور لنگر کے انتظام کے لیے کوئی پیسہ وغیرہ نہیں ہے۔ میری مدد فرمائیں۔ آپ کے مریدوں کے لیے لنگر کا انتظام کرنا ہے۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے بھی دُعا کی کہ یا اللہ

غیب سے مدد فرما۔ قبلہ آپا جی نے فرمایا کہ قبلہ والد صاحب نے فرمایا کہ صوفیہ اُسی روز دو آدمی میرے پاس آئے۔ اُنھوں نے سلام کیا اور دو تھیلیاں روپوں سے بھری ہوئیں مجھے دیں اور تھیلیاں دیتے ہی باہر نکل گئے۔ حضرت نے فرمایا کہ میں نے دو تین خادموں کو بلایا اور کہا کہ ابھی ابھی جو آدمی میرے پاس آئے تھے اُن کو ڈھونڈ و اور میرے پاس لے کر آؤ اور کہو کہ پیر صاحب نے کہا ہے کہ لنگر سے کھانا کھا کر جائیں۔ مگر وہ تلاش کرنے پر کہیں نظر نہیں اور کہیں نہیں ملے۔ میں تھیلیاں اسی طرح رکھی تھیں جب وہ نہ ملے تو رقم گنی گئی تو پتہ چلا کہ اسی ہزار (80,000/-) روپے ہیں جس سے عُرس کا انتظام اچھی طرح ہو گیا۔ قبلہ آپا جی صاحبہ فرماتی ہیں کہ وہ رقم غیب سے آئیں اور ہمیں یقین ہے کہ اتنی بڑی رقم حضرت امیر ملتؒ کی طرف سے آئی تھی۔

82. محترمہ قبلہ آپا جی صاحبہ کی دُعا سے میرا لڑکا بڑی سزا سے بچ گیا

غلام فاطمہ بی بی بمقام کنجاہ ضلع گجرات نے بتایا کہ اِٹلی میں میرے بیٹے نے کسی کا قتل کر دیا۔ وہ اِس طرح کہ میرے لڑکے کو اٹلی میں کسی لڑکی سے عشق ہو گیا اور میرے لڑکے کا دوست لڑکی اور میرے بیٹے کے خلاف ہو گیا اور میرے بیٹے کو قتل کرنے کے ارادے سے آیا تو خوش قسمتی سے میرا بیٹا تو بچ گیا مگر میرے بچے کے ہاتھوں وہ قتل ہو گیا اور میرے بیٹے کو پولیس پکڑ کر لے گئی اور ہمیں ڈر تھا کہ اس کو پھانسی کی سزا ہو جائے گی۔ اسی پریشانی کی حالت میں میں آپا جی کی خدمت میں حاضر ہوئی اور تمام واقعہ بیان کر کے بیٹے کے لیے دُعا کی درخواست کی تو قبلہ آپا جی نے بہت دُعائیں دیں۔ اس کے چند ہی دِنوں بعد پیر سیّد منور حسین شاہؒ صاحب مجھے خواب میں ملے۔ خواب میں میں نے دیکھا کہ میں کنویں میں گر گئی ہوں اور پیر سیّد منور حسین شاہؒ صاحب نے مجھے کنویں سے باہر نکالا اور فرمایا کہ میں تیری مدد کو آیا ہوں تو فکر نہ کر تیرے تمام بگڑے کام ٹھیک ہو جائیں گے۔ پھر جب میں اُٹھی تو اپنے میاں کو میں نے تمام خواب سُنایا تو وہ کہنے لگے کہ اب ہماری بیٹا بچ جائے گا۔ اس کے چار ہی دِن بعد میرے بیٹے کا فون آیا کہ امی جان بس مجھے معمولی سزا ہوئی ہے اور میں بڑی سزا سے بری ہو گیا ہوں اور اس نے بھی کچھ ایسا ہی خواب سُنایا جو میں نے دیکھی تھی۔ یہ حضرت امیر ملتؒ کا کرم ہے کہ میرا بیٹا سزائے موت سے بچ گیا۔

83. حضرتِ شمسِ الملت کے کرم سے میری مُشکل حل ہوگئی

سائیں محمد بشیر نقشبندی جماعتی بمقام پنجن شریف سنگال ضلع کوٹلی آزاد کشمیر نے بتایا کہ میں ٹھٹھہ مانک مڈل سکول میں ملازم تھا۔ میری بیوی مجھ سے روٹھ کر میکے چلی گئی اور گھر واپس نہ آتی تھی۔ بہت کوشش کی لیکن وہ نہ مانتی تھی۔ یہاں تک کہ مجھ سے طلاق مانگتی تھی میں بڑی مشکل میں تھا۔ بہت زیادہ پریشان ہوگیا۔ اسی حالت میں علی پور شریف پیر سیدّ نور حسین شاہ صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دُعا کے لیے درخواست کی۔ آپ نے دُعا فرمائی اور کہا کہ جا تیرا سالا سکول میں تیرا انتظار کررہا ہے اور واپس جا تیری بیوی بھی تیرے پاس ہی رہے گی۔ میں اجازت لے کر جب سکول پہنچا تو حقیت میں میرا سالا وہاں میرا انتظار کررہا تھا۔ جب میں گھر پہنچا تو میری بیوی واقعی واپس آچکی تھی۔ اس وقت سے آج تک وہ میرے ساتھ ہے۔ میرے مُرشد دِل کے بھید جانتے تھے اور حیرانی کی بات یہ تھی کہ اتنی دور آپ میرے سالے اور بیوی کے بارے میں جانتے تھے۔ یہ کرامات سچے مرشدوں کی ہی ہوسکتی ہیں اور آستانہ علی پور شریف اِن سے بھر پڑا ہے یعنی سچی کرامتوں سے۔

حضرت پیر سید خادم حسین سے منسوب کرامات

84. مُرشد کی وجہ سے جن چلا گیا

سائیں محمد بشیر نقشبندی جماعتی آستانہ عالیہ علی پور سیدّاں بمقام پنجن سنگال ضلع کوٹلی آزاد کشمیر نے بتایا کہ ایک دفعہ جب میں لاہور آیا تو ایک عورت پر جن کا سایہ تھا جب میں نے اس کو حاضر کیا تو اس نے کہا کہ دِل چاہتا ہے کہ تم کو یہاں سے پھینکوں اور تمھاری لاش پچاس میل دور پڑی ہو۔ میں نے سوچا کہ کام خراب ہوگیا۔ میں نے اپنے مرشد پاک کو یاد کیا تو جن نے کہا کہ یار تمھارا مرشد پہنچ چکا ہے۔ میں بے بس ہوگیا ہوں میرا اب کوئی چارہ نہیں۔ میں اس بی بی کو چھوڑ کر جارہا ہوں اور وہ ابھی آج تک مکمل صحت یاب ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اور میرے مرشد کی دُعاؤں سے جن کا نشان تک نہیں رہا۔ میں قربان جاؤں اپنے پیر ومرشد پر جو ہر مشکل میں میرا ساتھ دیتے ہیں۔

85. حضرت امیر ملتؒ کے فرمان سے اللہ تعالیٰ نے اولاد عطا فرمائی

حکیم شیخ نور محمد صاحب جماعتی بمقام چشتیاں ضلع بہاولنگر بیان کرتے ہیں کہ والدہ صاحبہ فرماتی ہیں کہ کھچہ کرن انڈیا میں حضرت قبلہ عالم مجدد دین وملت علیہ رحمت میرے والد صاحب (میرے

نانا) کے گھر تشریف لایا کرتے تھے اس وقت سے ہمارا گھرانہ حضرت امیر ملتؒ کے دامن سے وابستہ ہے۔ پاکستان بننے سے قریباً پندرہ سال قبل والدین کی شادی ہوئی۔ شادی کے بعد چند سال گزرنے پر تجسس آغاز پذیر ہوا۔ اولاد نہ ہونے پر دُعائیں اور دیگر سعی پیہم شروع ہوئی۔ حضور قبلہ عالم کی بارگاہ میں بھی علی پور شریف حاضر ہو کر متعدد بار درخواست پیش کی۔ تاہم ایک بار دریائے رحمت اِس طرح جوش میں آیا کہ میرے والد بزرگوار خدمت میں قریب بیٹھے ہیں اور پاس موجود حضرت پیر سیّد اختر حسین شاہ صاحب قبلہ عالمؒ سے عرض گزار ہوئے۔ عرض کی حضور بھائی سرور محمد کے ابھی تک اولاد نہیں تو پھر آپؒ اُٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا سرور محمد "جے تیرے گھر پتر نہ ہوئے مینوں سیّد نہ آکھیں"۔ یہ کلمات آپ نے تین بار فرمائے۔ وقت گزرا اور آپ کا فرمان واللہ تمھارے منہ سے جو بات نکلی وہ ہو کے رہی کے مصداق ثمر فیضان ہوا۔ ٹیلیگرام پر علی پور شریف اطلاع کے جواب میں آپؒ نے بھی ٹیلیگرام پر مبارک باد دی اور میرا نام لکھ کر بھیجا۔

دوسرے دونوں بھائیوں کا نام بھی اسی طرح دینے پر جواباً آپؒ نے ہی نام رکھے۔ جب ہم تینوں بھائیوں کو لے کر ہماری والدہ صاحبہ علی پور شریف حاضر ہوئیں۔ خدمت میں ہمیں پیش کیا تو آپؒ نے شفقت سے میرے سر پر ہاتھ رکھا اور فرمایا مائی ہن بس اور یہ ہمارا ہی ہے تم اِن کو باؤ شاؤ نہ بنانا۔ بس کہنے کا مطلب تو یہ ہوا کہ تین بار ہی کے تکرار سے تین ہی ملنے تھے۔ قبلہ والد صاحب کو آپؒ فرمایا کرتے تھے۔ "سرور محمد تو میرا چوتھا پتر ایں"۔ بے شمار آپؒ کی شفیق اور مہربانیاں زندگی کا سرمایہ ہیں۔ جن کو حلقہ تحریر میں لانے کے لیے ایک دفتر درکار ہے۔ قبلہ گاہی والدہ صاحبہ کو اب بھی حضور ملتے رہتے ہیں۔ زیارت سے مشرف فرماتے ہیں۔ راہنمائی کرتے ہیں۔ الحمد اللہ۔ الحمد اللہ۔ الحمد اللہ بدر علی قدر میرے محسن بندہ پرور پیر سیّد نذر حسین شاہ صاحب سے ملاقات بالمشافہ یا ٹیلیفون ہو تو میرا اسلام اور دُعا کی درخواست پیش کر دیں۔ حکیم نور محمد جماعتی۔

86. حضرت امیر ملتؒ کی ناراضگی سے نواب ممدوٹ حکومت سے برطرف اور آپؒ کی خوشنودگی سے دُوبارہ گورنر

اکمل علی صدیقی، ٹاؤن شپ چاندنی چوک لاہور سے بیان کرتے ہیں کہ اُس وقت فیصل

آبادوالی زمین کا کیس چل رہا تھا اور حضرت امیر ملتؒ نے حضرت سراج الملتؒ کو نواب ممدوٹ جو اُس وقت پنجاب کے وزیر اعلیٰ تھے کے پاس بھیجا۔ حضرت سراج الملتؒ جب لاہور، وزیر اعلیٰ کے دفتر تشریف لے گئے تو نواب ممدوٹ صاحب اُس وقت کسی میٹنگ میں مصروف تھے اور اِس وجہ سے ممدوٹ صاحب حضرت قبلہ سراج الملتؒ سے ملاقات نہ کر سکے اور کافی دیر آپؒ نواب ممدوٹ کا انتظار کرتے رہے۔ جب وہ میٹنگ سے فارغ ہوئے تو حضرت قبلہ سراج الملتؒ صاحب سے معذرت کی کہ حضور آپؒ آج تشریف لے جایئے۔ دفتر کا وقت ختم ہو گیا ہے۔ لہٰذا آپ پھر کسی روز تشریف لایئے۔ چنانچہ آپؒ کام ہوئے بغیر ہی واپس علی پور شریف تشریف لے گئے۔ علی پور شریف پہنچنے پر قبلہ سراج الملتؒ کے ساتھ جانے والے خادم نے سارا واقعہ قبلہ حضرت امیر ملتؒ کی خدمت میں عرض کر دیا تو اُسی وقت حضرت امیر ملتؒ نے فرمایا۔ اب کل جب نواب ممدوٹ مجھ سے ملنے کے لیے آئے گا تو میں بھی اِس سے ملاقات نہیں کروں گا۔ تین دِن کے بعد ہی نواب ممدوٹ علی پور شریف حاضر ہوا تو حضرت امیر ملتؒ سے اپنی کوتاہی کی معافی مانگنے لگا۔ مگر آپ نے ملاقات سے انکار کر دیا۔ نواب ممدوٹ کے ساتھ آئے ہوئے تمام لوگ ممدوٹ کی خوشامد میں لگے تھے مگر نواب صاحب حضرت امیر ملتؒ سے معافی طلب کرتا رہا۔ مگر قبلہ عالم نے اسے ملاقات کا شرف نہ بخشا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ نواب ممدوٹ کی حکومت پر کوئی الزام لگا اور مرکز کی حکومت نے انھیں برطرف کر دیا۔ نواب ممدوٹ بھاگا بھاگا دوبار حضرت قبلہ عالم کے پاس علی پور شریف آیا اور آپؒ کے قدموں میں گر کر بڑی ندامت کے ساتھ اپنی غلطی پر معافی طلب کرنے لگا۔ حضرت قبلہ عالم کو نواب ممدوٹ پر رحم آ گیا تو آپؒ نے پیر سیّد افضل حسین شاہ صاحب کو بلایا جو اُس وقت صرف پانچ سال کے تھے اور اُن سے فرمایا کہ افضل اِس نے تیرے دادا کی بے ادبی کی تھی۔ اپنے دادا کی بجائے تو اِس کو معاف کر دے اور معافی کے ساتھ ہی آپؒ نے نواب ممدوٹ کو گورنر سندھ کی بشارت کے ساتھ مبارکباد دی۔ جب نواب ممدوٹ صاحب واپس لاہور اپنی رہائش گاہ پہنچے تو اُن کے گورنر سندھ مقرر ہونے کے آرڈر پہنچ چکے تھے اور وہ جاتے ہی کراچی اپنا منصب سنبھالنے کے لیے روانہ ہو گئے اور خط کے ذریعے سے حضرت قبلہ امیر ملتؒ کا شکریہ ادا کیا۔

.87 بابا جی سرکار پیر سیّد نذر حسین شاہ صاحب کی نظر کرم سے دونوں بھائی بچ گئے

حاجی سجاد احمد، بلاک بی-2 گجر پورہ (چائنہ سکیم) لاہور سے بیان کرتے ہیں کہ میں عمرہ

کرنے سعودیہ گیا ہوا تھا اور جدہ میں قیام پذیر تھا۔ اُس وقت میرا ویزا ختم ہونے میں صرف دو دِن باقی تھے اور باباجی سرکار جناب قبلہ عالم حاجی پیر سیّد نذر حسین شاہ صاحب مدینہ منورہ گئے ہوئے تھے۔ میں نے ٹیلیفون پر باباجی سے رابطہ کیا تو آپ نے فرمایا بیٹا ہمارے پاس کب آنا ہے؟ میں نے عرض کی سرکار میں نے مدینہ شریف کی زیارت کرلی ہے اور میرا ویزا ختم ہونے میں صرف دو دِن باقی ہیں۔ آپ نے فرمایا بیٹا آجاؤ۔ میں نے عرض کی حضور میں صبح آؤں گا۔ میرے ساتھ میرا بھائی بھی تھا ہم دونوں بھائی پہلے جدہ سے مکہ معظّمہ گئے۔ وہاں عمرہ کرکے شام کو فارغ ہوئے اور مدینہ منورہ جانے والی بڑی بس میں بیٹھ گئے۔ جب بس مکہ معظّمہ شہر سے باہر نکلنے لگی تو وہاں کے قانون کے مطابق وہاں سے اجازت نامہ لینا تھا۔ ڈرائیور نے اعلان کیا کہ اپنے اپنے پاسپورٹ میرے پاس جمع کروادو۔ ہم دونوں بھائیوں نے بھی اپنے اپنے پاسپورٹ نکال کر ہاتھ میں پکڑ لیے۔ ڈرائیور نے سب کے پاسپورٹ لے لیے لیکن ہماری سیٹ سے وہ آگے گزر گیا۔ جب وہ نیچے اُترا تو دو آدمیوں کے پاسپورٹ کم تھے۔ اس نے دوبارہ بس میں آکر گنتی کی اور کہا کہ دو آدمیوں کے پاسپورٹ کم ہیں۔ ہم نے پاسپورٹ اپنے ہاتھوں میں پکڑ کر اپنے ہاتھ اُونچے کردیے اور وہ گنتی کرتا ہوا ہمارے قریب سے گزر گیا اور بس سے نیچے اتر گیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کی رحمت اور باباجی سرکار کی نظرِ کرم سے ہم دُونوں بھائی اس کو نظر ہی نہ آئے اور نہ ہی گنتی میں شامل ہوئے۔ جب ہم مدینہ شریف جماعت منزل پہنچے تو حضرت قبلہ باباجی سرکار کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ مسکرانے لگے اور ہم نے اللہ تعالیٰ کا شُکر ادا کیا۔

.88 حضرت شمس الملت کی دُعا سے تین ماہ میں حافظ محمد نواز حافظِ قرآن بن گیا

حاجی عاشق حسین بمقام پانچواں میل ضلع جھنگ سے بیان کرتے ہیں کہ قبلہ شمس الملت پیر سیّد نور حسین شاہؒ صاحب کے پاس جہلم کے ایک مرید نے اپنے بیٹے کو پیش کیا اور رو کر عرض کی کہ حضور میں بہت غریب آدمی ہوں۔ آپؒ دُعا فرمائیں کہ یہ بچہ قرآن پاک کا حافظ بن جائے اور مجھے دو جہاں کی دُولت مل جائے۔ آپ مسکرائے اور فرمایا یہ بچہ حافظِ قرآن ہو جائے گا۔ وہ شخص زیادہ رونے لگا۔ آپ نے فرمایا بھائی روؤ نہیں رونے سے کیا بنے گا؟ آپ کی رحمت جوش میں آئی اور آپ نے اس بچے کے منہ میں اپنا لعابِ دہن لگا دیا اور فرمایا۔ تیرے دِل کی تمنا جلد پوری ہو جائے گی تو حاجی عاشق حسین کا

بیٹا محمد نواز تین ماہ میں حافظِ قرآن پاک بن گیا۔

89. حضرت شمس الملت کی نظر کرم اور دُعا سے دریا دوبارہ دو تین مربع دور چلا گیا۔

حاجی عاشق حسین بمقام پانچواں میل ضلع جھنگ سے بیان کرتے ہیں کہ تلی حبیب کے لوگ مل کر قبلہ شمس الملت پیر سیّد نور حسین شاہؒ صاحب کے پاس جھنگ شہر میں حاضر ہوئے اور رو رو کر فریاد کی کہ حضور دُعا فرمائیں دریا نے ہم سب کو بہت تنگ کر رکھا ہے۔ ہمارے مکان گرا دیے ہیں اور فصلیں وغیرہ بھی برباد ہوگئیں ہیں اور زمین بھی ساری کی ساری ہڑپ کرنے پر تلا ہوا ہیں۔آپ نے اُن لوگوں سے فرمایا۔ جاؤ اور کچی مٹی کے تین ڈھیلے لے آؤ۔ اِن لوگوں نے حضور کی خدمت میں کچی مٹی کے تین ڈھیلے پیش کر دیے۔آپؒ نے اِن ڈھیلوں پر کچھ کلام الہیٰ پڑھ کر دم کر کے فرمایا۔ خواجہ خضر علیہ السلام کو میرا اسلام دینا اور یہ دم کیے ہوئے ڈھیلے دریا بُرد (پھینک دینا) کر دینا۔ اِن لوگوں نے قبلہ شمس الملت سے وہ ڈھیلے لیے اور دریا پر جا کر وہ ڈھیلے آپ کے فرمان کے مطابق دریا میں پھینک دیے۔ڈھیلے پھینکنے تھے کہ دریا خود بخود اُسی وقت تین مربع گاؤں کی زمین سے دور چلا گیا۔ سب لوگ بہت خوش ہوئے اور قبلہ شمس الملت کی خدمت میں دوبار حاضر ہوئے اور آپؒ کا شکریہ ادا کیا۔

حضرت پیر سید اختر حسین سے منسوب کرامات

90. حضرت قبلہ شمس الملتؒ کی لسی سے بغیر پٹرول گاڑی چلتی رہی

حضرت قبلہ شمس الملتؒ کی گاڑی سے ایک مرتبہ راستے میں پٹرول ختم ہوگیا۔ ڈرائیور نے عرض کی کہ حضور پڑول ختم ہوگیا ہے اور پٹرول پمپ بھی کافی دور ہے۔ حضرت قبلہ شمس الملتؒ نے فرمایا۔ گاڑی کے پڑول ٹینک میں لسی ڈال دو۔ ڈرائیور نے پڑول ٹینک کا ڈھکنا اُتارا اور ایک جگ لسی پڑول ٹینک میں ڈال دی۔ گاڑی اِسی لسی چلتی رہی اور پٹرول پمپ پہنچ کر قبلہ شمس الملتؒ نے اس میں پٹرول ڈلوایا۔ قبلہ شمس الملتؒ کے ساتھ جانے والے خادم اور ڈرائیور حیران تھا کہ بغیر پٹرول کے گاڑی لسی سے کیسے چلتی رہی۔

91. حضرت قبلہ شمس الملتؒ کے اشارے سے جہاز وہی رُک گیا

آپ شمس الملتؒ ہندوستان میں تشریف فرما تھے تو ہندوؤں نے کہا کہ اگر آپ کامل سیّد

ہیں تو یہ جہاز جو جا رہا ہے۔ اِس کو اِسی جگہ پر کھڑا کر دیں تو ہم پھر آپ کو مانیں گے۔ اُسی لمحہ آپؒ نے اپنا بازو چادر سے باہر نکالا اور اپنے بازو کو کھولا۔ اپنے ہاتھ کی تمام انگلیوں کو بند کیا اور صرف شہادت کی انگلی کو کھول کر جہاز کی طرف کلام الٰہی پڑھ کر جہاز کو رُکنے کا اشارہ کیا۔ آپؒ کا اشارہ کرنا تھا کہ جہاز جس جگہ چل رہا تھا وہیں کا وہیں رُک گیا۔ ہندو ششدر رہ گئے۔ بیان کردہ حاجی عاشق حسین نے بتایا کہ اِن ہندوؤں نے اس پر اتفاق نہ کیا بلکہ دہلی میں فون کروایا اور پوچھا کہ فلاں جہاز کتنا لیٹ دہلی پہنچا ہے۔ انتظامیہ نے بتایا کہ جہاز لیٹ تو نہیں پہنچا بلکہ معمول سے بھی دو منٹ قبل ہی یہاں پہنچ گیا تھا۔ ہندوؤں کی حیرانی اور بڑھ گئی۔

حضرت پیر سید نور حسین سے منسوب کرامات

92. بچپن کی ہی بیعت ٹھیک تھی

سیّد اعجاز حسین چک نمبر 6، تحصیل بھلوال ضلع سرگودھا سے بیان فرماتے ہیں کہ سیّد بشیر حسین شاہ جماعتی نے بتایا کہ میں نے بچپن میں حضرت قبلہ امیر ملتؒ کے دست اقدس پر بیعت کی اور کچھ عرصہ پہلے مجھے خیال آیا کہ میں نے بیعت بچپن میں کی تھی اور شاید بچپن کی بیعت نہ ہوئی ہو تو کیوں نہ میں نے سوچا کہ کسی اور جگہ بیعت کی جائے۔ سوچتا تھا اور جیسے ہی رات ہوئی میں خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت قبلہ امیر ملتؒ تشریف لائے اور آپ نے فرمایا کہ مجھ سے بہتر تجھے اور کوئی پیر ملتا ہے تو بیعت کر لو۔ میں نے صبح اُٹھ کر توبہ کی اور سوچا کہ میری بیعت ٹھیک ہے۔

93. حضرت نجم الملت پیر سیّد نذر حسین شاہ صاحب کے دم سے نظر بالکل ٹھیک ہوگئی

چوہدری بشیر بمقام بہادر پور ہیڈ مرالہ ضلع سیالکوٹ نے بتایا کہ میرے بیٹے کی نظر بند ہوگئی اور ڈاکٹروں نے لاعلاج قرار دے دیا تو مجھ سے رہا نہ گیا اور میں اپنے بیٹے کے ساتھ سیدھا علی پور شریف چلا گیا اور دربار عالیہ پر حاضری دی اور بعد ازاں حضرت نجم الملت پیر سیّد نذر حسین شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوں اور اپنے بیٹے کی نظر کے متعلق بتایا۔ آپ نے کلام الٰہی پڑھا اور میرے بیٹے کی آنکھوں پر پھونک دیا۔ آپ کا دم کرنا تھا کہ میرے بیٹے اپنی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا اور دیکھنا شروع کر دیا اور خوش ہو کر کہا کہ مجھے نظر آنے لگا ہے۔ میں اپنے بیٹے کے ساتھ آستانہ عالیہ علی پور شریف کو

دُعائیں دیتا ہوا گھر آ گیا اور یہاں آ کر میں نے دوبارا اپنے بیٹے کو اُن ڈاکٹروں کو دکھایا جنھوں نے میرے بیٹے کو لاعلاج قرار دیا تھا۔ڈاکٹروں نے نظر چیک کی اور اللہ تعالیٰ کا کرشمہ دیکھ کر حیران رہ گئے۔

حضرت پیر سید انور حسین سے منسوب کرامات

94. محترمہ قبلہ جنابہ آپا جی کی حضرت امیر ملت ؒ نے مشکل آسان کر دی

محترمہ قبلہ آپا جی نے فرمایا کہ ایک دفعہ 30 اگست کو ختم شریف کے موقع پر میرے پاس ایک پیسہ بھی نہ تھا میں بہت پریشان تھی کہ ختم شریف پر بستر، کپڑے بنانے ہیں اور لنگر کا انتظام بھی کرنا ہے جبکہ میرے پاس ایک پیسہ بھی نہیں ہے۔ یہ سب کچھ کیسے ہوگا؟ میں اسی پریشانی میں تھی کہ دس دِن باقی رہ گئے تو انگلینڈ سے مجھے ڈرافٹ موصول ہوا۔ یہ ڈرافٹ پیر منور حسین شاہ صاحب جماعتی کی طرف سے تھا۔آپا جی فرماتی ہیں کہ اس دفعہ پیر سیّد منور حسین شاہ صاحب کو جانے کیا خیال آیا کہ اُس نے مجھے پیسے بھیج دیے۔ میں نے بڑی تیزی سے اور سکون کے ساتھ تمام کام سرانجام دیے یعنی بستروں کا بندوبست کروایا۔ کپڑوں کا بندوبست اور ختم شریف کا انتظام مکمل کروایا۔قبلہ آپا جی فرماتی ہیں کہ میں سوچ ہی رہی تھی کہ اس دفعہ پیر سیّد منور حسین شاہ صاحب نے بڑے ہی موقع پر پچاس ہزار بھیج کر اچھا کام کیا ہے۔ اِس طرح جیسے ہی ختم کو گزرے تین دِن ہوئے تو منور حسین جماعتی نام کے ایک شخص نے مجھے ٹیلیفون کیا اور کہا کہ قبلہ آپا جی سلام۔ میں نے آپ کو پچاس ہزار روپے بھیجے ہیں وہ آپ کو مل گئے ہیں۔ مین نے اِس لیے آپ کو فون کیا ہے۔آپ نے فرمایا کہ میں نے اس نامعلوم شخص کو جواب دیا کہ میں تو تمھیں نہیں جانتی تو اُس شخص نے کہا کہ امّاں جی میں بھی آپ سے واقف نہیں تھا مجھے تو خواب میں حضرت پیر سیّد جماعت علی شاہ صاحبؒ کی زیارت ہوئی اور آپ نے مجھے فرمایا کہ منور حسین، صوفیہ بی بی کو جلد روپے بھیجوا دو۔ وہ بہت پریشان ہیں اِس نے ختم شریف کا انتظام کرنا ہے۔ اُس نے کہا میں خواب سمجھ کر بھلا دیا اور دوسری بار پھر حضرت قبلہ عالم نے ڈانٹ کر کہا کہ جلد اسے روپے بھیجو۔ میں نے عرض کی جناب یہ صوفیہ بی بی کون ہیں تو اُنھوں نے آپ کا غائبانہ تعارف کرایا اور کہا کہ ان کی خدمت کرتے رہا کرو۔ منور حسین جماعتی کہتے ہیں کہ میں نے عہد کیا کہ میں آئندہ آپ کی خدمت کرتا رہوں گا۔ اللہ تعالیٰ مجھے توفیق عطا فرمائے۔ آمین

95. حضرت فخر ملت کے کرم سے حضور نبی کریم ﷺ کی زیارت ہو گئی

11 مئی 1999ء عرس مبارک کے موقع پر حضرت فخر الملت پیر سیّد افضل حسین شاہ صاحب نے بیان فرمایا کہ انگلینڈ میں ایک ظفر نامی لڑکا آپ کا مرید ہوا۔ اس کے بعد اس نے حضرت فخر الملت کو خط لکھا کہ دُعا فرمائیں کہ جس مقصد کے لیے میں آپ کا مرید ہوا ہوں وہ میرے دِل کی خواہش پوری ہو جائے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ خط میرے پاس نہیں پہنچا تھا کہ ظفر کا ٹیلیفون آیا۔ اس نے کہا کہ جناب میں نے آپ کو خط لکھا تھا۔ وہ شاید آپ کو نہ ملا ہو۔ آپ نے فرمایا میں نے پوچھا خط کس لیے لکھا تھا تو اُس نے جواب دیا۔ جناب میں مرید اس لیے ہوا تھا کہ مجھے حضور نبی کریم ﷺ کی زیارت ہو تو جناب آپ کے سامنے میری ہمت نہیں تھی۔ اس لیے خط کے ذریعے سے یہ حقیقت آپ پر ظاہر کرنا چاہتا تھا۔ مگر جناب مجھے حضرت امیر ملتؒ کی وساطت سے نبی کریم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی ہے اور سرکار امیر ملتؒ اور والی دو جہاں نے مجھ پر بڑی شفقت فرمائی ہے اور اس کے بعد آپ نے جلسہ میں ظفر جماعتی صاحب کی سب کو زیارت کرائی۔ یہ سچ ہے کہ

اللہ اللہ کیے جانے سے اللہ نہ ملے
اللہ والے ہیں جو اللہ سے ملا دیتے ہیں

96. جناب پیر سیّد حیدر حسین شاہ صاحب کے کرم سے جان بچ گئی

جناب حاجی مقبول احمد حیدری صاحب لاہور سے بیان کرتے ہیں کہ مجھے ہارٹ اٹیک ہوا اور ڈاکٹروں نے چیک کرنے کے بعد بائی پاس آپریشن کرنے کا فیصلہ کیا۔ جس کے لیے مجھے ہسپتال میں داخل کروا دیا گیا۔ بائی پاس کے آپریشن کی وجہ سے میں بہت پریشان تھا۔ میں جناب الحاج الحافظ پیر سیّد حیدر حسین شاہ صاحب جماعتی کا مرید تھا۔ اس لیے میں ہر وقت پریشانی میں اُن کو یاد کرتا تھا۔ ایسا دکھائی دیتا تھا کہ میرے مرشد ہر وقت میرے ساتھ ہیں۔ آپریشن کے لیے مجھے بے ہوش کیا گیا۔ آپریشن کے کافی دیر کے بعد جب میں ہوش میں آیا تو ڈاکٹروں نے بتایا کہ بائی پاس آپریشن کے دوران میں تمھاری خون کی نالی پھٹ گئی تھی۔ تم کسی پیر صاحب کے غلام ہو۔ انھوں نے آ کر تمھاری جان بچائی ہے کیونکہ ایسی حالت میں اگر آپریشن کے دوران میں خون کی نالی پھٹ جائے تو یقینی موت

ہوتی ہے۔ یہ یقینی طور پر تمھارے مرشد کامل کی کرامت ہے کہ تمھاری جان بچ گئی ہے۔

97. حضرت جوہر ملت کی مدد سے ذاکر پیر صاحب کی آئس کریم فیکٹری مکمل ہوگئی

صاحبزادہ پیر سیّد ذاکر حسین شاہ صاحب جماعتی آستانہ عالیہ علی پور شریف سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے 1988ء میں آئس کریم فیکٹری بنانا شروع کی۔ فیکٹری مکمل ہونے میں تھوڑا سا کام باقی تھا کہ میرے پاس تمام رقم ختم ہوگئی اور جتنے روپے کی مجھے ضرورت تھی ان کا کہیں سے بھی بندوبست نہ ہو سکا۔ میں بہت زیادہ پریشان تھا کہ اب کیا ہوگا کیونکہ چند روز میں آئس کریم فیکٹری کا افتتاح کرنا تھا۔ میں اِسی پریشانی میں تھا کہ اب کیا ہوگا لیکن قربان جاؤں میں اپنے پیرو مرشد قبلہ وکعبہ الحاج الحافظ جوہر ملت حضرت پیر سیّد اختر حسین شاہ صاحب کے، ایک روز میری خواب میں تشریف لائے اور فرمایا کہ ذاکر حسین تجھے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں تیرے ساتھ ہوں۔ تیرے تمام کام بخیر وخوبی انجام پائیں گے۔ میں دُعا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نبی پاک ﷺ کے صدقے میں خود ہی تیری مدد فرمائیں گے۔ ذاکر حسین شاہ صاحب نے فرمایا۔ خدا کی قسم اگلے ہی دِن مجھے ایک خط ملا۔ جس میں پندرہ ہزار روپے کا ڈرافٹ تھا۔ جتنی رقم کی مجھے ضرورت تھی مجھے حاصل ہوگئی۔ میں نے باقی کام اس رقم سے شروع کیا اور آئس فیکٹری مکمل ہوگئی اور اس کا وقت مقررہ پر افتتاح ہوگیا۔

98. حضرت امیر ملتؒ کی مدد سے گاڑی بغیر پٹرول 100 کلومیٹر تک چلتی رہی

الحاج تنویر احمد جماعتی بمقام چکوال سے بتاتے ہیں کہ میں، میری بیوی اور میرے بچے حج و عمرہ ادا کرنے کے بعد مدینہ منورہ میں حضور ﷺ کے روضہ مبارک کی زیارت کے بعد واپس جب گھر جارہے تھے تو کچھ دیر بعد وہ سوئی جو کہ ظاہر کرتی ہے کہ پٹرول گاڑی میں کتنا رہ گیا ہے۔ وہ سُرخ لائن پر پہنچ گئی۔ جس سے معلوم ہوا کہ پٹرول ختم ہوگیا ہے۔ میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ پٹرول تو ختم ہوگیا ہے۔ اب پٹرول ڈلوالینا چاہیے۔ بیوی نے جواب دیا کہ اگلے پٹرول پمپ سے ڈلوالیں گے۔ سوئی اب بھی سُرخ لائن پر رُکی ہوئی تھی۔ جس سے ظاہر تھا کہ پٹرول ختم ہوچکا تھا۔ میں نے بیوی کو سخت لہجے میں کہا پتہ نہیں پٹرول پمپ کتنی دور ہے اور یہ مصیبت بھی تمھاری وجہ سے آئی ہے۔ قبلہ جناب زاہد حسین

آفریدی صاحب نے ایک دفعہ میری بیوی سے فرمایا تھا کہ اگر کوئی مشکل وقت آئے یا کوئی جادو ٹونے کا اندیشہ ہو تو یہ شعر (المدد پیر سیّد جماعت علی مشکلیں حل کروائے خدا کے ولی) خود بھی پڑھا کرو اور پڑھ کر بچوں پر دم کیا کرو۔ چنانچہ میری بیوی نے یہ شعر پڑھنا شروع کر دیا اور ساتھ ہی بچوں نے بھی پڑھنا شروع کر دیا۔ گاڑی لگاتار چلتی رہی اور کافی دیر بعد ایک پٹرول پمپ نظر آیا تو گاڑی وہاں کھڑی کی اور پٹرول ڈلوایا۔ پٹرول کی قیمت ادا کرنے کے بعد پٹرول پمپ والے سے پوچھا کہ پچھلا پٹرول پمپ یہاں سے کتنے فاصلے پر ہے تو اس نے جو جواب دیا وہ سُن کر ہم حیران ہو گئے۔ اُس نے ہمیں بتا یا کہ پچھلا پٹرول پمپ یہاں سے تقریباً 100 کلومیٹر سے زیادہ فاصلے پر ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ ہماری گاڑی سو کلومیٹر بغیر پٹرول سے چلتی رہی۔ یہ ہے حضرت قبلہ عالم کی کرامت کہ انھیں سچے دِل سے اگر پکارا جائے تو وہ یقیناً مدد کے لیے آتے ہیں۔

99. حضرت امیر ملتؒ کے کرم سے بہت بڑی مصیبت سے بچ گیا

الحاج تنویر احمد جماعتی بمقام چکوال نے اپنا واقعہ بیان کیا ہے کہ میں نے ایک خواب دیکھا جو کہ قریباً چار گھنٹے تک کا تھا۔ میں نے ایک ہال دیکھا جس کی وسعت کا کوئی اندازہ نہیں ہے۔ وہ بالکل گول تھا۔ اس کے اندر ایک دیوار کے ساتھ ایک گیلری بنی ہوئی ہے۔ اس گیلری میں میرے تمام رشتہ دار کھڑے ہیں اور مجھے آوازیں دے دے کر بلا رہے ہین۔ ہال کے درمیان میں ایک راڈ لٹکا ہوا ہے۔ جس کے نیچے والے سرے پر ایک پلیٹ لگی ہوئی ہے۔ میں اِس پلیٹ پر کھڑا ہوا ہوں اور راڈ کو میں نے دونوں ہاتھوں سے پکڑا ہوا ہے۔ راڈ بالکل ساکن ہے اور اس کے نیچے بہت ہی زیادہ آگ جل رہی ہے۔ اب اگر میں راڈ کو چھوڑتا ہوں تو آگ میں گرتا ہوں اور چھت راڈ سے بہت اُونچی ہے کہ میں اس پر چڑھ نہیں سکتا۔ دیواریں بھی بہت زیادہ دور ہیں۔ راڈ بالکل ساکن ہے اسے جھولا بھی نہیں بنا سکتا۔ اب میں ہر طرف سے ایسا پھنسا ہوں کہ بچنا محال ہے۔ اسی پریشانی کی حالت میں نے حضور قبلہ عالم کو یاد کیا اور شعر (المدد پیر سیّد جماعت علی مشکلیں حل کروائے خدا کے ولی) پڑھنا شروع کر دیا تو راڈ میں معمولی حرکت پیدا ہوئی پھر میں نے یہ شعر جلدی جلدی اور زور زور سے پڑھنا شروع کر دیا تو راڈ بالکل جھولا بن گیا اور راڈ جب زور سے وہاں پہنچا جہاں میرے رشتہ دار کھڑے تھے تو میں نے چھلانگ

لگادی اور اپنے رشتہ داروں کے پیچھے جا گرا تو میری آنکھ کھُل گئی اس وقت میں پسینے میں شرابور تھا۔

100. اللہ تعالیٰ نے حضور قبلہ عالم کی کرامت سے جھگڑے سے محفوظ رکھا

جناب حاجی امیر محمد خان چکوال سے بیان کرتے ہیں کہ 10 اور 1 مئی 2002ء کا چشم دید واقعہ ہے۔ میں یارانِ طریقت کے ساتھ چکوال سے دربار عالیہ علی پور شریف آنے کے لیے تیار تھا۔ بس میں سواریاں زیادہ تھیں اور کسی سواری کے لیے گنجائش نہ تھی۔ میں نے باقی یاران طریقت سے کہا کہ کل آپ سب آجائیں کیونکہ بس میں سواریوں کی گنجائش نہیں ہے۔ یہ سُن کر وہ سب واپس چلے گئے۔ وہ تقریباً 50 یا 100 گز دور گئے ہوں گے کہ اچانک میرا بھانجا چوہدری صابر حسین جو بسوں کا مالک تھا آ گیا میں اس سے پوچھا کہ بس میں آپ کتنی سواریاں لے کر جاتے ہیں تو اس نے جواب دیا کہ عید کے موقع پر تو 60 سواریاں بھی لے کر جاتے ہیں تو میں نے سب کو واپس بلالیا اور گاڑی میں بیٹھ کر علی پور شریف پہنچ گئے۔ معتقدین میں ایک امجد نامی شخص بھی تھا جس کے گاؤں میں برادری کا جھگڑا ہو گیا۔ چونکہ وہ نو اور دس مئی کو علی پور شریف میں تھا اِس لیے یہ اس جھگڑے سے بچ گیا اور اگر اُس دن یہ بس میں سوار نہ ہوتا تو یقیناً اس کا نام بھی برادری کے دوسرے لوگوں کے ساتھ جھگڑے میں شامل ہوتا۔ اس طرح آپ کے بلاوے کی وجہ سے امجد لڑائی جھگڑے سے محفوظ رہا۔

101. حضرت قبلہ عالم کی برکت سے گاڑی میں پٹرول ختم نہ ہوا

ڈاکٹر جاوید صاحب میر پور خاص آزاد کشمیر سے علی پور سیداں شریف حاضری کے لیے میرے پاس آئے اور اُن کے پاس پیسے نہیں تھے۔ اُنھوں نے سوچا کی مجھ سے پیسے لے لوں۔ مگر میں علی شریف میں موجود نہیں تھا۔ ڈاکٹر صاحب پریشانی کے عالم میں تھے کہ قبلہ آپا جی صاحبہ نے پانچ سو روپے بھیج دیے۔ میر پور سے گاڑی کی ٹینکی بھروا کر آئے تھے لین واپسی پر صرف چودہ روپے کا پٹرول ڈلوایا۔ پھر اُس کے بعد میر پور سے اسلام آباد کے چھ سات چکر بھی لگائے مگر پٹرول ختم نہ ہوا۔ اس کے بعد اکثر دوست پوچھتے ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ مجھے پٹرول ڈلوانے کی ضرورت نہیں ہے۔ میری گاڑی کی ٹینکی اسی طرح فُل رہے گی کیونکہ یہ میرے حضرت امیر ملت ؒ کا کرم ہے۔ ایک دو ماہ تک سفر کرتا رہا کہ میری گاڑی کی ٹینکی پڑول سے بھری رہی۔ اس کے بعد ایک دوست نے گاڑی مانگی تو میں نے کہا کہ

اس میں پٹرول نہ ڈلوانا۔اس نے سمجھا کہ شاید ڈاکٹر صاحب نے طنزیہ ایسا کہا ہے۔اس نے جب پٹرول ڈلوایا تو ٹینکی خالی ہوگئی اوراُن آپا جی کے پانچ سو روپے سے مجھے کبھی بھی کمی محسوس نہیں ہوئی۔

102. حضرت کے کرم سے باوجود لیٹ ہو جانے کے ٹرین مل گئی

امیر محمد خان جماعتی نے بتایا کہ عرس مبارک پر جانے کے لیے 1963ء کو میں نے چھٹی کے لیے درخواست دی۔اِن دِنوں میں ہم سب فوجیوں نے سکیم پر جانا تھا۔افسر نے درخواست پر لکھ دیا کہ سکیم ختم ہونے پر دوبارہ درخواست دینا۔ہم سب سکیم پر چلے گئے۔سکیم ختم ہونے کی تاریخ 12 مئی تھی۔دِل پریشان تھا کہ اب کیا کریں۔سکیم 12 مئی کی بجائے 9 مئی کو ختم ہوگئی۔اُسی دِن سکیم ختم کر کے ہم کوہاٹ سے واپس ہوئے چھاؤنی پہنچ گئے اور سکیم ختم ہونے کی وجہ سے 10 تاریخ کو چھٹی مل گئی۔نائب صوبیدار صاحب چھاؤنی کے دفتر آئے۔دفتر آئے تو انھوں نے سی ایچ ایم سے کہا کہ سکیم ختم ہوگئی ہے اور امیر محمد خان نے عرس پر جانا ہے انہوں نے کہا کہ میجر صاحب سے بات کریں۔میجر صاحب چھٹی کی وجہ سے گھر سے نہیں آئے تھے۔نائب صوبیدار نے میجر صاحب کے گھر ٹیلیفون کر کے کہا کہ امیر محمد خان نے چھٹی لے کر عرس مبارک پر جانا ہے۔میجر صاحب نے جواب دیا کہ فوج میں عروس مبارک کی چھٹی نہیں ملتی۔اس سے کہوں کہ دو یوم کی چھٹی لے کر گھر چلا جائے۔جب مجھے نائب صوبیدار نے بتایا تو مجھے بات سنتے ہی غصہ آیا کہ انھوں نے ایسی بات کیوں کی ہے۔مجھے چھٹی پر جانا ہے میں چاہے گھر جاؤں یا عرس شریف پر۔میں دوبار دفتر گیا اور نائب صوبیدار کو کہا کہ میں چھٹی پر جانا چاہتا ہوں۔نائب صوبیدار نے اُسی وقت میجر صاحب کو فون کیا کہ امیر محمد خان چھٹی پر جانا چاہتا ہے۔میجر صاحب نے کہا کہ جو میری گاڑی کوہاٹ پی ایس کو جاتی ہے۔اس پر امیر محمد کو بھیج دو۔دو کاغذات بھی اس کے ہاتھ بھیج دو۔گاڑی میرے گھر آئے گی تو میں کاغذات پر دستخط کر دوں گا۔میں دو یوم کی چھٹی لے کر کوہاٹ حضرت ڈاکٹر محمد شاہ صاحبؒ کے پاس پہنچ گیا۔سید محمد شاہ صاحب نے مجھے اپریل 1980ء کو قبلہ عالم حافظ پیر سید نذر حسین شاہ صاحب کا مرید کرایا تھا۔کوہاٹ شہر میں آپ کی دکان پر پہنچ گیا۔آپ کی دکان پر دربار عالیہ علی پور شریف کے بارے میں کچھ ارشاد فرماتے رہے اور میں دوسروں کی طرح باادب سنتا رہا۔اُدھر گاڑی چلنے میں پانچ منٹ رہے گے تھے۔آپ نے مجھے اجازت دی میں کوہاٹ ریلوے اسٹیشن

کی طرف روانہ ہوا۔ جیسے ہی کوہاٹ شہر کے بڑے دروازے پر پہنچا تو کچھ فوجی مجھے ملے۔ وہ میرے دوست تھے۔ ان میں سے ایک نے پوچھا آج اس وقت کہاں جا رہے ہوں۔ میں نے جواب دیا کہ چھٹی پر جا رہا ہوں۔ اس نے گھڑی پر دیکھا تو گاڑی روانہ ہونے میں صرف تین منٹ رہے گے تھے۔ اس نے کہا کہ بجائے رات مسافر خانے میں رہنے کے آرام کے ساتھ ہمارے پاس گزار لو اور صبح چلے جانا۔ میں نے جواب دیا کہ مجھے جانے کا حکم ملا ہے اس لیے میں رات آپ کے پاس نہیں گزار سکتا۔ بہر حال میں وہاں سے چل پڑا۔ کوہاٹ شہر کے بڑے دروازے سے ریلوے اسٹیشن کم از کم دو کلومیٹر کے فاصلے پر ہیں۔ پیدل اسٹیشن پر پہنچ گیا۔ جب دیکھا تو گاڑی ابھی کھڑی تھی۔ ٹکٹ لینے والوں کی لمبی قطار لگی ہوئی تھی۔ میں لائن میں کھڑا ہو کر ٹکٹ نہیں لینا چاہتا تھا۔ اسی پریشانی میں تھا کہ لائن میں جو پہلا آدمی تھا حالانکہ وہ مجھے جانتا بھی نہیں تھا۔ پھر بھی اُس نے مجھے آواز دی کہ ٹکٹ خریدنا ہے میں نے کہا ہاں اُس نے کہا کہ پاس مجھے دو۔ میں نے فوجی پاس اور پانچ روپے ٹکٹ کے لیے دے دیئے۔ اُس آدمی نے کہا تم چلوں میں ٹکٹ خرید کر آتا ہوں۔ ابھی میں پلیٹ فارم پر ہی تھا تو اُس آدمی نے مجھے ٹکٹ دیا اور ساتھ ہی پاس اور پانچ روپے بھی واپس کر دیے۔ میں نے ٹکٹ کے پیسے تو آپ لے لیں۔ اُس آدمی نے کہا کہ مجھے آپ کی ٹکٹ کے پیسے آگئے ہیں۔ یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ میں گاڑی میں بیٹھ گیا اور لوگوں سے پوچھا کہ آج گاڑی کتنی لیٹ جا رہی ہے۔ اُنھوں نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا کہ گاڑی تو وقت پر روانہ ہو رہی ہے۔ میرے دِل میں بار بار خیال آ رہا تھا کہ کوہاٹ شہر کے دروازے پر تو صرف تین منٹ باقی تھے۔ میں نے دو کلومیٹر پیدل سفر کیا۔ میرے خیال میں میری گھڑی خراب ہو گی لیکن میں دوسروں سے گھڑی کا وقت چیک کیا تو میری گھڑی بھی ٹھیک وقت بتا رہی تھی۔ اس طرح مجھے علم ہوا کہ یہ میرے پیرو مرشد حضرت قبلہ عالم پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری کی کرامت تھی یا پھر آپ کے سچے خادم حضرت پیر سید ڈاکٹر محمد شاہ صاحب کی کرامت تھی یا پھر شاہ ولایت پیر سید نذر حسین شاہ صاحب کی کرامت تھی۔ یہ تھی میری پہلے عرس کی حاضری۔

103. حضرت قبلہ عالم کی عنایت سے عرس مبارک کی حاضری نصیب ہوئی

دسمبر 1967ء میں انجینیر نگ کی یونٹ کے ساتھ گلگت چلا گیا۔ اس یونٹ کا کام اٹک کے

ساتھ سڑک بنانا تھا۔ اس یونٹ نے گلگت سے پنتیس میل آگے کام شروع کر دیا۔ 1968ء میں اس یونٹ کو حکم ملا۔ کہ وہ چین چلے جائے اور اُدھر سے سڑک بنانا شروع کر دے۔ چنانچہ یونٹ نے چین جانے کے لیے اپنی تیاری مکمل کر لی۔ اسی دوران عرس مبارک بھی آ گیا اور میں صرف اور صرف عرس مبارک پر ہی حاضری دیا کرتا تھا۔ 7 یا 8 مئی کو میں اکیلا اپنے ٹینٹ میں بیٹھا تھا کہ مجھے خیال آیا کہ سال میں صرف ایک دفعہ ہی حاضری نصیب ہوتی ہے وہ بھی اس دفعہ چین جانے کی وجہ سے رہ جائے گی۔ کیا پتہ اگلے عرس کے لیے زندگی وفا کرے یا نا کرے۔ فوجی کام تھا مجبور تھا۔ خیر 1968ء مئی کی 9 تاریخ کو ہیڈ کوارٹرز سے ٹیلیفون آیا کہ بریگیڈیئر صاحب نے کہا کہ کرنل صاحب سے بات کرائیں۔ میں نے کہا سر آج کرنل صاحب کی چھٹی ہے اُن کی جگہ میجر صاحب ڈیوٹی انجام دے رہے تھے۔ میں نے میجر صاحب کی بریگیڈیئر صاحب سے بات کروادی۔ جونہی دونوں افسروں کی بات شروع ہوئی میں نے بھی سنا۔ بریگیڈیئر صاحب نے کہا کہ اب چین نہیں جانا وہاں کا ٹارگٹ مکمل ہو گیا ہے۔ GHQ سے آپ کو لیٹر بھی مل جائے گا میں نے اس لیے فون کیا ہے کہ کہیں آپ لوگ چلے نہ جائیں۔ میں نے دیکھا کہ کرنل صاحب کا فون خراب ہو گیا ہے۔ میرے انچارج نائب صوبیدار محمد اشرف نے مجھ کہا کہ کرنل صاحب کا فون خراب ہے۔ جاؤ اور بھاگ کر اُن کا فون چیک کرو۔ میں جب کرنل صاحب کے کمرے کے باہر گیا تو وہ باتیں کر رہے تھے۔ جب میں کمرے کے دروازے کے قریب پہنچا تو میجر صاحب بھی دروازے میں آ گئے وہ کمرے سے باہر نکل رہے تھے۔ مجھے باہر کھڑا دیکھ کر کہنے لگے کیا بات ہے میں نے کہا سر فون چیک کرنے کے لیے آیا ہوں۔ میجر صاحب نے کہا فون تو ان کا خراب ہے۔ میں نے کہا نہیں سر ہمارا فون خراب ہے مگر میجر نہ مانا اور کہا کہ کوئی نہیں تم اپنی تسلی کرنا چاہتے ہو تو کرلوں۔ میں نے فون دیکھنے سے پہلے میجر صاحب سے دس دِن کی چھٹی کی بات کی تو انھوں نے فوراً کہا ابھی چلے جاؤ۔ مین فون کو دیکھنے کی بجائے اپنے ٹینٹ میں چلا گیا اور اپنے اُستاد محمد اشرف سے کہا کہ میں نے میجر صاحب سے دس دِن کی چھٹی لی ہے اور مجھے آج ہی عرس مبارک کے لیے نکلنا ہے۔ حالانکہ اس طرح اپنے سینئر کو بتائے بغیر فوج میں چھٹی لینے کو رول کے خلاف سمجھا جاتا ہے۔ جبکہ چھٹی کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ پہلے اپنے اُستاد کو بتایا جائے پھر اُوپر سے چھٹی مانگی جائے۔ بہر حال میرے اُستاد محمد اشرف نے مجھ سے کہا کہ اگر تم نے نکلنا ہے تو فوراً ابھی کے ابھی اپنی تیاری کرو۔ لیکن مشکل یہ تھی کہ گلگت کس طرح

جائیں۔ ہماری یونٹ کے ساتھ راشن سپلائی کی یونٹ تھی جو روزانہ گلگت سے راشن لاتے تھے۔ میں نے راشن سپلائی میں فون کیا تو پتہ چلا کہ ابھی ایک جیپ راشن لے کر گلگت سے آئی ہے اور اس نے واپس گلگت جانا ہے۔ میں نے انھیں درخواست کی کہ مجھے بھی ساتھ گلگت تک لے چلے۔ میں نے فون رکھا ہی تھا کہ ایک اور آدمی میرے ساتھ جانے کو تیار ہو گیا۔ جس نے گلگت جانا تھا۔ راشن سپلائی سے جیپ ٹھیک بارہ بجے ہماری یونٹ میں آ گئی تو ہم وہاں سے چل پڑے۔ ظہر کی نماز ہم نے راستے میں ادا کی جبکہ عصر کی نماز ہم نے گلگت پہنچ کر یونٹ میں ادا کی۔ یونٹ سے شہر کافی دور تھا۔ خدا بھلا کرے جیپ کے ڈرائیور کا اس نے ہمیں کیمپ میں بھی پہنچا دیا جہاں سے جہاز ہمیں واپس لاتے تھے۔ جیسے ہی ہم کیمپ پہنچے۔ کیمپ کا ہیڈ کلرک جو مجھے پہلے سے جانتا تھا بہت خوش ہوا اور کہا کہ آپ آ گئے ہیں تو جہاز بھی انشاللہ اب صبح تک آ ہی جائے گا۔ اُس نے ہمیں بتایا کہ تقریباً ایک ماہ سے جہازوں کی آمدورفت موسم کے خراب ہونے کی وجہ سے بند ہے۔ لیکن اب اُمید ہے کہ صبح تک جہاز آ جائیں گے۔ ہم سب نے رات کیمپ میں ہی گزری۔ صبح سویرے اٹھے تو پتہ چلا کہ آرمی ایوی ایشن کے مال بردار اور فوکر جہازوں کے علاوہ پی آئی اے کا جہاز بھی آ چکا ہے۔ میں شکر ادا کیا کہ جہاز تو موجود ہیں۔ لیکن لوگ اتنے زیادہ تھے کہ سب کا جانا بہت مشکل تھا دوسرا اسنیر یٹی ویاز (ترتیب) جو لوگ پہلے آئے تھا پہلے اُن کے جانے کا نمبر تھا اور میں تو ابھی رات کو ہی یہاں پہنچا تھا۔ جن آدمیوں کو جہاز میں لے جانا تھا اُن کا سامان لوڈ کیا گیا۔ جہاز میں 75 آدمیوں کے جانے کی گنجائش تھی۔ یعنی سیٹ بائی سیٹ اتنے ہی لوگ سفر کرنے کی اجازت تھی۔ ائیر فورس کا افسر متعلقہ بند کی لسٹ پر مجاز افسر سے دستخط کروا رہا تھا۔ میں نے اُس افسر سے جا کر درخواست کی کہ مجھے عرس مبارک پر پہنچنا ہے اگر آپ مجھے کھڑے ہو کر جانے کی اجازت دے تو میں کھڑا ہو کر بھی چلا جاؤں گا تو مجاز افسر نے افسوس کے ساتھ کہا کہ اگر جگہ ہوتی تو میں تم کو ضرور لے کر جاتا۔ جیسے ہی سب افسر صاحب چلے گئے۔ جس دروازے سے جہاز میں سامان لوڈ ہوتا ہے وہ دروازہ بھی آہستہ آہستہ بند ہو رہا تھا۔ میں نے دوبارہ متعلقہ مجاز افسر سے درخواست کی تو اُس نے مہربانی کر دی اور کہا کہ جو چڑھ جاؤ چونکہ سیڑی اُتر چکی تھی لیکن دروازہ ابھی بند ہونا تھا۔ اس لیے میں نے وہاں پر کھڑے آدمیوں سے مدد کے لیے کہا۔ سب سے پہلے میں نے اُوپر دروازے میں اپنی بندھی ہوئی روٹی پکڑائی اور دو آدمیوں کے کندھوں پر پاؤں رکھتے ہوئے اُوپر چڑھ گیا اس طرح میں قریباً چلتے ہوئے جہاز میں

سوار ہو گیا۔ اندر گیا تو میں نے کھڑے ہونے کے لیے کوئی مناسب جگہ تلاش کرنی شروع کر دی لیکن اتفاق سے مجھے بیٹھنے کے لیے جگہ مل گئی اور میں بیٹھ گیا۔ اِسی اثنا میں جہاز نے ٹیک آف کیا میں نے گھڑی دیکھی تو ٹھیک آٹھ بج کر پچپن منٹ ہوئے تھے اور ہمارا جہاز ائیر پورٹ سے روانہ ہو چکا تھا اور پورے ایک گھنٹے کے مسافت کے بعد چک لالہ ائیر پورٹ پر لینڈ کر گیا۔ جہاز سے باہر نکلا تو ایک افسر کی گاڑی نکل رہا تھی۔ ڈرائیور نے پوچھا کیمپ جانا ہے میں نے اثبات میں سر کو جنبش دی تو اُس نے جواب دیا جلدی سے اگلا دروازہ کھولو اور بیٹھ جاؤ۔ میں نے اگلا دروازہ کھولا اور فرنٹ سیٹ پر براجمان ہو گیا۔ ایک منٹ کی مسافت سے ہم ائیر پورٹ کے دروازے پر پہنچ گئے۔ وہاں پر موجود سیکورٹی کے عملے نے روک لیا اور کہاں کہ تم سب سے پہلے کیسے نکل پڑے۔ ڈرائیور نے کہا غلطی ہو گئی میں نے بھی ساتھ ہی درخواست کی کہ معاف کر دیں آئندہ یہ ایسی غلطی نہیں کرے گا۔ سیکورٹی والے کے دل میں پتہ نہیں کیا آیا اُس نے کہا جلدی سے یہاں سے نکل جاؤ ورنہ تھماری غلطی پر تھمیں اچھی خاصی سزا ہو سکتی ہے۔ ہم لوگ وہاں سے نکلے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے سیدھے کیمپ میں آکر رکے۔ یہاں پر میں نے اس کا شکریہ ادا کیا۔ میں نے کیمپ میں آکر اپنا چھٹی پاس لیا کھانا کھایا اور سڑک پر کھڑا ہو گیا۔ چک لالہ روڑ پر ابھی کھڑا ہی ہوا تھا کہ ایک ٹیکسی والا میرے پاس آکر رکا اور مجھ سے پوچھا کہاں جانا ہے؟ میں نے کہا مجھے راجہ بازار جانا ہے۔ میں ٹیکسی سے اُترا تو سیالکوٹ جانے کے لیے بس بالکل تیار کھڑی تھی۔ میں اس میں بیٹھ گیا اور علی پور شریف پہنچ گیا۔ میں نے مغرب کی نماز دربار شریف میں آکر مسجد میں ادا کی۔ یہ کرم میرے قبلہ امیر ملت کا ہے کہ میں عرس میں شریک ہوا ورنہ مجھے تو اُمید نہ تھی کہ میں اس دفعہ عرس مبارک پر حاضری بھی دے پاؤں گا۔

حضرت پیر سید نذر حسین شاہ سے منسوب کرامات

104. حضرت قبلہ امیر ملتؒ کے تصرف سے باوجہ دیر کے کمپیوٹر میں داخلہ مل گیا اور باوجود غیر حاضر ہونے کے حاضری بھی لگتی رہی

پیر بھائی تنویر احمد سکنہ چکوال سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے 1990ء میں بی اے کا امتحان پاس دیا۔ ارادہ تھا کہ امتحان کے بعد راولپنڈی میں مقامی کمپیوٹر کالج میں نئے سال کے کورس میں داخلہ لوں گا۔ حسن اتفاق سے کمپیوٹر کورس کی آخری تاریخ اس طرح رکھی گئی کہ بی اے کے امتحان کے دوران

ہی سیشن کا آغاز ہو جانا تھا میں اس سلسلے میں اس قدر پریشان تھا کہ آپ اندازہ نہیں کر سکتے کیونکہ دونوں میں سے مجھے ایک کو چھوڑنا پڑ رہا تھا۔ اسی اثنا میں، میں بی اے کے آخری پرچے کی تیاری میں مشغول تھا کہ مجھے کمپیوٹر کالج کی طرف سے ایک خط موصول ہوا۔ جس میں نامعلوم وجوہات کی بنا پر کورس کے اجرا میں پندرہ دِن کے تاخیر سے شروع ہونے کی نوید تھی لیکن نئی تاریخ بھی اتنی خوش کن نہیں تھی جس دِن میرا آخری پرچہ تھا اسی دِن سے شروع ہونا تھا۔ میں نے پھر بھی صابر شکر کیا اور بی اے کا اپنا آخری پرچہ دیا اور دینے کے بعد سیدھا راولپنڈی کمپیوٹر کالج گیا اور وہاں کمپیوٹر کورس کے امتحان میں بیٹھ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضور قبلہ عالم کے روحانی تصرف کی بدولت مجھے اس امتحان میں بھی کامیابی دلائی اور مجھے کالج میں کمپیوٹر کورس کے لیے سلیکٹ کر لیا گیا۔ آٹھارہ ماہ کا کورس میں نے کامیابی سے پاس کر لیا اور پاس کرنے کے بعد مجھے روزگار بھی مل گیا۔

اس طرح کے نا قابل فہم واقعات محض بزرگان علی پور شریف کے روحانی تصرفات اور حضور قبلہ عالمؒ کے فیض و برکات کا منہ بولتا ثبوت ہی ہو سکتے ہیں۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ جب مجھے اپنے بی اے کے امتحان اور کورس کے اجرا میں کلیش نظر آیا تو میں نے ایک درخواست تحریر کی اور کالج پرنسپل کے سامنے رکھ دی جس میں نے بیان کیا کہ میرے لیے ایک وقت میں دونوں جگہوں پر موجود ہونا بہت مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ اس لیے مجھے کورس کے پہلے کچھ دِن کی چھٹی دے دی جائے لیکن کالج پرنسپل بریگیڈیئر (ریٹائرڈ) عبدالسلام اختر نے میری درخواست کو محض خارج کر دیا کہ یہ سپیشل کورس فوجی فاؤنڈیشن کی جانب سے سپانسرڈ ہے اس لیے اس میں کسی قسم کی طالبعلم کی دیر (delay) کو قابل قبول نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن حضور قبلہ عالم کے تصرف سے خود بخود کورس میں دیری آئیگی اور بی اے کے آخری پرچہ کے بعد شروع ہوا۔

اسی طرح کا ایک اور واقعہ پیر بھائی تنویر احمد جماعتی بیان کرتے ہیں کہ جیسے ہی میرا کمپیوٹر کورس شروع ہوا۔ یہ ڈیڑھ سالہ کورس تھا تو ایک مرتبہ اس میں عرس مبارک کی تاریخ بھی آنی تھی۔ چنانچہ کورس کو شروع ہوئے ابھی ابتدائی ماہ تھے۔ جس میں کالج سے چھٹی لینا طالبعلم کے لیے سخت نقصان تھا دوسرا کالج انتظامیہ کی جانب سے بھی اعلان تھا کہ پہلے چھ ماہ میں کوئی طالبعلم چھٹی نہیں کر سکتا۔ عرس مبارک کی جس ہی تاریخ قریب آنے لگی میری پریشانی بڑھنے لگی۔ میں نے سوچا کہ اب

ایک چھٹی سے کام تو چل نہیں سکتا بلکہ کم ازکم تین چھٹیاں درکار تھیں۔ میں نے اپنے دوستوں سے ان چھٹیوں کا مشورہ کیا تو انہوں نے کہا کہ کالج انتظامیہ اور پرنسپل سے چھٹی لینا اپنے پاؤں پر کلہاڑا مارنے کے مترادف ہے۔ جس سے میں شدید تذبذب کا شکار رہا۔ اسی دوران عرس کی تاریخ سر پر آ گئی۔ میں نے بغیر اجازت اور اطلاع کے کالج سے سیدھا علی پور شریف کے روانہ ہو گیا اور وہاں عرس پر تین دِن گزرنے کی بجائے پانچ دن گزرنے کے بعد سوچا اب جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ اگلے دِن میں کالج حاضر ہو گیا۔ اب میں اس پریشانی میں تھا کہ کب مجھے کالج انتظامیہ کال کرتی ہیں یا کب مجھے پرنسپل بولتا ہے اور نہ ہی میرے دوستوں نے مجھ سے غیر حاضر ہونے کی وجہ پوچھی۔ میں شدید حیران تھا کہ آخر معاجرہ کیا ہے۔ میں نے اپنی غیر حاضری کے متعلق دوستوں سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ یار تم پاگل تو نہیں ہوں تم تو غیر حاضر ہوئے ہی نہیں۔ تم تو حاضر تھے اور تمھاری تو با قاعدہ حاضری لگتی رہی ہے۔ کچھ دِن بعد میرے بڑے برادرم نصیر احمد جماعتی ایک روز چکوال سے راولپنڈی آئے اور انہوں نے مجھ سے پہلے میرے کالج اساتذہ سے ملاقات کی اور اُن سے میری تعلیم کے متعلق دریافت کیا کہ میرا بھائی کیسی پڑھی کر رہا ہے۔ اُساتذہ نہ صرف میری تعلیم پر خوش تھے بلکہ انھوں نے میری حاضری کو بھی سراہا کہ میں نے پہلے چھ ماہ کے سیشن میں ایک بھی چھٹی نہیں کی۔ میرے بڑے بھائی نے مجھ سے ملاقات کی اور مجھے شاباش دی۔ بھائی کے چکوال جانے کے بعد میں نے قبلہ حاجی محمد امیر خان جماعتی صاحب سے یہ واقعہ بیان کیا انھوں نے بھی میری تعریف کی جبکہ میں نے اس سلسلے میں اصل حقیقت بہت عرصہ بعد سب سے بیان کی۔

یہ سب حضور قبلہ عالمؒ کا روحانی تصرف اور بزرگان دین علی پور شریف کا فیض عام تھا کہ اس طرح کا واقعہ مجھ جیسے نا اہل اور گناہ گار کی پردہ پوشی کے سلسلے میں پیش آیا۔

105. پیر سید نذر حسین شاہ صاحب کی برکت سے پچاس سے ساٹھ آدمیوں کے کھانا کھانے کے بعد بھی کھانا کم نہ ہوا۔

حاجی محمد امیر خان جماعتی نے بتایا کہ میں 1976ء میں بہاولپور چھاؤنی، کرنل نذیر صاحب کے گھر حلقہ ذکر پر گیا تو وہاں حضرت قبلہ عالم امیر ملتؒ کے خلیفہ مجاز مولوی عبدالحمید صاحب ظفر وال،

والوں سے ملاقات ہوئی۔ اس نے وہاں سب آدمیوں کے سامنے حضرت پیر نذر حسین شاہ صاحب کی چشم دید کرامت سنائی۔ آپ نے بتایا کہ حضرت صاحب کھلا بٹ تشریف لے جا رہے تھے۔ مجھے کسی ذریعے سے پتہ چلا تو میں اڈے پر پہنچ گیا اور عرض کی کہ حضور آپ میرے گھر تشریف لے چلیں اور دوپہر کا کھانا کھا کر تھوڑی دیر آرام کریں اور اس کے بعد کھلا بٹ تشریف لے جائیے گا۔ آپ نے میری دعوت قبول فرمائی اور میرے گھر تشریف لے گئے۔ آپ کے تشریف آوری کے ساتھ ہی کرنل نذیر صاحب کو بھی اطلاع مل گئی۔ کہ آپ مولوی صاحب کے گھر تشریف فرما ہیں۔ کرنل صاحب بھی مولوی صاحب کے گھر چلے گئے اور حضرت صاحب کو اپنے گھر کھانے کی دعوت دی اور حضرت صاحب نے دعوت قبول فرمائی اور آپ کرنل صاحب کے گھر تشریف لے گئے۔ کرنل صاحب نے مولوی صاحب کو بھی کھانے پر دعوت دی۔ حضرت صاحب کے ساتھ ایک درویش بھی تھا۔ کرنل صاحب نے تین آدمیوں کا کھانا تیار کروایا۔ فوج میں یہ خبر عام ہوگئی کہ کرنل صاحب کے گھر علی پور شریف کے پیر صاحب تشریف فرما ہیں۔ فوجی لوگ پیر صاحب کی زیارت کے لیے کرنل صاحب کے گھر آنے شروع ہو گئے۔ اتنے میں کھانے کا وقت ہوگیا۔ کرنل صاحب دل ہی دل میں سوچنے لگے اور اُن کے دل میں ڈر سا بیٹھ گیا کہ کھانے کا وقت ہو گیا اور پیر صاحب یہ نہ کہہ دیں کہ کھانا لوگوں کو کھلاؤ۔ کھانا تو صرف اور صرف تین آدمیوں کا تیار کیا گیا تھا۔ جونہی کرنل صاحب کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا۔ پیر صاحب نے فرمایا مولوی صاحب دستر خوان بچھاؤ اور لوگوں کو کھانا کھلائیں۔ کرنل صاحب کا رنگ فق ہو گیا۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ کرنل صاحب جو کھانا بھی تیار ہوا ہے وہی لے آئیں۔ کرنل صاحب نے ایک ٹرے میں کھانا لاکر حضرت صاحب کے سامنے رکھ دیا۔ حضرت صاحب نے دُعا فرمائی اور مولوی صاحب سے فرمایا کہ کھانا شروع کر دیں مگر اُوپر سے کپڑا نہ ہٹائیں۔ اس وقت کم از کم پچاس یا ساٹھ کے قریب آدمی وہاں موجود تھے۔ سب نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔ حضرت صاحب نے فرمایا باقی کھانا کرنل صاحب کو دے دیں تا کہ اندر جو کرنل صاحب کا بال بچہ ہے وہ بھی کھانا کھا لے۔ مولوی صاحب نے وہ کھانا کرنل صاحب کو دے دیا اور ساتھ ہی کہا کہ مجھے پتا نہیں کہ کھانا کتنا بچ گیا ہے جو کرنل صاحب اندر لے گئے تھے۔ بعد ازاں کرنل صاحب نے مجھے بتایا کہ جتنا کھانا اندر سے آیا تھا اُتنا ہی واپس اندر چلا گیا ہے۔ یہ ہے میرے پیر و مرشد کی زندہ کرامت۔

106. پیر حضرت نذر حسین شاہ صاحب کا خط یونٹ پہنچنے سے پہلے ہی پوسٹنگ ہوگئی۔

حاجی امیر محمد خان نے بتایا کہ میں 1964ء یا 1965ء میں بنوں چھاؤنی میں تھا۔ وہاں ایک افسر کے ساتھ کچھ گڑبڑ ہوگئی۔ اس میں وہ سراسر زیادتی کرتا رہا۔ وہاں سے میں ٹرانسفر ہوکر پشاور چھاؤنی آگیا اور پھر پشاور سے 1968ء کو میں لاہور چھاؤنی آگیا۔ وہ افسر بھی اسی یونٹ کے ساتھ لاہور چھاؤنی آگیا۔ وہ رات دِن اسی کوشش میں تھا کہ کسی نہ کسی ذریعے سے مجھے سزا مل جائے۔ ایک دِن میں کوارٹر گارڈ کی ڈیوٹی پر تھا۔ جو چوبیس گھنٹے کی ڈیوٹی تھی تو صوبیدار محمد خان میرے پاس آیا اور مجھ سے پوچھنے لگا کہ فلاں افسر کے ساتھ تم نے ڈیوٹی کی ہے۔ میں خاموش رہا تو صوبیدار محمد خان نے کہا کہ تم مجھ نہ بھی بتاؤ گے تو پھر بھی میں جانتا ہوں۔ صوبیدار نے کہا کہ میں تمھیں بتادیتا ہوں کہ یہ افسر ہر وقت اسی خیال میں رہتا ہے کہ کب تم سے کوئی غلطی سرزد ہو اور وہ تمھیں اس کی سزا دے اتنا کچھ کہہ کر صوبیدار محمد خان چلا گیا لیکن مجھے بہت دکھ ہوا کہ وہ ایک فیلڈ افسر ہے اور میں ایک حوالدار ہوں۔ بھلا میرا اور اس کا کیا مقابلہ اور دوسرا اس نے اب تک پرانی بات دل میں رکھی ہوئی ہے۔ میں نے اس کے فوراً بعد کاغذ قلم اُٹھا اور اپنے پیرو مرشد کو تمام کی تمام حقیقت لکھ دی اور التجاء کی کہ میری اس کے انڈر کمانڈ نوکری نہ رہے۔ خط لکھتے ہوئے میں نے ایک جوان سے کہا کہ جا کر کینٹین سے ایک ڈاک لفافہ لے آؤ۔ جوان کینٹین پر چلا گیا اور تھوڑی دیر بعد آکر بتاتا ہے کہ اُستاد جی کینٹین پر ڈاک لفافے ختم ہیں۔ میں نے کہا کوئی بات نہیں کل صبح خط پوسٹ کردوں گا۔ اسی اثناء میں دو بج گئے اور سرکاری دفتر میں چھٹی ہوگئی۔ میں بھی اپنی ڈیوٹی ختم کرکے اپنے کوارٹر میں چلا گیا۔ تقریباً دو گھنٹے کے بعد ایک جوان آیا اور اُس نے کہا کہ یونٹ میں پہنچ جائے۔ میں جب یونٹ پہنچا تو سب این سی او (نان کمیشنڈ افسر) اور جوان جمع تھے اور ٹی پارٹی ہورہی تھی۔ ایک آدمی پوسٹنگ پر جارہا تھا جبکہ میز پر دو پھولوں کے ہار پڑے تھے۔ میرے پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ ایک اور آدمی کی بھی پوسٹنگ ہوئی ہیں اور وہ تم ہو۔ میں یہ سن کر شرمندہ سا ہوگیا۔ شرم کی وجہ سے پھر میں نے خط بھی پوسٹ نہ کیا جس میں، میں نے اپنی پوسٹنگ کا ذکر کیا تھا۔ یوں بھی مجھے خط لکھے ہوئے ابھی صرف دو گھنٹے ہی ہوئے تھے۔ یہ کرامت ہے میرے پیرو مرشد کی۔ میں پوسٹ ہوکر

کراچی چلا گیا اور وہاں باعزت نوکری کرتا رہا۔ خط ابھی بھی میرے پاس موجود ہے۔

107. پیر سید افضل حسین شاہ صاحب کی بیعت دراصل حضور قبلہ عالم امیر ملتؒ کی بیعت ہے

چکوال سے پیر بھائی تنویر احمد جماعتی بیان کرتے ہیں کہ میں نے بزرگوں سے سن رکھا تھا کہ ہم سب یاران طریقت دراصل حضور قبلہ عالم حضرت امیر ملتؒ کے مرید ہیں۔ چاہے ظاہری طور پر ہم کسی بھی سجادہ نشین سے یا خلفائے علی پور سے بیعت ہی کیوں نہ ہو۔ میں کیونکہ حضرت پیر سید افضل حسین شاہ صاحب کے دست حق پرست پر اس سلسلہ میں داخل ہوتھا۔ اس لیے یہ خیال فاسد دِل میں زور پکڑتا جارہا تھا کہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ ہم بیعت تو موجودہ سجادہ نشین کی کریں اور مرید حضرت قبلہ عالم کے ہوجائیں گے اور قیامت کے روز حضور قبلہ عالم ہمیں کس طرح پہچانیں گے۔ وغیرہ وغیرہ

ایک رات خواب میں دیکھتا ہوں کہ علی پور شریف حاضر ہوں اور شیش محل کے سامنے بڑی گلی میں جارہا ہوں کہ سامنے سے چار حضرات اس طرح آرہے ہیں کہ ایک بزرگ آگے آگے چل رہے ہیں جبکہ ان کے پیچھے پیچھے دائیں اور بائیں پیر حضرت سید افضل حسین شاہ صاحب اور درمان میں حضرت زاہد حسین فریدی صاحب (خلفیہ مجاز) اور آخر میں بائیں طرح حضرت محمد امیر خان صاحب (ساکن چکوال خلفیہ مجاز) چل رہے تھے۔ اُنھوں نے سب سے پہلے پیرومرشد سید افضل حسین شاہ صاحب کی دست بوسی کے لیے آگے بڑھا۔ انھوں نے سلام و جواب کے بعد آگے جاتے ہوئے بزرگ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ان سے ملو یہ ہیں تمھارے حضور قبلہ عالم حضرت امیر ملتؒ۔ میں نے مڑ کر دیکھا تو حضور کی پیٹھ میری طرف تھی لیکن میں زیارت نہ کرسکا مگر اس کے بعد میری آنکھ کُھل گئی۔ اس سے میرے دِل میں موجود مذکورہ بالا تمام فرسودہ خیالات رفع دفع ہوگئے اور دِل میں یہ خیال یقین بن گیا کہ حضور قبلہ عالم پیرومرشد کے توسط سے مجھے پہچانیں گے۔

دراصل حضور قبلہ عالم کا روحانی تصرف اس کائنات میں ہوا کی طرح موجود ہے اور ہم سب ہر وقت اس سے فیض یاب ہوسکتے ہیں۔ جس طرح سمندر کی مخلوق اس کے پانی سے فائدہ اور زندگی حاصل کرتی ہے۔ کوئی بھی شخص جس کا تعلق سلسلہ نقشبندیہ جماعتیہ سے قائم ہے وہ چاہے کسی بھی بزرگ

سے سلسلہ میں داخل ہو۔ دراصل حضور قبلہ عالم کے توسط اور نسبت سے بالواسطہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعے سے براہ راست حضور سرور کائنات ﷺ سے منسلک ہے۔ ضرورت صرف اس امر کی ہے کہ ہم ان اسباق پر باقاعدگی اور سختی سے عمل کریں جو ہمارے پیرومرشد نے ہمیں بوقت بیعت تعلیم کیے تھے۔ یہی وہ واحد طریقہ ہے جس سے بزرگان علی پور شریف کا روحانی فیض اللہ تعالیٰ کے خصوصی کرم اور حضور سرور کائنات ﷺ کی رحمت کے طفیل اور صدقے میں حاصل کیا جاسکتا ہے۔

108. جو بات راولپنڈی میں طے ہوئی تھی اس کا ذکر علی پور شریف میں سنا

چکوال سے پیر بھائی تنویر احمد جماعتی بیان کرتے ہیں کہ میں راولپنڈی میں زیر تعلیم تھا کہ کالج میں چھٹیاں ہوگئیں۔ رمضان شریف کا مہینہ تھا میں نے چکوال جانے کی بجائے علی پور شریف حاضری کا ارادہ کیا لیکن ساتھ میں دو دوستوں (جہلم سے مظفر امین اور اسلام آباد سے اختر محمود گوندل) کو بھی تیار کرلیا تھا کہ سفر اچھا گزر جائے۔ دونوں دوستوں نے شرط عائد کردی کہ ہم تمھاری سنگت کی وجہ سے جار ہے ہیں کیونکہ تم خود ہمیں اپنے پیرومرشد کے پاس لے جارہے ہو۔ اس لیے آنے جانے اور راستے کا تمام خرچ تمھارے ذمے ہوگا۔ میں نے شرط قبول کرلی۔ ہم تینوں رات بارہ بجے راولپنڈی اڈا پیر ودھائی سے روانہ ہوئے اور صبح سحری کے وقت علی پور شریف پہنچے۔ وہاں سحری کی اور فجر کی نماز علی پور شریف والی مسجد میں ادا کی۔ اس کے بعد پیدل ہی علی پور شریف چل دیے۔ راستے کا سفر ان دوستوں کی گپ شپ میں اچھا گزرا لیکن ان دونوں کی شرط کے مطابق میں نے ایک روپیہ بھی اُن کا خرچ نہ ہونے دیا دوسرا انہوں نے جہاں بھی اسی بات ہوتی مجھے آگے کردیتے تھے۔ بہرکیف میں نے اُن کی ڈھٹائی کی حد دیکھی اور انھوں نے بھی کسی لمحے مجھے شرط بھولنے نہ دیا۔ اتفاق سے اُسی روز افطاری سے قبل ہمیں قبلہ سجادہ نشین پیر سید افضل حسین شاہ صاحب سے شرف ملاقات ہوا۔ آپ نے ہماری خیر و عافیت دریافت کی اور سفر کے متعلق پوچھا اور ہماری افطاری کے لیے اپنے خادموں سے کہہ دیا۔ افطاری کی دعوت اور ملاقات کا اُن پر گہرا اثر ہوا اور مغرب اور عشاء کے بعد میرے دوست نے بیعت ہونے کی خواہش ظاہر کی۔ عشاء کے بعد میں دوبارہ اِن کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے بیعت کی درخواست کی۔ آپ نے کمال مہربانی سے میرے دوستوں سے فرداً فرداً رضامند ظاہر کروائی اور پھر ایک

خادم کو حکم دیا کہ ایک کپڑا لاؤ۔ اس کے بعد آپ نے میرے دوستوں کو اپنے سلسلہ میں شامل کیا اور اسباق کی تعلیم دی اور اُن پر سختی سے کار بند ہونے کی تلقین کی اور آخر میں آپ نے ہمارے لیے دُعا کی۔ اس کے بعد ہم سب نے اجازت چاہی اور اُٹھنے سے پہلے ایک ایک سو فی کس برائے ہدیہ آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے پہلے انکار کیا لیکن پھر میرے دو دوستوں سے روپے رکھ لیے اور میرے یہ کہہ کر واپس کر دیے کہ آپ تکلیف مت کریں ان دونوں نے پہلے ہی آپ کا کافی خرچا کروا دیا ہے۔ یہ سن کر ہم تینوں کے رونگٹے کھڑے ہو گے کہ اس بات کا تو ہم تینوں کے علاوہ کسی کو علم نہیں۔ دوسرا ہم نے تو یہ بات راولپنڈی میں کی تھی علی پور شریف میں آپ تک کیسے اور کس طرح پہنچ گئی۔ میرا تو ایمان اور پختہ ہو گیا میرے ساتھ میرے دوستوں کا بھی ایمان تر و تازہ اور مضبوط ہوا۔ اس طرح ہم تینوں سچے اور پکے مرید بن کر راولپنڈی واپس لوٹے۔ آج بھی جب ہم اس واقعہ کو یاد کرتے ہیں تو ہمارا ایمان آستانہ علی پور شریف پر آگے سے زیادہ بڑھ جاتا ہے۔

109. جو سکون و سرور مدینہ پاک یا علی پور شریف میں ملا وہ کہیں اور نہ ملا

چک نمبر 68 جمیانہ ضلع فیصل آباد سے حاجی علی احمد نقشبندی جماعتی بتاتے ہیں کہ راولپنڈی کے ایڈووکیٹ میاں عبدالقیوم ترمزی نے بتایا کہ میں آپ کے ساتھ جب دربار عالیہ علی پور شریف حاضر ہوا تو رات کو محفل پاک میں، میں نے ایک دُعا مانگی تھی۔ وہ اللہ تعالیٰ نے پوری کر دی۔ میرے پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ پاکستان میں بہت بزرگان دین ہیں اور میں نے کم و بیش سبھی کے درباروں پر حاضری دی ہے لیکن جو سکون و سرور مجھے علی پور شریف میں ملا وہ ہی مجھے مدینہ شریف میں ملا باقی کسی بھی جگہ وہ سکون و سرور میسر نہ ہوا۔ اس کے بعد انہوں نے مزید کہا کہ ایک دُعا میں نے مدینہ شریف میں بھی مانگی وہ بھی قبول ہو گئی اور مجھے سرور کائنات فخر موجودات سرکار مدینہ حضرت محمد ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔ اس دُعا سے میں سمجھتا ہوں کہ آپ کے پیر و مرشد واقعی اللہ کے ولی کامل میں سے ایک کامل ولی ہیں۔

110. حضرت فخر ملت رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ سے بیٹا قتل کے مقدمہ سے بری ہو گیا۔

یہ واقعہ 1998ء کا ہے۔ میرا بیٹا غلام حسین جماعتی (مرحوم) اللہ تعالیٰ اُسے جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین۔ اس پر قتل کا مقدمہ ہو گیا۔ میرے رشتہ داروں نے دشمنی کی بنا پر اس کو قتل

کے مقدمے میں جیل بھجوادیا۔ مجھے راولپنڈی میں پتا چلا تو میں نے پیر سید افضل حسین شاہ صاحب کی خدمت اقدس میں ایک خط ارسال کیا۔ مجھے بہت فکر تھی اور ساتھ ہی قبلہ و کعبہ حاجی محمد امیر خان صاحب نقشبندی جماعتی خلفیہ مجاز کی خدمت میں خط تحریر کیا۔ مجھے دونوں طرف سے تسلی کے خطوط ملے اور حاجی محمد امیر خان صاحب جماعتی نے فرمایا کہ آپ کے رشتہ داروں نے دھوکے سے آپ کے بچے غلام حسین جماعتی کو پھنسایا ہے۔ میں جب عرس مبارک کے موقع پر دربار عالیہ میں حاضر ہو کر پیرومرشد سید افضل حسین شاہ صاحب کی قدم بوسی کے لیے حاضر ہوا تو آپ نے مجھ سے پہلا سوال یہ کیا کہ غلام حسین کا کیا بنا۔ میں نے عرض کی حضور میں تو ابھی تک اس سے ملا نہیں وہ تو فیصل آباد کی ڈسٹرکٹ جیل میں ہے۔ آپ ناراض ہوئے اور فرمایا کہ اس کے بیٹے پر قتل کا مقدمہ ہوا ہے اور وہ جیل میں ہے اور آپ نے اس کا پتا تک نہیں کیا۔ میں عرض کی حضور میں عرس مبارک سے فارغ ہو کر اُس کا پتہ کروں گا۔ اگلے روز قبلہ حاجی امیر خان صاحب خلفیہ مجاز حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے پھر ارشاد فرمایا کہ غلام حسین جماعتی سے ایک دفعہ جیل میں ضرور ملاقات کے لیے جانا اور اُسے کہنا کہ اللہ کا ذکر جاری رکھے اور میرا تصور کرتا رہے وہ اس مقدمے سے بری ہو جائے گا اور ساتھ یہ بھی کہہ دیا کہ آپ نے کوئی کوشش نہیں کرنی ہے خود بخود اس کا بندوبست ہو جائے گا اور اگر دو یا تین ماہ جیل میں رہے تو رہے کوئی بات نہیں۔ اپنے پیرومرشد کے فرمان کے مطابق میں نے غلام حسین جماعتی سے جیل میں ملاقات کی اور حضرت صاحب کا پیغام اُسے دے دیا اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا ہے اور پیرومرشد کا تصور ذہن میں رکھنا ہے تم انشاء اللہ اس مقدمے سے بری ہو جاؤ گے۔ اس کے بعد میں نے اس سے کوئی رابطہ نہ کیا اور نہ ہی کوئی کوشش کی۔ میرے پیرومرشد کی توجہ سے وہ چند ماہ بعد قتل کے مقدمے سے بری ہو گیا۔

111. حضرت فخر ملتؒ کی توجہ سے 23 سال تک ایک ہی جگہ رہا اور بدلی نہ ہوئی

حاجی علی احمد نقشبندی جماعتی چک نمبر 68 جمیانہ ضلع فیصل آباد نے بتایا کہ میں 1976ء میں راولپنڈی میں فوج کے یونٹ میں بطور سپاہی بھرتی ہوا اور پھر ٹرانسفر ہو کر لاہور آیا۔ میں قبلہ و کعبہ حاجی محمد امیر خان صاحب جماعتی خلفیہ مجاز کی توجہ سے دربار عالیہ علی پور شریف حاضر ہو کر بیعت ہوا۔ پہلے میں نماز اتنی پابندی نہیں کرتا تھا مرید ہونے کے بعد میں نے نماز میں پابندی سے شروع کر دی۔ اس

طرح میری نماز میں پابندی اور حاجی محمد امیر خان خلفیہ مجاز جو اس وقت میرے ہی یونٹ میں حوالدار تھے۔ ایک ہی یونٹ میں ہونے کی وجہ سے اور بہت سے فوجی ہمارے پیر بھائی ہو گے۔ اس طرح ہم سب پیر بھائی مل بیٹھ کر دربار عالیہ علی پور شریف کی باتیں کرتے۔ ایک دوسرے کی پریشانی کو سمجھتے۔ خُتم خواجگان کا اہتمام یونٹ میں کرتے اور بڑے شوق سے قبلہ فرحت علی صاحب کے گھر جاتے تھے۔ میرے پیر بھائیوں کی ٹرانسفر ہوتی گئی۔ اِن کے علاوہ اور لوگوں کی بھی ٹرانسفر ہوئی لیکن میری ٹرانسفر اتفاق سے نہیں ہوئی جس پر بہت سے فوجیوں نے درخواستیں بھی حکام بالا کو دیں لیکن کسی پر کوئی شنوائی نہیں ہوئی۔ اس طرح میری یونٹ میں میری بہت عزت تھی میں بھی افسران سے لے کر جوان تک سب کی عزت کرتا تھا۔ مجھے پختہ یقین تھا کہ مجھ پر یہ کسی بندہ کی مہربانی نہیں بلکہ میرے پیر و مرشد اور دربار عالیہ علی پور شریف کا کرم ہے۔ حوالدار حاجی محمد امیر خان صاحب مجاز خلفیہ جب سروس سے ریٹائرڈ ہوئے تو انھوں نے اپنی جگہ حضرت کی توجہ سے مجھے امیر حلقہ مقرر کیا۔ میرے دِل میں پیر خانے کی محبت اور پیر بھائیوں کی محبت اور بڑھ گئی۔ میں تقریباً تیئس سال تک اسی یونٹ میں رہا اور اعزازی صوبیدار کے رینک سے ریٹائرڈ ہوا۔ اس وقت تمام یونٹ کے لوگ یہی کہتے تھے کہ آپ کے پیر و کامل بہت بڑے ولی ہیں۔ مجھے 23 سال تک ایک بھی لمحے کوئی تکلیف نہیں ہوئی بلکہ میرے پیر خانے کی طرف سے عنائتیں ہی عنائتیں ہوتی رہیں اور میں ان کے بارے بیان بھی نہیں کر سکتا۔ یہ میرے پیر و مرشد کی کرامت نہیں تو اور کیا ہے۔ تا حال میں اپنے گھر راولپنڈی میں حلقہ ذکر کی محفل کرواتا ہوں اس کے علاوہ ماسٹر مشتاق جماعتی اور ایک اور پیر بھائی کے گھر ماہانہ حلقہ ذکر اور ختم خواجگان کی محفل آپ کی اجازت اور پیروی میں ہوتی ہیں۔ یہ سب میرے پیر و مرشد کی توجہ سے باقاعدگی سے ہوتی ہے اور ہوتی رہے گی۔ اس طرح ہم پر آستانہ عالیہ علی پور شریف کا فیض ہوتا رہے گا۔

112. حضرت فخر ملتؒ کی توجہ سے 15 سال پہلے کے کھوئے ہوئے بہن بھائی مل گے

حاجی علی احمد نقشبندی جماعتی چک نمبر 68 جمیانہ ضلع فیصل آباد نے بتایا کہ یہ واقعہ میری سروس کے دروان میں میرے ایک پیر بھائی سپاہی محمد اعظم کے ساتھ پیش آیا۔ میں اسے اکثر پریشان دیکھتا

تھا۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ 15 سال قبل اس کی دو بہنیں اور ایک بھائی گم گئے تھے۔ اتنا عرصہ گزرنے کے باوجود اُن کا کوئی پتہ نہ چلا۔ اس غم کی وجہ سے اس کے والد صاحب کی آنکھوں کی بینائی جاتی رہی۔ میں نے اس کو مشورہ دیا کہ اپنا یہ حال لکھ کر یا زبانی قبلہ وکعبہ حضرت پیر سید افضل حسین شاہ صاحب کی خدمت میں پیش کرو۔ چنانچہ میرے کہنے پر اس نے کچھ دن کی چھٹی لی اور سیدھا علی پور شریف دربار عالیہ پر حاضر دینے کے بعد پیرومرشد حضرت افضل حسین کی خدمت میں اپنے حالات ایک رقعہ کی صورت میں پیش کیے۔ حضرت نے اس کا رقعہ پڑھا اور اس کو وظیفہ پڑھنے کے لیے عطا کیا اور ساتھ ہی فرمایا کہ پولیس اور فوج سے اس معاملے میں مدد لینے کی ضرورت نہیں۔ وہ فیصل آباد کا رہائشی تھا۔ حضور کی توجہ اور وظیفہ کے وسیلے سے چکوال پہنچا اور مختلف جگہوں سے ہوتا ہوا اپنی ایک بہن کے پاس پہنچنے میں کامیاب ہوگیا۔ پتہ کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ ایک جگہ فروخت ہونے کے بعد ایک شخص سے بیاہی گئی اور اپنی شادی شدہ زندگی سے اب خوش ہے اور اس میں سے اس کے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں اور اُسے اپنے خاوند سے کوئی تکلیف بھی نہیں ہے۔ میں اپنی بہن کے شوہر سے ملا اس کی خیریت دریافت کی اور اس سے فیصل آباد والدین سے ملنے کی رضامندی حاصل کی اور فیصل آباد میں خود لے کر گیا اور والدین سے ملایا۔ جب میں نے اس بہن سے دوسرے بہن بھائی کا ذکر کیا تو اس نے بتایا کہ دوسری بہن چکوال کے ایک سردار گھرانے میں ملازمت کرتی ہے۔ میں اُسے اس کے گھر واپس چھوڑ کر پوچھتا پوچھتا سردار کے گھر گیا اور وہاں سے اپنی دوسری بہن کو لے کر فیصل آباد والدین کے پاس چھوڑا اور سیدھا اپنے یونٹ آ گیا۔ حاجی علی احمد کہتا ہے یونٹ میں آتے ہی اس نے تمام واقعہ سنایا۔ اس تگ ودو میں میری چھٹی ختم ہو چکی تھی اور میں غیر حاضر تھا۔ فوج میں حکم عدولی پر سزا ضرور ہوتی ہے۔ اس لیے مجھے بھی غیر حاضری پر سزا سنائی جانی تھی میں نے صوبیدار میجر سے مل کر اسے تمام حقیقت سے آگاہ کیا تو یہ سزا سے بچ گیا۔ پھر اس نے بتایا کہ میرا چھوٹا بھائی رہ گیا ہے جس کی تلاش باقی ہے۔ میں نے دوبارہ اس کو تلاش کرنے کے لیے کوشش کر کے چھٹی دلائی۔ اس کو چھٹی ملی تو یہ بھائی کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے تھک گیا۔ اسے کسی نے بتایا کہ فلاں بھٹے سے پتا کرو۔ میں تلاش کرتا ہوا اینٹوں کے اس بھٹے پر گیا وہاں بھائی کو مزدوری کرتے ہوئے دیکھا کافی کوشش کے بعد اسے وہاں سے لانے میں کامیاب ہو گیا اور اسے بھی

والدین کے پاس گھر فیصل آباد لے گیا۔ یہ میرے پیرومرشد کے نظر کرم، توجہ اور دیے ہوئے وظفیہ کا صدقے ہوا۔ اب وہ سروس سے ریٹائرڈ ہو چکا ہے۔

113. حضرت فخر ملتؒ کی دُعا سے اللہ تعالیٰ نے بیٹا عطا فرمایا

حاجی علی احمد نقشبندی جماعتی چک نمبر 68 جمیانہ ضلع فیصل آباد نے یہ واقعہ بھی مجھے حوالدار اللہ نور جو کہ ابھی سروس میں ہے نے مورخہ 27 اگست 2000ء کو حلقہ ذکر میں فرحت علی صاحب کے گھر بتایا کہ 1998ء میں قبلہ حضرت صاحب کو خط کے ذریعے سے التجا کی کہ میری پانچ بیٹیاں ہیں اور بیٹا کوئی نہیں ہے دُعا فرمائیں تو اللہ تعالیٰ مجھے بھی بیٹا عطا کر دے گا اور آپ کی نظر کرم سے اللہ تعالیٰ نے مجھے بیٹا عطا کر دیا۔ جس کی اطلاع میں نے حضرت صاحب کو دی تو آپ نے فرمایا کہ کیپٹن سید سجاد حسین گیلانی صاحب سے کہیں کہ بچے کا نام رکھیں۔ میں نے آپ کا پیغام کیپٹن صاحب کو دیا انھوں نے بچے کا نام محمد عثمان افضل رکھا۔ یہ میرے پیرومرشد کی کرامت نہیں تو اور کیا ہے۔

114. حضرت فخر ملت کے صدقے پیسے کافی تھے

یہ واقعہ بھی حاجی علی احمد جماعتی کو اللہ نور نے بتایا کہ 1986ء کے بعد جب بھی حضرت صاحب منگلا تشریف لاتے تو مجھے خواب کی صورت میں اشارہ مل جاتا اور میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتا۔ ایک دفعہ جب مجھے اشارہ ہوا تو میرے پاس جیب میں صرف ایک سو روپے تھے جو وہاں پہنچنے کے لیے کافی نہ تھے۔ میں بہت پریشان تھا اور ایسی پریشانی میں میں نے دوبارہ جیب میں ہاتھ ڈال تو ایک سو روپے کی بجائے دو سو روپے محسوس ہوئے میں نے جیب سے باہر نکال کر چیک کیے تو واقعی وہ دو سو روپے تھے۔ میں حیران ہوا کہ ابھی تو ایک سو تھا دو سو کیسے ہو گیا۔ بہر حال میں نے غنیمت جانا کیونکہ اس سے میں با آسانی حضرت کی خدمت میں حاضر ہو سکتا تھا۔

حضرت پیر سید افضل حسین شاہ سے منسوب کرامات

115. حضرت قبلہ عالم امیر ملتؒ کی دعا سے عمر میں دس سال کا اضافہ ہو گیا

فرحت علی جماعتی۔ H-538 گارڈن کالج روڈ راولپنڈی سے بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ عرس شریف کے موقع پر حضرت فخر ملتؒ نے میرے دادا حافظ انور علی جماعتی، جج بمقام رونگی کا واقعہ بیان

فرمایا کہ 1910ء میں میرے دادا انور علی جماعتی سخت بیمار ہو گئے اور عرس شریف کے موقع پر علی پور شریف حاضر نہ ہو سکے۔آپ کی زندگی کی کوئی امید نہیں تھی۔ڈاکٹروں اور حکیموں نے جواب دے دیا تھا۔حضور قبلہ عالم امیر ملت نے جلسہ عام میں ہزاروں لوگوں کی موجودگی میں فرمایا کہ حافظ انور علی صاحب نے تصوف کی ایسی عظیم الشان خدمات انجام دیں ہیں اور اس وقت وہ بیمار ہیں۔آئیں مل کر اللہ تعالیٰ سے اُن کی صحت کے لیے دُعا کریں۔آپ نے دعا کی اللہ تعالیٰ میری عمر کے دس سال حافظ صاحب کی عمر میں اضافہ فرمادے اور سب حاضرین نے دعا پر آمین کہا۔مجھے یاد اس دُعا کے بعد تک اس ضعیف العمری میں بھی میرے دادا دس سال اور زندہ رہے اور 1920ء میں ان کا وصال ہوا۔

116. حضرت قبلہ پیر سید نور حسین شاہ صاحبؒ کے صدقے ختم شریف کا کام اپنی تکمیل کو پہنچا

قبلہ وکعبہ آپا صوفیہ صاحبہ کے ذمہ علی پور شریف کے بڑے ختم کے علاوہ دوسرے شہروں میں بھی ختم کروانے کی ذمہ داری شامل تھی۔آپ فرماتی ہیں کہ 12 جون 1999ء میں نے گوجرانوالہ میں ختم شریف کروانا تھا جبکہ اس کے انصرام وانتظام کے لیے میرے پاس کچھ نہیں تھا۔یعنی اتنے روپے نہیں تھے کہ میں ختم پاک کے تمام انتظام مکمل کر سکوں۔ اچانک لندن سے ایک موصوفہ جن کا نام بی بی سعیدہ تھا کی طرف سے چوبیس ہزار روپے کا ڈرافٹ اور رقعہ موصول ہوا۔لکھتی ہے کہ حضرت قبلہ پیر سید نور حسین شاہ صاحبؒ کی طرف سے مجھے حکم ہوا کہ تمھیں معلوم نہیں صوفیہ بی بی بہت سخت پریشان ہے کیونکہ اس کے پاس اتنے روپے نہیں کہ وہ ختم شریف کا اہتمام کر سکے اس لیے اسے موقع پر ہی روپے بھجوا دو۔ میں نے پہلی فرصت میں ہی آپ کو روپے بھجوا دیے۔

117. حضرت امیر ملتؒ کے کرم سے آنکھوں کا نور واپس آ گیا۔

محمد شفیع بمقام کموکا ضلع جھنگ بیان کرتے ہیں کہ 1997ء میں شاہ احمد خان نے بھوجیاں میانوالی سے علی پور شریف حاضری دی اور حضرت پیر سید خورشید حسین شاہ صاحب نے عرض کی کہ سرکار میری آنکھوں کا نور جاتا رہا۔لاہور،فیصل آباد اور گوجرہ کے ہر ڈاکٹر سے مشورہ کیا لیکن

انھوں نے لاعلاج قرار دے دیا۔ آخر میں یہیں آسکتا ہوں دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ کے کرم سے میری آنکھوں کا نور واپس آجائے۔ خورشید پیر صاحب نے دم فرمایا اور کہا کہ دربار شریف چلے جاؤ اور دُعا کرو وہ اللہ تعالیٰ آپ کا نور واپس لے آئے تو شفیع صاحب کہتے ہیں کہ ہم نے دربار شریف بستر بچھا لیا اور وہیں ڈیرا ڈال کر تمام رات دُعا کرتے رہے۔ دو دفعہ اُونگھ سی بھی آئی تو حضرت امیر ملتؒ خواب میں تشریف لائے۔ آپ نے میری آنکھوں میں اپنا لب مبارک لگایا اور فرمایا اللہ کے فضل و کرم سے اب تو ٹھیک ہے۔ چنانچہ جب میری آنکھ کھلی تو ہر چیز دکھائی دے رہی تھی اور یہ ہے نظر کرم حضرت کی۔

118. حضرت امیر ملتؒ کی مدد سے مشکل آسان ہوگئی

محمد آصف ضلع گجرات سے بیان کرتے ہیں کہ کویت کی جنگ کے بعد جب میں واپس گیا اور کاروبار دوبارہ سنبھالا تو چھ سو دینار جو قریباً دو لاکھ روپے بنتے ہیں کے حساب کتاب کا پتہ نہیں چلتا تھا کفیل سے بحث کے بعد بہت پریشانی ہوئی کہ پیسے تو اب مجھے ہی ادا کرنے ہوں گے۔ دو تین دن میں بہت پریشان رہا اور کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ رات کو خواب میں پیرو مرشد حضرت جو ہر ملتؒ تشریف لائے اور آپ نے فرمایا کہ آصف جو تم نے چھ سو دینار بنگالیوں کو ادا کیے تھے۔ وہ تم نے نوٹ نہیں کیے تھے۔ اُٹھ کر تو دیکھو۔ وہ کہتے ہیں جب میں نے دیکھا تو واقعی میں نے نوٹ نہیں کئے تھے۔ اس کے بعد جب صبح میں نے بنگالیوں سے پوچھا تو انھوں نے تسلیم کیا کہ ان کو رقم ادا کر دی تھی۔ پھر میرے ذمہ دار نے پوچھا کل تک تو یہ بات تیرے ذہن میں نہیں تھی اب کیسے یاد آ گئی تو میں نے جواب دیا کہ یہ سب میرے پیرو مرشد کا کرم ہے وہ ہر مصیبت میں ہماری دستگیری فرماتے ہیں۔

119. حضرت جو ہر ملتؒ نے بیوی کے فوت ہونے کی اطلاع غائبانہ فرمادی

محمد آصف ہی ضلع گجرات سے بیان کرتے ہیں کہ میری ہمشیرہ شادی کے بعد مکلاوے کے لیے گھر میں آئی تو اس کے جسم پر چٹاخ پڑنے شروع ہوگئے اور تمام جسم درد کر رہا تھا۔ ہم سب بہت پریشان تھے۔ ڈاکٹروں کے پاس لے گئے تو ڈاکٹروں نے لاہور جانے کا مشورہ دیا تو لاہور کے ڈاکٹروں نے بلڈ کینسر تشخیص کیا۔ جب بیماری سے تنگ آگئے تو ان کے خاوند حافظ اکرم صاحب حضرت قبلہ جو ہر ملتؒ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ سلام عرض کرنے کے بعد درخواست کی۔ اس سے

پہلے کہ وہ کچھ عرض کرتا۔آپ نے فرمایا قالوانا اللہ وانا علیہ راجعون اور کہا جاؤ تمھاری بیوی فوت ہوچکی ہے۔فوراًواپس جاؤاور میں بھی جنازے کے لیے آرہاہوں۔جب حافظ صاحب گھر پہنچے اور باقی گھر والوں سے پوچھا کہ کب فوت ہوئی تھی تو انھوں نے جووقت بتایا وہ وہی وقت تھا جب حضرت قبلہ عالم نے وفات کی خبر دی تھی۔

120. پیر سید بشیر حسین شاہ کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے بیٹا عطا کیا

محمد دین اڈا اقبال نگر نے اللہ رکھا تبسم جماعتی کو بتایا کہ ہمارے گھر اقبال نگر پیر سید خورشید حسین شاہ صاحب تشریف فرماتھے تو ہم سب گھر والوں کو بتایا کہ میں ایک دفعہ جھنگ اپنے مریدوں کے پاس تھا تو ایک مرید نے کہا کہ حضور ہمارا پڑوسی بہت بڑا مومن شیعہ ہے۔چالیس گھوڑے نکالتا ہے۔اس نے چار شادیاں کیں ہیں لیکن اس کے ہاں اولاد نہیں ہے۔آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو بیٹا عطا فرمائے۔آپ نے فرمایا جس کو ضرورت ہے تو آیا نہیں میں دعا کیسے کروں؟اس نے شیعہ کو بلایا اور وہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔پیر صاحب نے فرمایا کہ میں بھی پنجتن پاک کے نام کے صدقے پر مانگتاہوں اور تم بھی لیکن ہمارے اور تمھارے مانگنے کا طریقہ الگ الگ ہے۔آپ نے فرمایا میں دعا کرتاہوں۔اللہ تعالیٰ آپ کو بیٹا عطا فرمائے مگر تمھیں اپنا عقیدہ چھوڑنا ہوگا۔اس نے کہا مجھے منظور ہے۔آپ نے فرمایا اگر تمھاری پہلی بیوی میں سے بیٹا ہوتو سمجھ لینا کہ سید بشیر حسین کی دعا سے ہوا ہے اور اگر دوسری بیوی سے ہوا تو وہ تیرے مقدر میں تھا۔آپ نے فرمایا کہ میں نے سجدے میں گر کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور وہ قبول ہوئی۔اللہ تعالیٰ نے اسے پہلی بیوی سے بیٹا عطا فرمایا۔

121. حضرت حیدر حسین شاہ صاحب نے بھٹو کی پھانسی کے متعلق پہلے ہی بتادیا

محمد دین اڈا اقبال نگر نے کہا کہ میں ایک دفعہ لاہور گیا ہوا تھا کہ معلوم ہوا کہ پیر سید حیدر حسین شاہ صاحب تین ماہ کے لیے انڈیا جارہے ہیں۔اس وقت آپ قصور تشریف لائے ہوئے تھے۔میں نے سوچا کہ میں آپ کو مل کر ہی جاؤں گا۔میں آپ کی خدمت میں قصور حاضر ہوا تو آپ عصر کی نماز پڑھ کر فارغ ہوئے۔آپ نے وہاں موجود سب پیر بھائیوں سے فرمایا کہ میں آپ سب کو ایک پیشن گوئی سناتا ہوں۔ایسی بات کرنی تو نہیں چاہیے۔میں انڈیا تین ماہ کے لیے جارہاہوں۔بھٹو کو تین ماہ کے اندر اندر

پھانسی ہو جائے گی۔اس کی پھانسی کا فیصلہ ابھی ابھی ہوا ہے۔اس لیے میں آپ سب کو بتا رہا ہوں۔چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

122. حضرت امیر ملتؒ نے ایک نظر میں پاکستان کی صدیوں پرانی رسم ختم کر دی۔

محمد دین اڈا اقبال نگر نے کہا کہ ایک مرتبہ ہمارے گھر میں پیر سید بشیر حسین شاہ صاحب تشریف فرما تھے تو آپ نے پیر سید جماعت علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی کرامت سنائی۔ایک دفعہ پیر سید جماعت علی شاہ صاحب پاکستان تشریف لے گئے۔پاکستان میں تقریباً تمام پٹھان رہتے تھے۔آپ کے ساتھ پیر سید بشیر حسین شاہ صاحب بھی تھے پاگستان میں بہت سے عرس منعقد ہوتے تھے۔یاغستان سے کسی اور جگہ سے جو بھی پیر وہاں جاتے تھے ان کو وہ شہید کر دیتے تھے اور ان کا مزار وہیں بنا دیتے تھے۔ان کی یہ صدیوں پرانی رسم چلی آ رہی تھی۔جب پیر سید جماعت علی شاہ صاحبؒ کو وہ لوگ لے کر گئے تو انھوں نے کہا کہ یہ تو بہت بڑا پیر ہے اس کو تو قبیلے کے بڑے لوگ ہی شہید کریں گے۔وہ لوگ اس وقت شہید کرتے تھے جب پیر صاحب واپس جانے لگتے تھے۔حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب کو جانے سے ایک دن پہلے کسی آدمی نے بتایا کہ آج آپ کی آخری رات ہے۔آپ صبح کو شہید کر دیے جائیں گے۔قبیلے کے چار بڑے آدمیوں کا آپس میں جھگڑا ہو گیا۔ایک کہتا تھا کہ میں نے شہید کرنا ہے۔دوسرا کہتا ہے کہ میں نے شہید کرنا ہے۔ایسی کشمکش میں چاروں ایک دوسرے سے لڑتے لڑتے زخمی ہو گئے۔اب آپ نے اُٹھ کر ان کی صلح کرائی اور آپ نے سب کو فرمایا کہ سید تمھارا کیا لیتے ہیں آج کے بعد تم کسی پیر کو شہید نہیں کرو گے۔ عبداللہ خان پٹھان نے وہ رائفل بھی دکھائی جس سے آپ کو گولی مارنی تھی۔ان سب نے توبہ کی اور آئندہ ایسا نہ کرنے کا وعدہ کیا۔ان لوگوں کی یہ صدیوں پرانی رسم آپ نے ایک نگاہ سے ختم کر دی۔

123. حضرت امیر ملتؒ نے اپنی زندگی کے تین سال نعت خوان کو عطا کر دیے

محمد دین اڈا اقبال نگر نے کہا کہ ایک مرتبہ حضرت فخر ملت پیر سید افضل حسین شاہ صاحب

تقریر فرما رہے تھے۔آپ نے قبلہ عالم امیر ملتؒ کا یاک واقعہ بیان فرمایا کہ ایک نعت خواں ہر سال عرس کے موقعہ پر حاضری دیتا اور نعت خوانی کا شرف بھی حاصل کرتا تھا۔ایک موقع پر وہ بیمار ہو گیا اور عرس شریف پر حاضر نہ ہو سکا۔اس نے پانے بیٹوں کو عرس مبارک پر بھیج دیا۔عرس شریف ختم ہونے پر نعت خوان کے بیٹے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ حضور میرے والد کے لیے صحت کی دعا فرمائیں کہ وہ صحت یاب ہو جائے۔آپ خاموش رہے۔انہوں نے پھر دوسری دفعہ کہا تو آپ نے فرمایا میں دعا کس کے لیے کروں۔اس کی تو عمر ختم ہو گئی ہے۔اس کے بیٹے رونے لگے اور بہت زیادہ روئے۔آپ کی رحمت جوش میں آ گئی۔آپ نے اسی وقت فرمایا لوگوں گواہ رہنا میں نے اپنی زندگی کے تین سال اس نعت خوان کو دیے۔اس کے بعد وہ نعت خوان تین سال تک عرس شریف پر حاضر ہوتا رہا۔جب وہ تیسری مرتبہ آیا تو آپ نے فرمایا۔بھائی صاحب آپ جلدی سے گھر پہنچ جائیں۔جب وہ گھر پہنچا تو اجل نے آن لیا۔بالکل ٹھیک تین سال بعد نعت خوان کی زندگی لے لی۔سبحان اللہ کیا شان ہے میرے پیرو مرشد کی۔

124. حضرت پیر سید بشیر حسین شاہ صاحب کی دُعا سے اللہ تعالیٰ نے بیٹا عطا فرمایا۔

محمد دین اڈا اقبال نگر بیان کرتے ہیں کہ پوآنا تھانہ ضلع جھنگ کے ایک حکیم صاحب کے گھر پیر سید بشیر حسین شاہ صاحب تشریف فرما تھے تو حکیم صاحب کے ہاں بیٹی کی پیدائش ہوئی۔آپ نے فرمایا حکیم صاحب گھبرایئے نہیں اللہ تعالیٰ سب ٹھیک کر دے گا۔جب آپ دوبارہ جھنگ گئے تو پھر بیٹی پیدا ہوئی۔پھر آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ٹھیک کر دے گا۔وہ بچی فوت ہو گئی تو اگلے سال حکیم صاحب علی پور شریف تشریف لے گئے۔وہاں پیر سید اختر حسین شاہ صاحب اور پیر سید بشیر حسین شاہ صاحب دونوں تشریف فرما تھے۔پیر سید اختر حسین شاہ صاحب نے فرمایا حکیم صاحب تیرے پیر بشیر صاحب تیرے لیے دعا نہیں کرتے۔اگر تیرے پیر تیرے لیے دعا کریں تو اللہ تعالیٰ تجھے بیٹا نا دیتا۔پیر سید بشیر حسین شاہ صاحب وہی بیٹھے سجدے میں چلے گئے۔جب سجدے سے اُٹھے تو فرمایا کہ حکیم صاحب آپ کو اللہ تعالیٰ بیٹا عطا فرمائے گا اور پیدا بھی ہو گا ماہ رمضان۔ آٹھ نو ماہ بعد دوبارہ حکیم صاحب علی پور شریف

حاضر ہوئے۔ تو شام کا وقت ہو گیا تھا۔ پیر سید بشیر حسین شاہ صاحب نے فرمایا حکیم صاحب آپ اسی وقت گھر واپس چلے جائیں حکیم صاحب نے عرض کی حضور اس وقت میں کیسے جاؤں۔ آپ نے اپنے ڈرائیور حاجی رشید کو حکم فرمایا کہ گاڑی نکالو اور حکیم صاحب کو گھر چھوڑ کر سحری سے پہلے واپس آ جانا۔ جب حکیم صاحب گھر پہنچے تو اپنی بیوی سے کہا کہ حضرت صاحب کا ڈرائیور آیا ہے اس کو کچھ دو وہ کہنے لگی حضرت صاحب کی بیوی کے ہاں بیٹا پیدا ہو گیا۔ جب بیٹا ہوا تو ڈرائیور صاحب علی پور روانہ ہو گئے۔ حکیم صاحب نے کہا کہ پیر صاحب کو مبارک باد دینا کہ آپ کی دعا قبول ہو گئی ہے۔ آپ نے ڈرائیور کے پہنچنے پر فرمایا کہ حاجی صاحب میں تو تمھارے آنے سے پہلے ہی پانچ سو روپے غریبوں میں تقسیم کر چکا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اُس نے میری دعا قبول فرمائی۔

125. حضرت فخر ملت ؒ کی توجہ سے گاؤں تباہ ہونے سے بچ گیا

ادریس صاحب رکھ چونیاں سے بیان کرتے ہیں کہ ہمارے گاؤں رکھ چونیاں کو دو طرف سے آرمی نے گھیر رکھا ہے۔ 1995ء میں اچانک فون آیا ایک طرف سے ہمارے مکان گرانے شروع کر دیے۔ کافی منت سماجت کے بعد وہاں کے کمانڈر نے ایک دِن کی مہلت دی۔ اسی پریشانی کے عالم میں ہم پانچ آدمی گاڑی لے کر لاہور کے کور کمانڈر کی رہائش گاہ پر تقریباً رات کے گیارہ بجے پہنچے۔ ہم نے کمانڈر ہاؤس کی ڈیوٹی پر معمور صوبیدار سے بات کی اور جنرل صاحب سے ملنے کی خواہش ظاہر کی۔ صوبیدار نے کہا کہ اس وقت جنرل صاحب سے بات کرانے کا مجھ میں کوئی اختیار نہیں اور دوسرا میں یہ جرأت بھی نہیں کر سکتا۔ میں نے اسی وقت اپنے پیرومرشد کا تصور دل میں کیا۔ چند لمحوں بعد اس نے خود ہی جنرل صاحب سے ٹیلیفون پر بات کی اور انھیں ہمارے آنے کا مقصد بتایا۔ جنرل صاحب نے فی الفور چونیاں چھاؤنی نے کمانڈر سے بات کی۔ صوبیدار نے یہ کہہ کر ہمیں وہاں سے روانہ کر دیا کہ جنرل صاحب نے چونیاں بات کر لی ہے اور مکان گرانے سے منع کر دیا ہے۔ لیکن تقریباً چھ ماہ بعد آرمی نے پھر ہمارے کچھ مکان گرا دیئے اور ہمارے ڈھور ڈھنگر (مویشی) گاؤں سے نکالنے شروع کر دیے اور ساتھ ہی ساتھ ہمیں گاؤں سے نکل جانے یعنی گاؤں خالی کرنے کا حکم بھی صادر کر دیا۔ ہم سب لوگ بہت پریشان ہوئے۔ میں نے اُسی وقت ایک رقعہ اپنے پیرومرشد قبلہ فخر امیر ملت ؒ کی خدمت

میں ارسال کر دیا جس میں تمام حالات لفظ بالفظ لکھ بھیجے اور کہا حضور اللہ تعالیٰ ان آرمی والوں کو ہدایت بخشے اور آپ اس پر ہمارے لیے خصوصی توجہ فرمائیں گا اور ہمارے حق میں دعا فرمائیں گا۔ اِدھر میں نے خط ارسال کیا ہے اُدھر ہمارے لوگوں نے اپنے اپنے مویشی گاؤں میں لانے شروع کر دیے۔ تمام مویشی اپنی اپنی جگہ اپنے اپنے گھروں میں اُسی طرح منتقل ہو گئے تھے جیسے کبھی ان کو چھیڑا ہی نہیں گیا تھا۔ آرمی کے بلڈوزر بھی رُک گئے۔ کچھ عرصہ بعد میں نے لاہور میں حضور کی بارگاہ میں حاضری دی تو آپ نے فرمایا ادریس تمھارا خط مجھے مل گیا تھا۔ اس کے بعد تو تمھیں آرمی والوں نے تنگ نہیں کیا۔ میں نے عرض کی حضور اس کے بعد آرمی نے ہماری طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھا بلکہ اُنہی بلڈوزروں کے ذریعے سے ہمارے گاؤں کی سڑک کو دوبارہ تعمیر کر کے دیا

126. حضرت فخر ملتؒ کی نظر کرم سے امتحان میں پاس ہو گیا

میں نے پنجاب یونیورسٹی لاہور کے تحت بی اے کا امتحان دیا لیکن انگریزی میں ناکام ہو گیا اور اگلے دو چانسوں میں بھی باوجود بھرپور تیاری کے پاس نہ کر سکا اور اس طرح تینوں چانس میں نے ضائع کر دیے۔ اس کے بعد میں نے علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد سے بی اے میں داخلہ لیا۔ حضرت فخر ملتؒ سرکار کی بارگاہ میں علی پور شریف جانے کا شرف ہوا۔ میں نے امتحان کے لیے حضرت کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا۔ آپ نے دُعا فرمائی اور فرمایا اللہ تعالیٰ کامیاب کرے۔ گھر آ کر کتابوں کا مطالعہ شروع کر دیا۔ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کا انگریزی کا معیار پنجاب یونیورسٹی سے بھی زیادہ مشکل تھا۔ باوجود لاکھ کوشش کے میرے سمجھ میں کچھ نہ آ سکا۔ آخر میں نے کتاب کو الماری میں بند کر کے رکھ دیا۔ کچھ عرصہ بعد ڈیٹ شیٹ آ گئی اور میں امتحان دینے کے لیے قصور چلا گیا۔ جب انگریزی کا پیپر ملا تو اتنا مشکل تھا کہ میں ایک سوال بھی مکمل طور پر نہیں لکھ سکتا تھا۔ آخر میں نے آنکھیں بند کر کے حضرت کی خدمت میں عرض کی۔ المدد یا فخر ملت سرکار کرم عطا ہو مشکل آسان ہو سرکار۔ جب میں نے آنکھیں کھولیں۔ میرے دماغ میں انگریزی الفاظ کا ایک سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ میں نے لکھ لکھ کر شیٹوں کو بھر دیا اور ممتحن کے حوالے کر دیا۔ میرا دل خوشی اور حوصلہ سے معمور تھا۔ اور مجھے یقین تھا کہ اب مجھے دنیا کی کوئی طاقت فیل نہیں کر سکتی اور واقعی ایسی ہی ہوا میرے تمام ساتھی جو بڑی قابلیت رکھتے تھے وہ فیل ہو گئے اور میں اپنے آقا کی نظر کرم سے 50% نمبر لے کر کامیاب و کامران ہوا۔

127. حضرت فخر ملتؒ کے کرم سے بچی کی بیماری دور ہوگئی

میری بیٹی بیمار ہوگئی۔ علاج ہوتا رہا لیکن افاقہ نہ ہوا۔ بلکہ بیماری دِن بدن مزید بڑھتی گئی۔ بیماری کے باعث بچی نہایت لاغر اور کمزور ہوتی گئی۔ ادھر علی پور شریف میں 30 اگست کا عرس مبارک آ گیا۔ اِدھر بچی زندگی اور موت کی کشمکش میں تھی۔ بچی کی خطرناک حالت کے پیش نظر گھر والوں نے مجھے علی پور شریف جانے سے روکنا چاہا لیکن میں نے کہا میں تو ہر صورت میں اپنے آقا کی بارگاہ میں حاضری دوں گا۔ آخر کار میں علی پور شریف حضرت کی بارگاہ میں حاضر ہوگیا۔ بچی کی بیماری کے بارے میں نے عرض کی۔ حضرت نے تعویذ عطا فرمایا اور فرمایا کہ بچوں کا ایک حفاظتی ٹیکہ بھی ہوتا ہے وہ بچی کو ضرور لگواتے رہنا اور تعویز گلے میں ڈال دینا۔ میرے حضور فخر ملتؒ کی نظر کرم سے بچی آہستہ آہستہ صحت یاب ہونے لگی اور اب وہ بچی میرے تمام بچوں سے صحت مند ہے۔

محترمہ قبلہ آپا جی کی کرامت

128. جو بات زبان سے نکلی وہ پوری ہو کے رہی

یہ واقعہ حضرت قبلہ نجم الملت الحاج الحافظ پیر سید نذر حسین شاہ صاحب جماعتی نے سنایا۔ آپ نے فرمایا کہ انگریزوں کی حکومت تھی میرے حضرت امیر شریعت امیر ملتؒ نے برطانیہ میں ایک مسجد کے لیے فرنگیوں سے جگہ طلب کی۔ مگر انھوں نے یہ سوچ کر نہ دی کہ شاید حضرت امیر ملتؒ یہاں کا تبلیغی دورہ کریں اور تمام انگریزوں کو کہیں مسلمان بنا کر راہ راست پر نہ لے آئیں تو حضرت امیر ملتؒ نے فرمایا کہ حکومت برطانیہ سے کہہ دو کہ آج تو تم نے ہمیں مسجد کے لیے جگہ نہیں دی۔ خدا کی عبادت کے لیے جو تمام کائنات کا مالک ہے مگر انشاءاللہ ایسا وقت آئے گا جب تمام برطانیہ میں جگہ جگہ مسجدیں اور مدرسے قائم ہوں گے اور لوگ وہاں اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے۔ جو بات حضرت فخر ملتؒ کی زبان مبارک سے نکلی وہ پوری ہوگئی۔ آج اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے تمام برطانیہ میں جگہ جگہ مسجدیں اور مدرسے قائم ہیں۔

129. حضرت امیر ملتؒ کے کرم سے کینسر ٹھیک ہوگیا

یہ واقعہ محترمہ قبلہ آپا جی نے بیان فرمایا۔ 1990ء میں گجرات سے حاجی احمد شاہ صاحب

کے صاجزادے سید علی حسین شاہ صاحب المعروف حاجی شاہ صاحب علی پور شریف آئے اور مجھ سے کہا کہ محترمہ آپا صاحبہ میں بہت پریشان ہوں۔ کیونکہ ڈاکٹروں نے مجھے بتایا ہے کہ تمھاری ٹانگوں میں کینسر ہے جو کافی حد تک بڑھ چکا ہے۔اس کا علاج اب ممکن نہیں میں ڈاکٹروں کی دوائیں کھا کھا کر تنگ آ گیا ہوں۔آپ دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس موذی مرض سے نجات فرما دے۔آپ فرماتی ہیں میں نے ان سے کہا کہ دربار شریف پر حاضری دو اور وہاں حضرت سے درخواست کرو۔آپ نگاہ کرم فرمائیں گیا ورتم ٹھیک ہو جاؤ گے۔میں نے یہ بھی کہا کہ وہاں سے پتھر کا شمارہ لے لو وہ روزانہ اپنی ٹانگوں پر ملا کرو۔ان شاء اللہ تم ٹھیک ہو جاؤ گے۔اُنھوں نے ایسا ہی کیا۔چند دِنوں بعد وہ پھر علی پور شریف آئے اور ایک بچے کے ذریعے سے اندر پیغام بھیجاؤ کہ آپا جی میری طبیعت پہلے سے کافی بہتر ہے۔میری خواہش ہے کہ آج رات میں حضرت کے دربار شریف پر گزاروں۔آپا جی نے فرمایا کہ رات پانی کی بوتل بھر کر اوراس میں مزار شریف کے پھول ڈال کر مزار شریف پر رکھ دینا اور صبح لے لینا اور گھر جا کر اسے پیتے رہنا تو میں نے ایسے ہی کیا۔بوتل میں پانی اور پھول لے کر رات بھر دربار شریف پر رکھے رہنے دیئے اور صبح گھر لے کر چلا گیا اور ویسے ہی پیتا رہا جسے قبلہ آپا جی سرکار نے بتایا تھا۔

130. حضرت قبلہ امیر ملتؒ نے بن پیسوں کے عمرہ کی سعادت حاصل کروادی

یہ واقعہ فرحت بی بی بمقام سلور سٹار روڈ، گلی نمبر 4 نے شہر سیالکوٹ سے بیان کیا۔یکم نومبر 1999ء کی بات ہے کہ میں اپنے گھر میں عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد کچھ قرآنی آیات اور اپنے پیرومرشد کی بتائی ہوئی تسبیح پڑھ کر سو گئی۔ مجھے رات کو خواب آیا میں دیکھتی ہوں کہ حضرت قبلہ امیر ملتؒ ایک نہایت ہی خوبصورت پلنگ پر بیٹھے ہوئے ہیں۔مریدین آ رہے ہیں اور زیارت کرتے ہیں، سلام پیش کرتے ہیں اور واپس ہو جاتے ہیں۔میری باری بھی بہت سے لوگوں کے گزرنے کے بعد آتی ہیں۔میں بھی حضور کو سلام پیش کرتی ہوں تو آپ بیٹھنے کا اشارہ فرماتے ہیں۔میں بیٹھ جاتی ہو۔آپ کے قریب سرخ رنگ کا ٹیلیفون پڑا ہوتا ہے۔آپ اس پر بات کرتے ہیں اور مجھے ہینڈ سیٹ پکڑنے سے پہلے فرماتے ہیں کہ پوچھنا مجھے مدینہ شریف کب بلا رہے ہیں۔ میں نے ریسیور کو پکڑا اور سلام عرض کرنے کے بعد آپ کے اقوال کو دہرایا۔ اس سے قبل کے مجھے کوئی جواب ملتا میری آنکھ کھل جاتی ہے۔میں اپنے پیرومرشد کو یاد کرتی ہوں اور دُوبارہ سو جاتی ہوں۔چند دِن گزرنے کے بعد حقیقت میں مجھے

کہیں ٹیلیفون آتا ہے۔ جس میں سے بولنے والی کہتی ہے خالہ جی تیار ہو جائے آپ نے ہمارے ساتھ کچھ دِنوں بعد مدینہ شریف جانا ہے۔ آپ نے صرف یہ کرنا ہے کہ اپنا پاسپورٹ بنوالینا ہے۔ اس کے بعد میں نے پاس پورٹ بنوایا اور اس طرح مجھے مدینہ شریف جانے کی سعادت حاصل ہوئی اور میں نے اپنے پیرو مرشد کی نظر کرم سے نہ صرف حضرت محمد ﷺ کے روزہ مبارک کی زیارت حاصل کی بلکہ بغیر پیسوں کے عمرہ بھی کیا۔ یہ ہے کرامت میرے سچے پیر کی۔

131. حضرت فخر ملت ؒ کی نگاہ کرم سے ملازمت بھی بحال ہوئی اور ترقی بھی ملی

پیارو خان میر پور سے بتاتا ہے کہ میں سردیوں کے موسم میں 1984ء میں حضرت فخر ملت پیر سید افضل حسین شاہ صاحب کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو آپ بستر پر آرام فرما رہے تھے۔ میں نے سلام عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ آپ کے شہر میں سے تین چار آدمی آئے ہوئے تھے۔ میں نے عرض کی سرکار لوگوں کے کام ہو جاتے ہیں اس لیے وہ آتے ہیں۔ ہمارے کام نہ بھی ہوں تو بھی ہم لوگ تو آئیں گے اس کی وجہ ہے کہ ہم تو آپ کے خادموں میں شامل ہیں۔ میرا اتنا عرض کرنا تھا کہ آپ فوراً اُٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ تمھارا کون سا کام روکا ہے۔ میں نے عرض کی۔ حضور بھٹو دور میں ملازمت سے معطل ہوا ہوں آج دس سال ہونے والے ہیں ابھی تک معطل ہی ہوں نوکری سے فارغ بھی نہیں کیا گیا دُعا فرمایے کہ میں بحال ہو جاؤں۔ آپ نے فرمایا کہ اسی سکیل میں بحال ہونا چاہتے ہو یا ترقی بھی پانے کی خواہش ہے۔ میں نے عرض کیا یا حضور نوکری بحال ہو جائے اور اس پر ترقی بھی مل جائے تو کیا ہی بات ہے۔ آپ نے دُعا فرمائی اور کہا کہ جاؤ اپنے محکمہ میں درخواست دو۔ تم بحال ہو جاؤ گے اور تمھیں اس میں ترقی بھی مل جائے گی۔ میں نے درخواست دی تو نہ صرف محکمہ نے میری نوکری بحال کر دی بلکہ مجھے ترقی بھی دے دی۔ یہ ہے فیض علی پور شریف کے آستانہ عالیہ کا۔

132. حضرت سراج الملت کی نگاہ کرم سے قرآن پاک اچھی طرح پڑھنا آ گیا

قاری نصیر صاحب صدرِ مدرسہ علی پور شریف بیان کرتے ہیں کہ مرید کے سے محمد علی صاحب نے واقعہ بیان کیا ہے کہ ایک دفعہ میں علی پور شریف حضرت سراج الملت کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ تو رمضان شریف کا مہینہ تھا اور آپ قرآن پاک کی تلاوت فرما رہے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ محمد علی

میرا قرآن پاک سنو۔ میں بہت شرمندہ ہوا اور رونے لگا۔ میں نے عرض کی یا حضرت مجھے تو قرآن پاک پڑھنا ہی نہیں آتا۔ آپ نگاہ کرم فرمائیں تا کہ مجھ جیسوں کو بھی قرآن پاک پڑھنا آجائے۔ آپ نے فرمایا۔ محمد علی آج عشاء کی نماز تم پہلی صف میں کھڑے ہو کر میرے پیچھے پڑھنا۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ آپ نے نماز شروع کی۔ نماز مکمل کی اور جیسے ہی دائیں جانب سلام پھیرا جتنے آدمی بھی ان پڑھ تھے یعنی جنھیں قرآن پاک پڑھنا نہیں آتا تھا۔ اُن سب کو قرآن پاک ناظرہ پڑھنا آگیا۔ یہ میں نے دِل میں سوچا کیونکہ مجھے ایسا ہی لگا تھا جب میں صبح اُٹھا کر قرآن پاک کی زیارت تو مجھ سے خود بخود قرآن پاک روانی کے ساتھ پڑھا جا رہا تھا۔ اس کے بعد میں نے اپنی تسلی کے لیے اپنے گاؤں جا کر جب اپنی مسجد کے قاری صاحب کو قرآن پاک پڑھ کر سُنایا تو وہ بہت خوش ہوئے۔ اس دِن سے آج تک میں اچھی طرح قرآن پاک پڑھ لیتا ہوں اور یہ سب حضرت کی نگاہ کرم کا صدقہ ہے۔

133. بینائی کا صحیح ہونا

ہمارے حضرت پیر سید الحافظ اشتیاق حسین شاہ جماعتی کے ہاں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بیٹی پیدا ہوئی۔ ولادت کے بعد ڈاکٹر نے دیکھا کہ بچی کی بینائی صحیح نہیں ہے۔ چیک کرایا گیا تو پتا چلا کہ اس کا اپریشن ہوگا۔ ڈاکٹر نے اپریشن کی تمام تیاریاں مکمل کر لیں۔ جب حضرت اشتیاق شاہ صاحب کو پتا چلا تو وہ حضور کے دربار پر حاضر ہوئے اور دعا فرمائی کہ بچی کو صحت دے دیں تو اللہ کے فضل و کرم سے اور حضرت امیر ملت کے وسیلے سے بچی کی بینائی بالکل درست ہو گئی اور اپریشن بھی نہیں ہوا۔ تمام ڈاکٹر حیران ہو گئے کہ یہ مرض تو بغیر اپریشن کے ٹھیک ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ پھر یہ کیسے ٹھیک ہو گیا۔

134. کاریگر کو گاؤں جانے سے روکنا

یہ واقعہ حال ہی میں یعنی مارچ 2005ء میں پیش آیا۔ حضور کا مزار شریف مرمت کے لیے شہید کیا ہوا تھا ٹھیکیدار محمد حسین کے دل میں خیال آیا کہ گنبد کے اندر شیشے کا کام کروں۔ ٹھیکیدار محمد حسین کے دل میں خیال آیا کہ میں یہ کام شوکت کاریگر سے کرواں گا۔ میں نے اس کام کے لیے پیر منظر صاحب سے کہا تو انھوں نے کہا کہ اس بات کا فیصلہ پیر افضل صاحب کریں گے۔ میں نے پیر منظر صاحب سے کہا کہ وہ پیر افضل صاحب سے اجازت لے دیں۔ پیر افضل صاحب سے بات کی تو انھوں

نے اجازت دے دی۔ میں گھر آ کر سو گیا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ خواب میں حضور قبلہ عالم تشریف لائے ہیں اور مجھ سے کہہ رہے ہیں کہ محمد حسین اٹھو شوکت چھٹی پر اپنے گاؤں جا رہا ہے اس کو روک لو۔ میں نے کچھ خیال نہ کیا اور دوبارہ کروٹ بدل کر سو گیا کہ یہ میرے ذہن کا خیال ہے۔ دوسری بار پھر حضرت قبلہ عالم میرے خواب میں آئے اور دوبارہ مجھ سے کہا کہ اٹھو اور شوکت کو روک لو کیوں کہ وہ اپنے گھر جا رہا ہے میں نے دوسری دفعہ بھی اسے خواب ہی سمجھا اور سویا رہا مگر جب تیسری بار ایسا ہی ہوا تو مجھے تعجب ہوا اور میں اٹھ کر شوکت کے پاس گیا تو دیکھا کہ وہ واقعہ گاؤں جانے کی تیاری کر رہا تھا، میں نے سارا واقعہ اس کو سنایا تو اس نے کہا کہ واقعی کل سے میرے دل میں خیال آ رہا تھا کہ میں چھٹیوں میں گاؤں چلا جاؤں۔ پھر شوکت نے گاؤں جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔

135. سینے سے پتھری نکالنا

ہمارے حضور قبلہ عالم کے مرید جناب افضل خاں مرحوم یہ واقعہ سناتے ہیں کہ میرے سینے میں درد تھا۔ درد اتنا شدید ہوتا تھا کہ بعض اوقات میں درد کی وجہ سے گر پڑتا تھا اور کئی دفعہ تو درد کی وجہ سے میں ہوش و حواس سے بیگانہ ہو جاتا تھا۔ ایکسرے میں بھی کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ ڈاکٹر حیران تھے کہ یہ کیا ماجرا ہے؟ میں نے ایک خط پیر صاحب صاحبزادہ محمد حسین کو لکھا اور اپنی تکلیف کے بارے میں بتایا۔ صبح میں نے خط پوسٹ کیا۔ شام کو میں درد کی وجہ سے لیٹا ہوا تھا۔ لیٹے لیٹے مجھے نیند آ گئی۔ خواب میں قبلہ عالم تشریف لائے۔ وہ مجھ سے کہنے لگے ”افضل خاں تمھارا خط ملا تو فوراً چلا آیا“ مجھے بتاؤ کہاں درد ہوتا ہے؟ میں نے بتایا کہ حضور دائیں جانب پستان کے نیچے۔ حضور نے اپنا لبِ مبارک سینے سے لگایا اور سینے پر سے کوئی چیز چوسی اور پھر کھجور کی گٹھلی کے برابر کوئی سیاہ سی چیز میرے ہاتھ پر رکھ دی اور فرمایا کہ کوئی مائی کا لال اس کو نہیں نکال سکتا تھا۔ یہ اللہ کے حکم سے میں نے نکالی ہے۔ جاؤ اب تمھیں درد نہیں ہو گا اور فرمایا کہ یہ کالا جادو تھا۔ اس سے تمھاری موت واقع ہو سکتی تھی۔ آپ یہ فرماتے ہوئے کمرے سے باہر چلے گئے۔ میں ان کے پیچھے دوڑا کہ قبلہ کچھ کھا پی کر جائیں تو قبلہ عالم غائب تھے۔ وہ پتھر نما چیز میرے ہاتھ میں تھی۔ اس کے بعد مجھے کبھی درد نہیں ہوا۔

نوٹ: آپ اس واقعے کی تصدیق کرنے کے لیے مندرجہ ذیل ٹیلی فون نمبر پر رابطہ کر سکتے ہیں۔

6544780 6544976

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت امیر ملتؒ کی دینی و سماجی خدمات

مساجد، مدارس اور دوسرے فلاحی و اصلاحی اداروں کا قیام عمل میں لاتے جن کی تعمیر پر تو حضرت امیر ملتؒ خود مزدوروں کے ساتھ شامل ہوئے۔ مٹی اینٹیں اور گارا وغیرہ خود اُٹھاتے۔ موضع مہسیں ضلع فیصل آباد ہاوھو کے تحصیل نارووال ریلوے اسٹیشن علی پور سیداں، دربار علی پور سیداں کی مسجدوں کی تعمیر میں خود مزدوروں کے ساتھ مل جاتے۔ پتھر کی رگڑائی میں بھی مزدوروں کی مدد کرتے، اگر کوئی شخص آپ کا کام اپنے ہاتھ میں لینے کی کوشش کرتا تو آپ منع فرمادیتے اور فرماتے تم اپنی قبر میں جاؤ گے میں اپنی قبر میں مشکوک نذرانہ نہ لیتے: حضرت امیر ملتؒ ہر ایک سے نذرانہ وصول کرنے کی بجائے مخصوص لوگوں سے وصول کرتے تھے۔ رشوت اور حرام کاموں سے حاصل کیے گئے مال و دولت سے اگر کوئی پھر بھی نذرانہ دیتا تو آپؒ سختی سے منع فرمادیتے اور اُسے رزق حلال کمانے کی سخت تلقین کرتے حتیٰ کہ مشکوک مال سے بھی نذرانہ وصول نہ کرتے تھے۔

خالی نہ لوٹاتے

اگر کبھی آپ کے پاس دینے کے لیے کچھ نہ ہوتا تو آپؒ قرض لے کر حاجت مندوں کی ضرورت پوری کرتے۔ کئی دفعہ کئی کئی دن آپ کے ظاہری مال و اسباب نہیں برتتے پھر بھی احباب سے قرض لیتے اور ان کی حاجت پوری کرتے۔ آپ کے در سے کبھی بھی کوئی سائل حاجت مند اور ضرورت مند خالی نہ لوٹا۔ کئی دفعہ پاس بیٹھے اصحاب کہتے کہ حضرت جی لوگ آپ کو تنگ کرتے ہیں آپ کو قرض اُٹھانا پڑتا ہے آپ انھیں منع کرتے کہ ایسا نہ کیا کرو اور فرماتے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا انعام ہے کہ اس نے ان کو میرے پاس بھیجا۔ ایسا بھی ہوا ہے کہ آپ کے پاس دینے کے لیے کچھ نہیں تو آپ اپنے کپڑے ہی عطا کردیتے اکثر شیروانیاں اور دھسے اُتار کر عنایت فرمادیتے اور لحاف اوڑھ کر بیٹھ جاتے مانگنے والے کی

تحقیق نہیں فرماتے کہ یہ واقعی حاجت مند ہے یا نہیں بلکہ ہر ایک کو خندہ پیشانی سے ملتے۔

چندہ طلب نہیں کیا

آپ نے مساجد، مدارس یا فلاحی اداروں کے لیے کبھی چندہ طلب نہیں فرمایا بلکہ لوگ خود ہی آکر آپ کے قدموں میں پیسوں کا ڈھیر لگا دیتے۔ اگر آپ چندے کا اعلان کر دیتے تو بے تحاشا دولت جمع ہو جاتی۔

سفر کے اخراجات خود اُٹھاتے

حضرت امیر ملتؒ تبلیغی دورے کیے جہاں بھی تشریف لے جاتے تو تمام انعقاد سفر کے اخراجات خود اُٹھاتے۔ کئی کئی مہینے دوروں میں رہتے ایک کثیر تعداد عقیدت مندوں کی ساتھ ہوتی۔ ان تمام کے اخراجات، گاڑی کا کرایہ، کھانا پینا، کپڑے وغیرہ یہاں تک کہ پیچھے ان کے گھروں میں بھی باقاعدگی سے پیسے بھیجتے۔ اگر سفر میں کبھی پیسے کم پڑ جاتے تو اور کسی کو کانوں کان خبر نہ ہونے دیتے اور نہ ہی ساتھیوں سے طلب کرنے کا سوچتے بلکہ خود ہی کسی نا کسی شخص کو گھر بھیجتے وہ پیسے لے کر آتا تو آپؒ خرچ کرتے۔

غریبوں پر شفقت

حضرت امیر ملتؒ دُنیاوی دولت کو کسی بھی طرح اہمیت نہیں دیتے تھے اگر بڑی سے بڑی سیاسی، مالدار حکومتی شخصیت حاضر ہوتی تو آپ غریب اور سادہ لوگوں کو نظر انداز نہ کرتے بلکہ سب کے ساتھ ایک جیسا سلوک کرتے اور فرماتے پھر بھی میرے وفادار تو وہی سادہ اور غریب لوگ ہیں۔

مقروضوں پر شفقت

پوری زندگی آپؒ کا دنیاوی مال و دولت کی وجہ سے کسی سے تنازعہ یا اختلاف نہیں ہوا۔ فرمایا کرتے تھے کہ فقیر کی نظر جیب پر نہیں دل پر ہونی چاہیے۔ جن سے آپؒ نے پیسے لینے بھی ہوتے آپ اُن سے بھی جھگڑا نہ کرتے۔ آپؒ دوسروں کو بھی تلقین فرماتے کہ دُنیا کے لیے مت جھگڑا کرو۔ اگر قرضہ واپس نہیں کیا جا سکتا تو اُنھیں معاف کر دو بلکہ اُن کی مدد کرو۔ اس سے خدا تعالیٰ خوش ہوتا ہے اور

دُعاوں میں اثر اور قبولیت پیدا ہوتی ہے۔

محافل وجلسوں میں مہمانوں کی مدارات

انجمن فلاح الصوفیہ کے زیر اہتمام لاہور سیالکوٹ اور دیگر علاقوں میں ہونے والے اجلاسوں اور بڑے بڑے جلسوں میں مسلمانوں کی خاطر و مدارات کو فرماتے بلکہ ایسے مواقع پر بہت سے لوگوں کو کرایہ وغیرہ بھی عنایت فرماتے۔ سالانہ جلسہ کے پروگرام میں دُنیا بھر سے علماء، مشائخ اور عمائدین کو دعوت دیتے اور کثیر تعداد میں مہمان شرکت کرتے۔ کسی کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ ان پروگراموں میں اخراجات کتنے ہوتے ہیں اور اس کا انتظام کیسے ہوتا ہے۔ ایک دفعہ ایسے بھی ہوا کہ مولانا حشمت علی شاہ خیراللہ پوری نے حضرتؒ جی سے دریافت کیا کہ ان جلسوں میں کل اخراجات کتنے ہوتے ہیں تو آپؒ نے فرمایا میں حساب کر کے خرچ نہیں کرتا البتہ اتنا ضرور ہے کہ اپنی زمینوں کے چاول، گندم اور دیگر اجناس کے علاوہ چاول والوں کا ڈھائی ہزار روپیہ قرض ادا کرنا باقی ہے۔ مسلمانوں کی ضیافت کے لیے اچھا کھانا پکواتے۔

مجلّہ کا اجراء

مرکزی انجمن صلاح الصوفیہ کا ماہانہ رسالہ انوار الصوفیہ کا 1904 میں اجراء کیا گیا اور پہلے مہینے کے رسالہ کی چھپوائی وغیرہ کے کل اخراجات خود اُٹھاتے۔

متفرق خدمات

حضرت امیر ملتؒ نے 1916 میں علی پور سیداں میں مدرسہ نقشبندیہ قائم کیا۔ دُنیا بھر سے طلبا تعلیم کے لیے اس مدرسہ میں آتے۔ بخارا، کابل، بلوچستان، قندھار، سندھ، سرحد، بنگال اور ہندوستان سے زیادہ طلبا آتے ان کے قیام وطعام کی تمام سہولتیں مفت دیتے۔ مدرسہ میں کتب خانہ (لائبریری) بھی بنایا گیا جس میں ہزاروں کی تعداد میں ضخیم کتب رکھی گئی۔ جن میں کتب تفسیر، کتب تصوف، کتب حدیث، کتب فقہ، کتب عقائد، کتب فارسی، عربی، اردو، کتب لغت، کتب قواعد و معانی، کتب تاریخ وسیر، کتب ادب، کتب علوم عقلی، یہاں تک کہ دُنیا کے دیگر علوم کے متعلق تمام موضوعات پر کتب موجود تھیں۔

یتیم خانہ

مدینہ منورہ میں ایک دینی درس گاہ کا قیام و اجراء کیا۔ایک وسیع عریض جگہ خرید کر مدرسہ قائم فرمایا اس کے ساتھ ہی ایک بہت بڑا یتیم خانہ بھی تعمیر کیا گیا۔

شہر ٹیپو میں مسجد کی تعمیر

ٹیپو سلطان کے شہر میسور میں ایک بڑی مسجد تعمیر کی اور وہیں مدرسہ نقشبندیہ قائم کیا۔جامع مسجد حاجی کالے خان صاحب مرحوم فیصل آباد میں ایک بڑی مسجد تعمیر فرمائی۔اس کے علاوہ برصغیر میں بیسیوں مساجد اور مدارس قائم کیے۔مکہ معظمہ میں مدرسہ صوفیہ تعمیر فرمایا۔لاہور میں مدراس نعیمیہ تعمیر کروایا۔ایک عرصہ قبل عرب میں سخت قحط پڑا مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ اس قحط سے خاصے متاثر ہوئے بڑے بڑے صاحبانِ ثروت بھی مصائب اور مشکلات میں مبتلا ہو گئے۔جب یہ خبر حضرت امیر ملتؒ تک پہنچی تو آپ بہت زیادہ مضطرب ہو گئے یوں ایک مدینہ فنڈ قائم کیا گیا۔اس فنڈ میں آپ نے ذاتی طور پر بہت زیادہ حصہ لیا اور اپنے مدبرین اور عمائدین کی بھی اس طرف توجہ دلائی۔

مساجد کی تعمیر

علی پور سیّداں میں مسجد نور تعمیر کروائی اور یہیں پر پانچ مساجد قائم کروائیں ان کے علاوہ کنوئیں والی مسجد، مسجد ریلوے اسٹیشن، سادھو کے مسجد، چک نمبر 164 کی مسجد، قدیم جامع مسجد لائل پور (حالیہ فیصل آباد) ، مسجد جھنگ بازار، مسجد شاہ جماعت نارووال، مسجد موضع پتوکی، مسجد اعظم میسور، موضع تحصیل کی مسجد کے علاوہ کئی ایک مساجد تعمیر کروائیں۔

تبلیغی ورفاعی وفلاحی ادارے

علی پور سیّداں کے ریلوے اسٹیشن کے قریب مسجد سے متصل ایک دو منزلہ سرائے بنوائی اس کے ساتھ کنواں اور باغ بھی ہے۔مہمانوں کے لیے چارپائیوں اور بستروں کا انتظام کیا۔

جماعت منزل

پہلے میل ریل صرف سیالکوٹ تک آتی تھی۔دربار شریف حاضری دینے والے مسافروں

کے آرام کے لیے اور تبلیغی وروحانی مشن کے لیے سیالکوٹ میں ایک بلڈنگ جماعت منزل کے نام تعمیر کروائی گئی۔ یاران طریقت اور اہل شہر نے اس کارخیر میں بڑا حصہ لیا۔ مستری حاجی محمد حسینؒ صاحب نے یہ زمین تبلیغی، تعلیمی اور روحانی مشن کے لیے وقف کی۔ حضرت امیر ملتؒ جب تبلیغی اور روحانی دورے سے واپس آتے تو اسی جگہ قیام فرماتے جہاں پر لوگوں کا کثیر مجمع جمع ہو جاتا۔ اسی عمارت جہاں تبلیغی اور روحانی مراکز کا کام دیتے۔ وہاں پر مسلمانوں بچوں کے لیے تعلم وتدریس کے کام بھی آتیں۔ ایک عرصہ تک یہاں پر تعلیمی ادارے کی شکل میں خدمتِ خلق ہوتی رہی اب بھی اس جگہ پر تعلیم وتدریس اور محافل ذکروفکر کا انعقاد ہورہا ہے۔

جماعت منزل مدینہ منورہ

حضرت بخشی مصطفیٰ علی خان مدظلہ مہاجر مدنی خلیفہ حجاز نے کمزوری اور ضعیف العمری کے باوجود حضرت قبلہ سیّد بادشاہ کے وصال پاک کے بعد مدینہ منورہ میں جماعت منزل کے نام سے ایک دومنزلہ عمارت بنوائی۔ جس میں کافی کمرے ہیں اس عمارت کی تعمیر میں یاران طریقت اور اہل اسلام نے دل کھل کر حصہ لیا۔

دومنزلہ زنانہ حویلی

حضرت امیر ملتؒ نے علی پور سیّداں میں ایک زنانہ حویلی تعمیر فرمائی۔ اس میں چھوٹے بڑے چالیس کمرے ہیں جس میں مہمان خواتین بھی قیام کرتی ہیں۔

شیش محل

مردوں کے قیام وآرام کے لیے بھی حضرت قبلہ پیر صاحب نے ایک وسیع دومنزلہ عمارت تعمیر کروائی جسے عرف عام میں شیش محل کا نام دیا گیا۔ حضرت امیر ملتؒ خود بھی ان کمروں میں قیام پذیر تھے جو بابِ رحمت اور شیش محل کے نام سے موسوم ہیں۔ سجادہ نشین اوّل سراج الملتؒ اور ان کے بعد تمام سجادگان باب رحمت میں ہی قیام فرماتے ہیں۔

مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی تعمیر کے لیے آپ نے لاکھوں روپیہ فنڈ دیا۔ اس یونیورسٹی میں

آپ کے حکم سے طلبا، اساتذہ کے لیے نماز کی پابندی، اسلامیات کی تعلیم لازمی، لازمی قرار دی گئی۔

انجمن حمایت اسلام

انجمن حمایت اسلام کے جلسوں میں آپؒ نے بارہا شرکت فرمائی۔ آپ جلسوں کی صدارت فرماتے اپنی جیبِ خاص سے لاکھوں روپیہ انجمن کے فنڈ میں دیتے۔

دیگر ملی وسماجی ادارے

آپؒ فلاحی اور سماجی ادارے تعمیر کرواتے تو اس کے لیے زیادہ تر رقم اپنی جیب سے لگاتے۔ انجمن نعمیہ لاہور کے قائم کردہ مدارس اور یتیم خانے کی بہت زیادہ اعانت فرماتے۔ سیالکوٹ اور نوشہرہ کے یتیم خانوں میں بھی پیسے بھیجتے۔ حضرت قبلہ پیرؒ صاحب نے طرابلس فنڈ اور بلقان فنڈ میں بھی عطیات ارسال فرمائے۔

خلافت فنڈ

مولانا شوکت علی مرحوم کی اپیل پر برصغیر کے مسلمانوں کے لیے خلافت فنڈ قائم کیا جس میں نہ صرف آپؒ نے بہت زیادہ فنڈ دیا بلکہ آپؒ کی وساطت سے عقیدت مندوں نے بھی بھرپور ساتھ دیا اور فنڈ میں ایک خطیر رقم جمع ہوئی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تحریک خلافت اور حضرت امیر ملت رح

سیالکوٹ میں مرزا قادیانی سے مقابلہ

27 اکتوبر 1904 کو مرزا قادیانی بذاتِ خود اپنے حواریوں کے انبوہ کثیر کے ساتھ سیالکوٹ میں اپنے مذہب کی تشہیر واشاعت کے لیے وارد ہوا۔ اِن دِنوں یہاں مرزائیت کا بڑا شہرہ تھا۔ ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ کے دفتر کا سپرنٹنڈنٹ مرزائی تھا لہٰذا مرزا قادیانی کو اپنے مشن میں کامیابی وکامرانی کی غالب اُمید تھی۔ حضرت سید السادات پیر سیّد جماعت علی شاہؒ صاحب علی پوری اُمیر ملّتؒ فوراً سیالکوٹ تشریف لائے اور مختلف بازاروں، محلوں اور مسجدوں میں بڑے پیمانے پر جلسے منعقد کیے۔ تقریباً ایک ماہ تک سیالکوٹ میں قیام فرما کر اپنے مخصوص مجاہدانہ انداز میں خطاب فرماتے رہے اور آپ دلائل قاہرہ سے ختم نبوت کے مسئلہ کو تفصیلاً سمجھاتے ہوئے دینِ متین اور عقائدِ حق پر قائم رہنے کی تاکید فرماتے رہے۔۔۔۔۔۔۔۔ آپ اکثر ارشاد فرمایا کرتے تھے:

''دوسری نئی چیزوں کے اختیار کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن اپنا دین پرانا ہی رکھو ''

دورانِ قیامِ سیالکوٹ تمام اخراجات آپؒ نے اپنی جیب مبارک سے برداشت کیے۔ مرزا قادیانی کو مقابلہ پر آنے کی جرأت نہ ہوئی جس قدر لوگ اُس کی بیعت کے لیے تیار تھے وہ اُس کی ذِلت ورسوائی دیکھ کر بدظن ہو گئے اور حضرت اُمیر ملّتؒ کے حلقہ ارادت سے وابستہ ہو گئے۔ خُدا تعالیٰ کے قہر وغضب سے تا زیست مرزا قادیانی کو پھر سیالکوٹ کا رُخ کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ سیالکوٹ کی اس عظیم معرکہ کے دوران میں ایک اہم واقعہ یہ بھی پیش آیا کہ مرزا قادیانی کے پیروکار مولوی عبدالکریم

لنگڑا نے اپنے کیمپ کے اندر معراج النبی ﷺ پر لیکچر دیتے ہوئے کوئی بکواس کی جب اُس کے گستاخانہ کلمات حضرت امیر ملّتؒ نے اپنے جلسہ گاہ میں سُنے تو اپنے دوران تقریر پُر جوش لہجہ میں فرمایا۔

وُہ شخص بے دین ہے جس نے حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کی ہے۔

وُہ بہت جلد ذلت کی موت سے مارا جائے گا '

دوسرے دِن ایک صاحبِ نظر شخص نے مولوی عبدالکریم کو خواب میں دیکھا کہ وُہ کہہ رہا ہے کہ مجھے حضرت امام زین العابدینؒ نے پنجہ مارا ہے اور اُس وقت وُہ یوں دکھائی دے رہے تھا کہ شانہ سے لے کر کمر تک پٹکا باندھے ہوئے دیوار سے سہارا لے کر کھڑا ہے اور انتہائی کرب کی حالت میں ہے۔اس خواب کی تعبیر یوں کی گئی کہ حضرت امیر ملّتؒ نے دوران تقریر جوش میں آکر جو ہاتھ اپنے سینے پر مارا تھا۔ وہی حضرت امام زین العابدینؒ کا پنجہ بن کر ظاہر ہوا۔ چنانچہ تھوڑا عرصہ بعد ہی مولوی عبدالکریم سرطان سے ہلاک ہوگیا۔ یہ بد بخت مولوی عبدالکریم سیالکوٹ میں پیدا ہوا تھا۔ابتدائی تعلیم مڈل تک تھی بلکہ اس میں بھی حساب کے مضمون میں فیل ہوگیا تھا۔ پھر عربی، فارسی کی پرائیوٹ تیاری کرکے وہیں مشن ہائی سکول میں مدرس فارسی متعین ہوا۔ایک روز ایک پادری سے اُلجھ کر مستعفی ہوگیا۔ اُس وقت یہ نیچری خیال کا حامل تھا بعد میں مولوی نور دین خلفیہ اوّل مرزا قادیانی کی وساطت سے مرزائی ہوگیا اور قادیان میں مسجد کا خطیب وامام بنا رہا اور حضرت امیر ملّتؒ کی بد دُعا سے ہلاک ہو کر پہلے قادیان کے بہشتی مقبرہ میں دفن ہوا۔

لاہور میں امیر ملّتؒ کی تبلیغ

6 مئی 1908 کو مرزا قادیانی اپنی اہلیہ کے علاج کے لیے لاہور میں خواجہ کمال الدین لاہوری کے مکان پر وارد ہوا تو اپنا دام فریب بھی پھیلانے لگا۔اُن کے ساتھیوں نے لاہور شہر کے مختلف گوشوں میں تبلیغی کا شروع کردیا تو اہلیان لاہور نے حضرت امیر ملّتؒ کی خدمت میں حاضر ہوکر مرزائیت کی بیخ کنی کی درخواست کی۔آپؒ لاہور تشریف لائے اور آتے ہی برانتھ روڈ پر خواجہ کمال الدین کے مکان کے سامنے والے باغ (اب باغ کی جگہ پر اسلامیہ کالج واقع ہے) میں ایک بہت بڑا اسٹیج قائم کروایا اور اسٹیج کے ساتھ ہی لنگر پکانے کا انتظام کروایا تاکہ عوام وخواص بروقت کھانا کھاسکیں۔

اس جگہ کئی روز تک مجالس وعظ وتقریر ہوتی رہیں اور مرزائیت کے معتقدین کی تردید کی جاتی رہی۔
حضرت قبلہ امیر ملّتؒ نے مقامی علماء کرام کے علاوہ بہت سے بیرونی علماء کو بھی مدعو کر کے مرزائیت کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ ان جلسوں سے حضرت مولانا مفتی عبداللہؒ ٹونکی (وصال 1906) مولانا پروفیسر اصغر علیؒ روحی (وصال 1954) جیسے مشہور علماءِ زمانہ کے علاوہ حضرت امیر ملّتؒ کے خلفاء عظام مثلاً حضرت مولانا محمد حسینؒ قصوری، مولانا امام الدینؒ رائے پوری (وصال 1952) مولانا محمد شریفؒ کوٹلوی (وصال 1951)، مولانا نور الحسنؒ سیالکوٹی (وصال 1955)، مولانا پیر خیر شاہؒ امرتسری (وصال ۱۹۶۰ء) اور مولانا غلام احمد اخگرؒ امرتسری (وصال 1967) خطاب فرماتے تھے۔

حضرت قبلہ عالم قطب المشائخ امیر ملّتؒ نے مرزا قادیانی کو مقابلہ میں آ کر اپنی صداقت کا ثبوت دینے کی دعوت دی اور پانچ ہزار روپے کا انعام جیتنے کا اعلان بھی فرمایا لیکن مرزا قادیانی کو مقابلہ میں آنے کی سکت نہ تھی لہذا نہ آسکا۔ مرزا قادیانی کو بتایا گیا تھا کی پیر جماعت علی شاہؒ صاحب لاہور میں اس مقصد کے لیے آئے ہیں کہ مرزا بھاگ جائے۔ مرزا قادیانی بولا یہ شخص وُہ نہیں جو بھاگ جائے اگر بارہ برس بھی اِدھر رہیں تو قدم نہ ہلے گا۔ یہ خبر کسی نے حضرت امیر ملّتؒ کو پہنچا دی تو آپ نے فرمایا۔

''اگر وُہ بارہ برس ٹھہر سکتا ہے تو ہم چوبیس برس کا ڈیرہ جمائیں گے''

مگر مرزا کا تو خدائی فیصلہ ہو چکا ہے"

جب مرزا قادیانی اپنے جھوٹے دعویٰ اور بے شمار لاف زنیوں کے باوجود میدان میں نہ آیا تو آپ نے 22 مئی 1908 کو ہندوستان کے عظیم مسلمان فرمانروا اورنگ زیب کی تیار کردہ تاریخی مسجد (المعروف بادشاہی مسجد لاہور) میں ایک عظیم الیشان جلسہ کا انعقاد کیا۔ اس جلسے میں برصغیر کے نامور علماء بھی موجود تھے لاکھوں مسلمانوں نے آپ کی امامت میں نمازِ جمعہ ادا کی بعداز نماز جلسے کا آغاز ہوا۔ جس میں شمس العلماء حضرت علامہ مفتی محمد عبداللہؒ ٹونکی (اُستادِ گرامی حضرت امیر ملّتؒ) پروفیسر اورنٹیل کالج لاہور مولانا پروفیسر اصغر علیؒ روحی اور دیگر بہت سے علماءِ کرام نے خطاب فرمایا۔ آخر میں آپؒ نے صدارتی تقریر میں فرمایا۔

'مرزا قادیانی تو حضرت امام حسینؓ پر اپنی فوقیت جتاتا ہے لیکن میں حضرت امام حسینؓ کا غلام ہوں۔ وُہ تو اعلان کرنے پر بھی مقابلے کے لیے نہ آیا۔ میری عادت پشین گوئی کرنے کی نہیں ہے البتہ اس سے قبل نومبر 1904 میں ایک دفعہ مرزا کے مقابلہ میں میری زبان سے چند کلمات بطور پشین گوئی کے نکل گئے تھے جس کو ایک ایک لفظ اللہ تعالیٰ نے پورا فرما دیا اور تھوڑے ہی عرصہ کے بعد مرزا کا حواری عبدالکریم ذلّت کی موت مر گیا اب پھر میرے دل میں بار بار خیال آ رہا ہے جس کے باوجود کوشش کے ضبط نہیں کر سکتا اور وہ خیال یہ ہے کہ مرزا قادیانی عنقریب ذلت و رسوائی کی موت مرے گا اور تم اُس کی موت اپنی آنکھوں سے دیکھو گے۔ میری پشین گوئی کو مرزا کی پشین گوئی کی طرح نہ سمجھنا۔۔۔۔۔۔اس کے بعد آپؒ نے مزید فرمایا:

"جب تک مرزا قادیانی یہاں سے چلا نہ جائے میں لاہور سے ہرگز نہیں جاؤں گا"

حضرت قبلہ عالم پیر سیّد مہر علی شاہؒ گولڑوی بھی اس جلسہ میں تشریف لائے تھے جلسہ کے اختتام پر آپ نے حضرت امیر ملّتؒ کی کوششوں کو زبردست خراجِ تحسین پیش کیا۔ حضرت امیر ملّتؒ نے مرزا قادیانی کو ہر طرح سے للکارا اُسے دعوت دی کہ وُہ میدان میں اپنے دعووں کو سچا ثابت کرے مناظرہ کرے یا مباہلہ اور پانچ ہزار روپے کا انعام وصول کرے۔ اگر مرزا قادیانی میدان میں نہیں آ سکتا تو ہم اُس کے پاس جانے کو تیار ہیں مگر مرزا کو کوئی بات بھی ماننے کی جرأت نہ ہو سکی۔

مرزا قادیانی کا خاتمہ

آخر کار 25 مئی 1908 بروز پیر رات کے جلسہ میں لاہور و بیرون لاہور کے ہزاروں مسلمانوں کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر سے خطاب کرتے ہوئے آپؒ نے ارشاد فرمایا۔ ہم نے مرزا کا انتظار کیا ہے لیکن وُہ سامنے نہیں آیا۔ پشین گوئی کرنا میری عادت نہیں لیکن میں نے یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ مرزا قادیانی کا خُدائی فیصلہ ہو چکا ہے۔ خُدا کے فضل و کرم سے وہ میرے سامنے نہیں آئے گا کیونکہ میرا نبی ﷺ سچا ہے اور میں صدقِ دل سے اُس سچے نبی ﷺ کا غلام ہوں۔ آپ دیکھیں گے کی اللہ تعالیٰ آئندہ چوبیس گھنٹوں کے اندر اندر اپنے حبیب پاک ﷺ کے صدقے سے ہمیں اس جھوٹے نبی سے نجات عطا کرے گا۔ جب آپؒ نے یہ پشین گوئی فرمائی تو ہزاروں مسلمانوں نے یک

زبان ہو کر آمین کی صدائیں بلند کیں ۔ یہ پیشین گوئی آپ نے رات دس بجے فرمائی اور 26 مئی 1908 کی صبح دس بج کر دس منٹ پر مرزا قادیانی جی آنجہانی ہو گئے ۔۔۔۔ مولانا رومؒ نے سچ فرمایا ہے۔

گفتہ ءاو گفتہ ءاللہ بود گر چہ از حلقوم عبداللہ بود

مرزا قادیانی اکثر اپنی تحریروں میں ہیضے کی موت کو عذاب خداوندی سے تعبیر کیا کرتا تھا۔ چنانچہ آسمان کا تھوکا منہ پر آیا۔ جس رات امیر ملّتؒ نے پیشن گوئی فرمائی تھی اُسی رات تھوڑی دیر بعد مرزا قادیانی کو ہیضہ ہو گیا۔ نصف شب گذرنے تک مرض نے شدت اختیار کر لی۔ مرنے سے چھ گھنٹے قبل زبان بند ہو گئی نجاست منہ کے راستے سے بھی نکلتی رہی اور اِسی حالت میں (26 مئی 1908 صبح دس بجکر دس منٹ پر) خاتمہ ہو گیا۔

لَقَد دَخَلَ فِی قَعرِ جَہَنَّم

جس وقت حضرت امیرِ ملّتؒ نے مرزا قادیانی کی ہلاکت کی پیشن گوئی کی تھی تو لوگوں نے اُسے پوری اہمیت نہ دی۔ مگر جب پوری ہو گئی تو حد درجہ حیران ہوئے۔ اس پیشن گوئی کا مرزائیوں نے آج تک ذکر نہیں کیا۔ مولانا مفتی محمد عبداللہؒ ٹونکی نے فرمایا کہ ہم پہلے تو اس پیشن گوئی کو معمولی سمجھتے تھے۔ آخر وُہ سب سے بڑھ کر نکلی۔ حضرت امیر ملّتؒ نے جب مرزا قادیانی کی ہلاکت کی خبر سُنی تو فوراً سجدہ شُکر بجالائے۔ رب تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اُس نے مسلمانوں کے ایمان کو محفوظ رکھا۔ اپنے حبیبِ پاک ﷺ کی صداقت ظاہر فرمائی اور مسلمانوں کو صراطِ مستقیم پر قائم رکھا۔

مرزا قادیانی کی ذلّت آمیز ہلاکت کی خبر آناً فاناً پورے لاہور میں پھیل گئی۔ مسلمانوں نے جگہ جگہ مسجدوں، بازاروں اور محلوں میں شکرانے کے جلسے منعقد کیے۔ ان بیشتر جلسوں میں حضرت امیرِ ملّتؒ شریک ہوئے اور اپنے واعظِ حسنہ سے لوگوں کو مستفیض فرماتے رہے۔ اس سلسلے میں تین روز تک اسلامیہ کالج (ریلوے روڑ) کے میدان میں جلسے منعقد ہوتے رہے۔ جن میں لاتعداد لوگ شامل ہوتے رہے۔ بلکہ یوں کہنا مناسب ہوگا کہ لاہور شہر اور قرب و جوار سے کوئی گھر ایسا نہ ہوگا جس کے ایک دو افراد نے شرکت نہ کی ہو۔ اس کے بعد لاہور کے اکناف واطراف میں بڑے بڑے جلسے

ہوتے رہے اور غالباً ہر جلسہ میں علمائے کرام کے خطابات کے بعد حضرت امیر ملّتؒ کا خصوصی خطاب ہوتا۔ ان تمام جلسوں میں بے شمار لوگ قادیانی عقائد سے تائب ہو کر دوبارہ مسلمان ہوئے۔ ان میں سے اکثر و بیشتر نے آپؒ کے دستِ حق پرست پر بیعت کر کے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں داخل ہونے کی سعادت حاصل کی۔ سلسلہ عالیہ میں شامل ہونے والوں کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ آپؒ کو اسٹیج پر سب کو اجتماعی بیعت کرنا پڑتا تھا۔

مرزا قادیانی کی ہلاکت کے بعد بھی حضرت امیر ملّتؒ رَدِّ مرزائیت میں جوش و خروش سے سرگرم عمل رہے اور دلائل قاہرہ سے ختم نبوت کے مسئلہ کو ثابت فرماتے رہے۔ مرزائیوں نے بوکھلا کر آپؒ کے خلاف ہر قسم کے ہتھکنڈے استعمال کر کے اعلان کلمۃ الحق سے باز رکھنے کی سعی نا مشکور کی مگر نہ تو آپ پریشان ہوئے اور نہ ہی آپؒ کی سرگرمیوں میں سرِمو فرق آیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے نصرت و کامیابی آپؒ کے شامل حال رہی۔

فانوس بن کے جس کی حفاظت ہوا کرے
وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خُدا کرے

ایک دفعہ رعیہ خاص ضلع سیالکوٹ کے ایک گاؤں میں حضرت امیر ملّتؒ خطاب فرما رہے تھے کہ محمد علی جولاہا مرزائی ساکن ستراہ نے حضور اقدس ﷺ کی شان بے مثال میں بے ادبی کے کچھ الفاظ کہے۔ حضرتؒ صاحب ایسی گستاخی کی کہاں تاب لا سکتے تھے۔ آپؒ نے خود اُس کو زدوکوب کیا یہ دیکھ کر دوسرے مسلمان بھی اُٹھ کھڑے ہوئے اور اُس بد بخت، جیبنچو لاہے کو سخت سزا دی۔ مرزائی تو پہلے ہی آپؒ کی حق گوئی و بیباکی کی وجہ سے ذلیل و خوار ہو کر بدلہ لینے کی فکر میں تھے۔ اس واقعہ سے وُہ نہایت ہی ذلیل حرکتوں پر اُتر آئے اور تحصیلدارِ رعیہ (رعیہ خاص) اُن دِنوں تحصیل ہوا کرتی تھی اور تحصیلدار ہندو تھا) کی عدالت میں ایک جھوٹا مقدمہ دائر کر دیا کہ یہ شخص (حضرت امیر ملّتؒ) مسلمانوں کو گاؤکشی پر برانگیختہ کرتا ہے حکومت برطانیہ کے خلاف بہت کچھ کہتا رہتا ہے محمد علی جولاہے نے اُسے اِن حرکتوں پہ ٹوکا تو اُس نے اِسے سخت زدوکوب کیا۔ ماسٹر خواجہ محمد کرم الٰہیؒ ایڈووکیٹ سیالکوٹ (1959) خلیفہء مجاز حضرت امیر ملّتؒ (سیکرٹری مرکزی انجمن خدام الصوفیہ ہند) اور سیالکوٹ کے دیگر یاران

طریقت نے سیالکوٹ کے انگریز ڈپٹی کمشنر کی عدالت میں تبدیلی مقدمہ کی اپیل پیش کی۔ اُس نے درخواست قبول کرتے ہوئے ایک انگریز مجسٹریٹ کی عدالت میں مقدمہ منتقل کر دی۔ سب سے پہلے حضرت اقدس امیرِ ملّت ؒ کی حاضری عدالت کا معاملہ زیرِ بحث آیا خواجہ کمال الدین وکیل مرزائی کو چونکہ آپؒ سے خصوصی عداوت و خصومت تھی۔ بایں وجہ اُس نے زور دیا کہ یہ شخص معمولی حیثیت کا مالک ہے اُس کا عدالت میں حاضر ہونا ضروری ہے حضرت امیرِ ملّت ؒ کی طرف سے کئی وکیل پیروی کر رہے تھے اُنھوں نے اور ماسٹر محمد کرم الٰہیؒ نے یہ مؤقف اختیار کیا کہ آپؒ بلاشبہ مسلمانوں کے بہت بڑے مُقتدا اور رہنما ہیں۔ آپؒ کے کئی لاکھ مسلمان معتقدین پورے ملک میں پھیلے ہوئے ہیں۔ لہٰذا آپؒ کو حاضری عدالت سے مستثنٰی کیا جائے۔ انگریز مجسٹریٹ نے فریقین کے وُکلاء کے تفصیلی بیانات سُننے کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ شاہ صاحبؒ نہایت قابلِ تعظیم اور بزرگ ہستی ہیں اُن کی شان اس سے ارفع ہے کہ وُہ ایسے چھوٹے مقدمہ میں عدالت میں بُلائے جائیں۔ لہٰذا حکم کیا جاتا ہے کہ شاہ صاحبؒ عدالت میں حاضر نہ ہوں اور اُن کی طرف سے وکیل پیروی کرے۔ محمد علی جولاہے نے مرزائی جماعت کی مدد سے سیشن جج میں نگرانی کی درخواست دے دی۔ وہاں سے بھی مقدمہ خارج ہوا تو مرزائیوں نے ہائی کورٹ سے رجوع کیا۔ ہائی کورٹ نے بھی یہ درخواست مسترد کر دی۔ سیالکوٹ کے مجسٹریٹ نے اصل مقدمہ ہی خارج کر دیا۔ اس کے بعد مرزائیوں کو دوبارہ اپیل کرنے کی ہمت نہ ہوئی اور ذلیل و خوار ہو کر بیٹھ گئے۔

بار بار ذلیل ہونے کے بعد مرزائیوں نے حضرت امیرِ ملّت ؒ کے منجھلے صاحبزادے حضرت پیر سیّد خادم حسینؒ شاہ صاحب (ف 1951) کے خلاف ایک فوجداری مقدمہ دائر کر دیا تاکہ اپنی بار بار کی تذلیل کا بدلہ لے سکیں صاحبزادہ صاحب اُس وقت اورنٹیل کالج لاہور میں مولوی فاضل کا امتحان دے رہے تھے۔ اس مقدمہ کی پیروی کے لیے حضرت اقدسؒ تقریباً ایک سال تک مسجد پٹولیاں (اندرون لوہاری دروازہ لاہور) میں قیام فرما رہے۔ مرزائیوں کی خواہش تھی کہ آپؒ کو طرح طرح سے پریشان کر کے تبلیغ و اشاعت کا سلسلہ ختم کر دیا جائے۔ مگر اُن کی یہ خواہش پوری نہ ہو سکی۔ مسجد پٹولیاں میں قیام کے دوران میں آپؒ کا فیضِ عام جاری رہا۔ ہزاروں افراد جوق در جوق آپؒ کے پاس آتے اور

اپنے دامن میں فیوض و برکات سمیٹ کر لے جاتے۔ بے شمار لوگ سعادتِ بیعت سے بھی مشرف ہوئے۔ آپ کا لنگر بڑے وسیع پیمانے پر قائم تھا۔ ہر رات آپؒ وعظ فرماتے اور دور و نزدیک کے لوگ مستفیض ہوتے۔

مقدمہ کی پیروی کے لیے حضرت مولانا محرم علی چشتیؒ (ف 1934) آپؒ کی طرف سے وکیل تھے۔ دوسرے وُکلاء بھی موجود تھے لیکن بحث میاں سر محمد شفیع بیرسٹر نے شروع کی اور پہلے کی طرح اب بھی وُہ کسی قسم کے محنتانہ کے طلبگار نہ ہوئے ماسٹر کرم الٰہی ایڈووکیٹ مقدمہ کی پیروی کے لیے سیالکوٹ سے برابر آیا کرتے تھے۔ موءخرالذکر نے جو خدمات سرانجام دیں وُہ آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ جس رات یہ فیصلہ سنایا جانا تھا وُہ رات حضرت امیر ملّتؒ نے حضور داتا گنج بخشؒ کے دربار گوہر بار میں بسر کی۔ صُبح ہوتے ہی آپؒ نے خادم حاجی عبداللہ امرتسری کو حکم دیا۔ آج فیصلے کی تاریخ ہے زردہ پلاؤ کی دیگیں چڑھادو ' حاجی عبداللہ نے عرض کیا جنابؒ ! بری ہونے کا فیصلہ ہو جائے تو دیگیں چڑھا دیں گے۔ آپؒ نے ارشاد فرمایا تم ابھی سے کام شروع کردو اللہ تعالیٰ بری کر دے گا۔ چنانچہ انگریز جج نے باعزت بری ہونے کا فیصلہ سُنایا تو حق کا بول بالا اور دشمنوں کا منہ کالا ہو گیا۔ جب فیصلہ کی اطلاع حضرت امیر، ملّتؒ کو پہنچائی گئی تو آپؒ کے ساتھ سب لوگ سجدۂ شُکر میں گر گئے۔ خوشیاں منائی گئیں۔ خیرات کی گئی۔ سارا دن رات زردہ پلاؤ کا لنگر جاری رہا۔

گزشتہ صفحات میں ذکر کیا جا چکا ہے کی حضرت امیر ملّتؒ نے بادشاہی مسجد لاہور کے جلسہ میں اعلان فرمایا تھا کہ اگر مرزائی اپنے دین کو سچا ثابت کردیں تو پانچ ہزار روپے انعام دوں گا۔ یہ اعلان اخبارات میں بھی چھپا اور اشتہارات کے ذریعے بھی عام کیا گیا۔ مگر کبھی کسی نے انعام حاصل کرنے کی جرأت نہ کی۔ البتہ ایک دفعہ مرزائیوں کی طرف سے اشتہارات تقسیم کیے گئے کہ ہم اپنا مسلمان ہونا ثابت کرتے ہیں پہلے تم روپیہ جمع کراؤ۔ اسی وقت حضرت موصوف علی پور سیّداں شریف سے سیالکوٹ تشریف لے جا رہے تھے جب ٹرین سیالکوٹ اسٹیشن پر پہنچی تو بہت سے اشتہارات اس سیکنڈ کلاس کے ڈبے میں ڈال دے گئے۔ جس میں آپؒ سفر فرما رہے تھے۔ اشتہار دیکھا تو مطالبہ کا علم ہوا۔ چنانچہ دوسرے ہی دن آپ نے بینک میں پانچ روپیہ جمع کروادے کہ مرزائی یہ ثابت کرے کہ وُہ مسلمان ہے

لیکن مرزائیوں کی جانب سے کسی کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ وہ اپنے آپ کو مسلمان ثابت کریں۔

حضرت امیرِ ملّت ؒ نے 1935 میں آل انڈیا سُنی کانفرنس مراد آباد کے موقع پر اپنے صدارتی خطبہ میں بھی مرزائیت پر ضربِ کاری لگائی تھی۔اس اجلاس میں مرزائیوں کے خلاف ایک قرارداد بھی منظور کی گئی۔آل انڈیا سُنی کانفرنس مراد آباد منعقدہ 19,18,17 مارچ 1925 کو خطبہ صدرات کے دوران ہی گمراہ فرقوں کا تذکرہ کرتے ہوئے مرزا قادیانی کے جھوٹا اور گمراہ ہونے پر بحث کرتے ہوئے آپ ؒ نے فرمایا 'اب ہندوستان میں جہاں ہر وقت آزادی' مذہب کی ڈینگ ماری جاتی ہے، ہر روز نئے نئے مذہب حشرات الارض کی طرح پیدا ہو رہے ہیں۔مرزا قادیانی کے دعویٰ پیغمبری کے بعد کئی ایک پیروان مرزا نے پیغمبری کے دعویٰ کیے۔مرزا قادیانی پہلے سیالکوٹ کی کچہری میں اہلمدی کے عہدے پر ملازم تھا۔وہاں سے مختاری کا امتحان دیا جس میں ناکامی ہوئی پھر آہستہ آہستہ مریم، عیسیٰ، مسیح موعود، مہدی، نبی، کل تینوں کا نچوڑ، معاذ اللہ خُدا کا بیٹا، خُدا کا پیدا کرنے والا وغیرہ پھر کرشن گوپال بنا کر اس جہان سے سدھارا نیز سچے اور جھوٹے نبی کے درمیان موازنہ کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

1۔ سچا نبی کسی اُستاد کا شاگرد نہیں ہوتا۔اسکا علم لَدُنّی ہوتا ہے۔وہ روح القدس سے تعلیم پاتا ہے۔بلاواسطہ اُس کی تعلّم و تعلیم خُداوندِ قدوس سے ہوتی ہے۔جھوٹا نبی اس کے خلاف ہوتا ہے۔

2۔ جو نبی ہوتا ہے وہ اپنی پیدائش سے ہی نبی ہوتا ہے۔جھوٹا نبی اسکے برخلاف آہستہ آہستہ دعوٰیوں کے بعد نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔پہلے محدث اور مجدد ہونے کا دعویدار ہوتا ہے۔

3۔ حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت خاتم الانبیا ﷺ تک جتنے نبی ہوئے سب کے نام مفرد تھے۔کسی سچے نبی کا نام مرکب نہ تھا۔اس کے برعکس جھوٹے نبی کا نام مرکب ہوا...... مرزا غلام احمد قادیانی

4۔ سچا نبی کا کوئی ترکہ نہیں چھوڑتا جبکہ جھوٹا نبی ترکہ چھوڑ کر مرتا ہے۔

اعلان کے اختتام پر آپ نے قادیانی کے پیروکاروں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا!

مرزائی لوگ جو مرزا قادیانی کو نبی مانتے ہیں ختم نبوت کے قائل نہیں اس طرح وہ حضور سرور کائنات ﷺ کے مدارجِ رسالت ونبوت میں کمی کرنے والے ہیں۔ یہ لوگ حضور ﷺ کے مدارج مرزا قادیانی میں مانتے ہیں۔ پھر کیونکہ اہل سنّت و جماعت اُن سے اتفاق کر سکتے ہیں۔ ہم نے اُن کو نہیں چھوڑا بلکہ وہ ہم سے علیحدہ ہو کر گمراہ ہو گئے نہایت حیرت و استعجاب کی بات ہے کہ مرزائی خود سرکار دو عالم ﷺ کی غلامی چھوڑ کر کسی ایرے غیرے نتھو خیرے کی غلامی اختیار کریں اور صد حیف یہ کہ اس پر اُن کو مسلمان سمجھا جائے العیاذ باللہ تعالیٰ فتویٰ کے مطابق ناجیہ فرقہ اہل سُنت و جماعت کو چھوڑ کر اسلام سے منحرف ہو گئے اور مرتد بن گئے اس پر طرۃ یہ کہ بعض نادان دوست ہم سے کہتے ہیں کہ اُن سے اتفاق کرو۔ نا اتفاقی اُنھوں نے کی اور شکایت اُلٹی ہم سے

گلہِ ہم سے ہے بیوفائی کا

کیا طریقہ ہے آشنائی کا

انجمن خُدام الصوفیہ ہند کے سیکرٹری جنرل خواجہ محمد اکرم الٰہی ایڈووکیٹ نے 14 دسمبر 1968 کو روزنامہ سیاست لاہور میں ایک بیان شائع کیا۔ جس میں تحریر تھا کہ مرزا کی جماعت ابتدا سے حضرت قبلہ عالم روحی فداہ (حضرت امیر ملّتؒ اور آپ کے غلاموں کی مخالفت پر کمر بستہ رہی ہے۔ 1926 کے سالانہ جلسہ انجمن خدام الصوفیہ کے موقع پر مرزا قادیانی کے چند معتقد علی پور شریف آئے اُن کی نیت فساد اور شرارت کی تھی۔ چنانچہ ان میں ایک نے مرزا کے اعتقادات اور الہامات کا ذکر کرنا شروع کر دیا۔ ایک مولوی صاحب نے مرزا کے اعتقادات کی تردید کی اور ایمان کی حقیقت بیان کی اور مسئلہ ختم نبوت پر مکمل روشنی ڈالی۔ اس موقع پر حضرت قبلہ عالم امیر ملّتؒ نے اعلان فرمایا کہ مرزا کے ایمان کو صحیح ثابت کرنے والے کو دس ہزار روپے بطور انعام دیا جائے گا۔ اُس کے بعد سیالکوٹ کی مرزائی جماعت اور حضرت امیر ملّتؒ کے غلاموں کے درمیان اشتہار بازی ہوتی رہی۔ اب ان کے مطالبہ پر ہم نے دس ہزار روپے ایمپریل بنک سیالکوٹ میں جمع کرا کے اعلان کر دیا ہے اور دعوت دی کہ مرزا بشیر الدین محمود، مرزا کے ایمان کو سچا ثابت کرے مگر مخالفین اس اعلان کے بعد خاموش ہیں۔ معلوم ہوتا

ہے کہ سب کو سکتہ ہو گیا ہے کوئی سامنے نہ آیا جو اپنا مدعا ثابت کر سکتا اور اتنا بڑا انعام حاصل کرتا۔ مندرجہ بالا تفصیل سے ظاہر ہوتا ہے کہ مرزا اور اُس کے حواریوں کو کبھی بھی سامنے آ کر اپنا موقف اور عقیدہ ثابت کرنے کی جرأت نہ ہو سکی اور ہمیشہ حق کا بول ہی بالا رہا۔ مرزائیت کے بارے میں حضرت امیر ملّت کی خدمات جلیلہ کی یہ چند جھلکیاں آپ نے ملاحظہ فرمائی ہیں ورنہ آپؒ کی خدمات کا احاطہ کرنے کو کئی دفتر درکار ہوں۔ برصغیر میں حضرت امیرِ ملّتؒ کی ہی وہ شخصیت ہے جس نے میدانِ عمل میں مرزائیت کا مقابلہ کر کے اس کا ناطقہ بند کیا یہی وجہ ہے کہ مرزائی سب سے زیادہ دُشمنی کا مظاہرہ آپؒ ہی کی ذات کے ساتھ کرتے تھے۔ مرزائی اُن سے اتنی مخالفت مخاصمت رکھتے تھے کہ وہ آپؒ کے خلاف ہر وقت پروپیگنڈہ کرتے رہتے تھے۔ فتنہء ارتداد کے موقع پر حضرت امیر ملّتؒ نے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے تھے وہ تاریخ کا ایک روشن باب ہے۔ فتنہ' مرزائیت نے اس فتنے میں حد درجہ بے غیرتی کا ثبوت دیا تھا اور اپنی معاندانہ کاروائیوں سے فساد کے اندر ایک اور فساد برپا کر دیا تھا۔ جو دینی جماعتیں شدھی کو روکنے میں سرگرمِ عمل تھیں ان سب سے بدبخت مرزائیوں کی مخاصمت تھی لیکن خاص طور پر وہ حضرت امیرِ ملّتؒ کے دُشمن تھے اور آپؒ کے ارسال کردہ مبلغین کے لیے مزاحمت کا سبب بنتے تھے مگر خُدا کے فضل سے وہاں بھی ہر موقع پر اُن کو شکست کا سامنا کرنا پڑا اور آپؒ کے مبلغین باوجود اُن کی مخالفت و مخاصمت کے کامیابی سے ہمکنار ہوئے۔

الغرض حضرت امیر ملّتؒ تادمِ واپسی مرزائیت کی تردید میں مشغول رہے۔ **1951** میں آپؒ کی رحلت ہوئی۔ حضرت علامہ اقبالؒ شاعرِ مشرق نے کیا خوب فرمایا؛

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

1953 میں ملکی سطح پر تحریکِ ختمِ نبوت چلی۔ جس کی قیادت غازیٔ کشمیر حضرت علامہ مولانا سیّد ابوالحسنات شاہؒ قادری فرما رہے تھے۔ اِسی تحریک کے دوران میں مجاہدِ ملّت حضرت علامہ مولانا عبدالستار خان نیازیؒ کو پھانسی کی سزا کا فیصلہ ہوا۔ اس تحریک میں آپؒ کے فرزندِ ارجمند اور سجادہ

نشین اوّل سراج الملّت حضرت پیر سیّد حافظ محمد حسین شاہؒ صاحب (وصال 1961) چھوٹے صاحبزادے شمس الملّت حضرت پیر سیّد نور حسین شاہؒ صاحب (وصال 1978) اور جوہر ملّت حضرت پیر سیّد اختر حسین شاہؒ صاحب (وصال 1980) نے بھرپور کردار ادا کیا۔

1974 میں جب مرزائیوں کے خلاف اسلام اور ملک سازشوں کی بیخ کُنی کے لیے تحریک ختم نبوت ﷺ چلی تو اہلِ اسلام نے حکومتِ وقت کو مجبور کر دیا کہ منکرینِ ختم نبوت ﷺ کو مُلکی آئین میں غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ اس زبردست تحریک کے نتیجے میں مرزائیوں کو سرکاری و آئینی سطح پر غیر مسلم (کافر) اقلیت قرار دے دیا گیا۔ قومی اسمبلی میں قائدِ اہلسُنت اور عالمی مبلغِ اسلام حضرت علامہ مولانا شاہ احمد نورانی نے اندرون و بیرون ملک اس فتنہ ریشہ دانیوں سے ارکانِ اسمبلی کو آگاہ کیا اور مرزا قادیانی کے تیسرے خلیفہ مرزا ناصر قادیانی کو زبردست دلائل سے شکستِ فاش دی۔ حکومت اور اپوزیشن نے متفقہ طور پر اُنھیں غیر مسلم اقلیت ڈکلیر (declare) کر دیا۔ ایک پریس کانفرنس کے دوران میں قائدِ اہلِ سُنت حضرت نورانی صاحب نے فرمایا تھا کہ اسمبلی میں اس فتنہ کو غیر مسلم اقلیت قرار دینا حضرت امیرِ ملّت پیر سیّد جماعت علی شاہؒ صاحب اور حضرت پیر مہر علی شاہؒ صاحب گولڑوی کی خدمات اور روحانی تصرفات کا نتیجہ ہے۔

امیرِ ملّتؒ کا روحانی خطاب

محترم صادق قصوری صاحب رقم طراز ہیں کہ 1974 میں جب تحریکِ ختم نبوت ﷺ ساحل کامیابی سے ہمکنار ہوئی کہ ملک کے سب سے بڑے بااختیار ادارے قومی اسمبلی نے مرزائیوں کو غیر مسلم قرار دے دیا تو میں نے چشمِ تصور سے دیکھا کہ حضرت امیر ملّتؒ کی روح انور اس دِن خوشی سے پھولے نہ سماتی تھی اور اپنی اولادِ امجاد سے ارشاد فرما رہی تھی "میرے بیٹو! میں نے زندگی بھر حق و صداقت کا ساتھ دیا اور جابر سے جابر سلطان کے سامنے کلمۂ حق کہنے سے کبھی گریز نہیں کیا۔ للہذا تم بھی ہر اُس تحریک کو کُچل دو، ہر اُس جماعت کے ساتھ جہاد کرو اور ہر اُس شخص کو کیفرِ کردار تک پہنچا دو جو ختمِ نبوت پر یقین نہیں رکھتا جو جنابِ رسالت مآب ﷺ کی نبوت پر ڈاکے ڈالتا ہے۔ میرے بچو! تم پر تحفظِ ختم نبوت کا دوہرا فرض ہے کیونکہ تم اُمت رسول اللہ ﷺ بھی ہو اور آل رسول ﷺ بھی۔ جاؤ!

میدانِ عمل میں نکل کر ہر اُس ہاتھ کو قلم کر دو جو توہینِ رسالت ﷺ کے لیے اُٹھتا ہے۔ ہر اُس زبان کو کاٹ کر رکھ دو جو گستاخِ رسول اللہ ﷺ کے لیے کھلتی ہے ہر اُس تنظیم کو ملیا میٹ کر دو جس کا مقصد دہر میں اِسمِ محمد ﷺ سے اُجالا کرنا نہیں ہے۔ اُٹھو! کمر ہمت باندھ کر نعرہ تکبیر و رسالت بُلند کرنے کے لیے تن، من، دھن کی بازی لگا دو۔ میری دُعائیں تمھارے ساتھ ہیں۔

حضرت پیر فیض الحسن شاہ آلومہاروی کا خراجِ عقیدت

آپؒ کی ان بے مثال مذہبی اور دینی خدمات سے متاثر ہو کر خطیب السلام حضرت صاحبزادہ پیر سیّد فیض الحسن شاہؒ صاحب سجادہ نشین آلومہار شریف ضلع سیالکوٹ (ف 1984) نے یوں خراجِ عقیدت پیش کیا تھا۔ وُہ فرماتے تھے:

'حضرت امیرِ ملّتؒ کی نوجوانی کے زمانے میں تمام مُلک ہندوستان میں کفر و ظلمت کا دور دورہ تھا۔ اُس وقت اسلام کو کسی ایسی اولوالعزم ہستی کا انتظار تھا جو تاریکیوں کو مٹا کر نورِ ایمان سے دلوں کو روشن کر دے۔ کفر و الحاد کا عقاب ہر طرف شکار کی تلاش میں گرم پرواز تھا اور ڈرے سہمے کلمہ گو گوشہ نشینی میں عافیت سمجھ رہے تھے۔ اگر ایمان کی بجلی کبھی گمراہی کے تاریک پردوں کو چاک کرتی تو اپنی شریں چشمی کی بدولت خلقت اُس روشنی سے فیض پانے سے محروم رہتی۔ عوام الناس عادات و اخلاق اور اعمال و افعال کے لحاظ سے کفر میں ایسے رنگ ہوئے تھے کہ اسلامی شان و امتیاز سے یکسر بیگانہ تھے۔ غیر اسلامی رسوم و شعائر کو دین و ایمان سمجھ بیٹھے تھے اور صبغتہ اللہ کے خُداوندی رنگ کا اُن کو احساس ہی نہ تھا۔

کافرانہ رواج اس قدر تھے کہ بے چاروں کو خُدا، رسول (جل جلالہ وعلیہ الصلوٰۃ والسلام) کی تعلیمات سے یکسر بیگانگی تھی۔ کفر و شرک کے پُجاری رُشد و ہدایت سے نبرد آزما تھے اور ہندوستان سے اسلام کا نام مٹا دینے پر کمر بستہ۔ غرض پورا برصغیر شمال سے جنوب اور مشرق سے مغرب تک اسپین میں اسلام کے آخری دور سے مماثل نظر آتا تھا۔ ایسے وقت میں جبکہ روشیں ویران اور آبجوئیں خُشک ہو چکی تھیں کہ اچانک ابرِ رحمت نمودار ہوا گلزارِ دو عالم میں آثارِ حیات ہویدا ہوئے اس کا تقاطر بہار آفریں اور مردہ زمین کو حیاتِ جاوداں بخشنے والا تھا۔ انسانیت کے پژمردہ چہرے پر رنگِ شباب نکھرنے لگا۔ بادِ

خزاں کے ہزیمت خوردہ درختوں کی شاخوں کواز سرنو خلقت برگ و بار عطا ہوئی کہ وُہ آفتاب عالم طلوع ہوا۔اس نیر اعظم نے شب و روز سفر کی صعوبتیں برداشت کر کے ان سرنگوں مسلمانوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کراُن کو بینا و روشن کر دیا اور اُن کے ظلمت کدے میں پہنچ کران کے تاریک ترین گوشوں کو منور و ضوفشاں کر دیا۔ان سیاہ ذروں کو تابندہ ستارے بنا دیا۔اُس مہر منیر نے اپنی تمازت عالم سے پژمردہ دلوں کو گرما دیا اور تازہ خون پیدا کیا خوابیدہ احباب کو جگایا ہوشیار کیا اور میدان عمل میں لا کھڑا کیا اور اُن سے کام لیا۔حالانکہ اُس وقت نہ کوئی واعظ تھا نہ وعظ کہنے والا۔نہ جلسہ تھا نہ جلوس، نہ انجمن تھی نہ کارکن۔یہ صرف امیر ملت سب کچھ تھے اور آپ نے تن تنہا احیائے دین کا بیڑا اٹھایا۔

اسلام ایک مکمل مذہب ہے ....۔آپ کا وجود ملتِ اسلامیہ کے لیے باعثِ برکت اور بردباری تھا۔ جس نے مردہ جسموں میں نئی روح پھونک دی اور دِلوں کے قبرستانوں میں جان ڈال دی۔جہاں آپ حلقہء صوفیاء میں ایک بڑے مقام پر فائز تھے۔وہاں پر آپ بُہت بڑے عالمِ دین، محدث، محقق، سیاستدان اور سماجی راہنما تھے۔قلم و قرطاس کی دُنیا میں بھی آپ کا اپنا ہی مقام تھا اپنے دور میں جس طرح روحانیت میں آپ کا کوئی ثانی نہ تھا۔اسی طرح اندازِ تکلم اور خطابت میں بھی بے مثال تھے۔علم، غیرت، فقر، زہد، سخاوت، شجاعت اور تقویٰ میں آپ کوہِ گراں تھے۔تاریخِ جدید میں ایسی جامع الصفات شخصیت کا نظر آنا محال ہے۔آپ کی دینی، روحانی، ملکی اور سیاسی سماجی، فلاحی خدمات کو دیکھ کر یونہی کہا جا سکتا ہے کہ خدا نے آپ کو پیدا ہی انہی خاص کاموں کے لیے کیا ہے کہ دینِ حق کی سربلندی کے لیے تجدید و احیائے دین۔غلبہ اسلام کی بحالی، مخلوق کی ہدایت اور اِس کی خدمت، ناموسِ رسالت کا تحفظ مسلمانوں کی آزادی کے لیے آپ اپنی کوششوں کو بروئے کار لائیں۔آپ نے حرفِ واعظ ہی نہیں کیے بلکہ مجاہدانہ کردار بھی آپ نے ادا کیا۔ آپ حکام کے پاس نہیں جاتے تھے بلکہ حکام آپکے پاس آتے تھے۔وطن عزیز کے مایہ ناز، ادیب، سکالر اور مقالہ نگار صاحبزادہ سیّد خورشید گیلانی نے حضرت امیر ملتؒ کو اِس طرح خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔

جس طرح کسی ہفت رنگ ہیرے کو سورج کے سامنے کیا جائے اور بدل بدل کر اُس کا کونہ شعاعوں کے برابر لایا جائے تو ہر رنگ اپنی بہار دکھاتا ہے کہیں سے زرقونی، کہیں سے عنابی، کہیں سے

سنہری، کہیں سے ازقونی، کہیں سے حنائی، کہیں سے بلوری اور کہیں سے احمریں عکس چھلکتا ہے۔اسی طرح اگرامیر ملت حضرت پیرؒ جماعت علی شاہ کی شخصیت اور خدمات کو وقائع وحوادث کے آئینے میں دیکھا جائے تو ہر زاویے سے نئی تصویراُبھرتی ہے اور وہ تصویر بہت ہی دلکش اور نظر نواز ہے کسی شخص کو تاریخ میں زندہ رکھنے کے لیے اس کا ایک ہی جاندار پہلو کافی ہوتا ہے۔کوئی محدث ہو،کوئی مفسر ہو،کوئی خطیب ہو،کوئی ادیب ہو،کوئی فلسفی ہو،کوصوفی ہو، کوئی سپہ سالار ہو،کوئی شاعر ہو یا کوئی سیاسی رہنما ہو۔بس ایک میدان کا مرد ہونا اس کی شناخت کے لیے بہت ہے لیکن امیر ملتؒ کے ہاں اِن کی دائمی زندگی اور مُستقل شناخت کے لیے اتنے پہلو ہیں کہ تاریخ جتنی بار کروٹ لے اس کی ہر کروٹ سے امیر ملتؒ اُبھر کر سامنے آئیں گے زمانہ جتنی بار گردش کھائے ہر گردش سے امیر ملتؒ کی تصویر نکھر کر سامنے آ کھڑی ہوگی اور وقت چاہے جتنے پہلو بدلے اِس کے ہر پہلو سے امیر ملتؒ نیا جنم لیتے دکھائی دیں گے ظاہر ہے جو شخص مولانا عبدالوہاب امرتسریؒ کا شاگرد اس کے یہ کمالات وہی نہیں ہوں تو اور کیا ہوگا۔ جس نے مولانا غلام قادر بھیری کے سامنے گھٹنے ٹیکے ہوں وہ اتنی خوبیوں کو اپنے اندر جمع کرنے پر قادر نہیں ہوگا تو اور کیا ہوگا؟ جس نے رشتہ قلمند مولانا محمد مظہر کھارنپوری سے جوڑا ہو تو وہ شریعت وطریقت کا مظہر نہیں بنے گا تو اور کیا ہوگا؟ جس نے مولانا فیض الحسن سے فیض پایا ہو اس سے ایک زمانہ فیض یاب نہیں ہوگا تو اور کیا ہوگا؟ جسے مولانا احمد حسن کانپوری سے صُحبت رہی ہو اس کی شخصیت میں حسن پیدا نہیں ہوگا تو اور کیا ہوگا؟ جسے مولانا ارشاد حسین رام پوری کا قرب مُیسر رہا ہو اس کے رشد وارشاد کے چرچے دُنیا میں نہیں ہوں گے تو اور کیا ہوگا؟ جس کے سر پر مولانا شاہ فضل رحمٰن مرادآبادیؒ کا دستِ شفقت رہا ہو اس پر اللہ کا فضل بارش بن کر نہیں برسے گا تو اور کیا ہوگا؟ جو مولانا شاہ عبدالحق الٰہ آبادیؒ کے درس میں پڑھتا رہا ہو وہ حق گوئی کا پیکر نہیں بنے گا تو اور کیا ہوگا؟ جو مولانا سیّد محمد علی مونگیریؒ کے حلقہ تدریس میں شامل رہا ہو اس پر محمد ﷺ اور علیؓ گوشہ دامانِ رحمت اور سایہ عاطفت نہیں ہوگا تو اور کیا ہوگا؟ جو مفتی محمد عبداللہ ٹونکیؒ کے مکتب کا فرد ہو وہ عبادت الٰہی میں سرمست نہیں ہوگا تو اور کیا ہوگا؟ جو قاری عبدالرحمٰن پانی پتی سے چار حرف پڑھا ہو وہ بڑے بڑوں کا پتہ پانی نہیں کرے گا تو اور کیا کرے گا؟ جو علامہ عمر ضیاء الدین استانبوی کا تربیت یافتہ ہو وہ چار دانگ عالم میں ضیاء پاشی نہیں

کریگا تو اور کیا کریگا جو میر محمد عبداللہ کی خدمت میں رہا ہو وہ امیر ملتؒ نہیں بنے گا تو اور کیا ہوگا؟ یہ وہ سب لوگ ہیں جو آپ کے اُساتذہ کرام ہیں۔

امیر ملتؒ کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ ایک شخص مجمع کیسے بن جاتا ہے اور اپنے اندر خوبیوں کو کس طرح سمیٹ لیتا ہے؟ عشق رسول ﷺ کا عالم ہے کہ مدینہ منورہ میں راہ چلتے ہوئے ان کے مرید کے نوکیلے پتھر لگنے سے وہاں راستے میں سویا ہوا کتا زخمی ہو جاتا ہے خون کی معمولی دھار نکلتی ہے تو امیر ملتؒ کی دھاڑ نکل جاتی ہے سر سے پگڑی اُتار کر اِس کی مرہم پٹی کرتے ہیں اور برہم ہو کر کہتے ہیں " ارے یہ تم نے کیا غضب ڈھا دیا۔ تمھیں نہیں معلوم کہ خدا جانے کون کون سے ولی کامل کیا کیا روپ دھر کر مدینے کی گلیوں میں پڑے ہوتے ہیں؟ زیارتِ حرمین کے شوق کی یہ کیفیت ہے کہ دو چار بار نہیں، درجن بھر نہیں بلکہ پچپن مرتبہ حج کی سعادت حاصل کی۔ دست سخی کا رنگ یہ تھا کہ حجاز ریلوے لائن کی تعمیر کے لیے 1910ء میں چھ لاکھ روپے عطیہ دیے جو آٹھ کروڑ بنتے ہیں۔ علم و تعلیم کی ترویج میں دلچسپی اتنی کہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کو تین لاکھ روپے نقد چندہ فراہم کیا۔ خانہ خُدا سے محبت کا رنگ دیکھیے کہ علی پور سیّداں کی مسجد نور پر آج سے پچھتر سال قبل چھ لاکھ روپے کی خطیر رقم صرف کی اور اِسے اس قدر شاندار بنا دیا کہ ہر مسجد میں عبادت تو ہوتی ہے۔ مسجدِ نور کو زیارت کے قابل بنا دیا عام طور پر صوفی اور پیر کا تصور اس کے بارے میں مجموعی تاثر یہ ہوتا ہے کہ یہ لوگ صرف حق ہو کی ضرب میں مشغول رہتے ہیں ان کی مجلس بس کرامات کے تذکروں سے معمور ہوتی ہیں ہر لحظہ تسبیح بدست اور نوافل میں مست الست رہتے ہیں۔ لیکن حضرت امیر ملتؒ کا معاملہ بہت جُداگانہ ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ جب آپ عالم جذب میں ہوتے ہوں گے تو دُنیا کی زمین پر ان کی اپنی ذات بھی وہاں راہ نہیں پاتی تھی۔ مگر جب اجتماعی معاملات ان کے سامنے آئے تو وہ یک دم زاہد سے مجاہد بن جاتے تھے۔ کوئی ایسی اجتماعی اسلامی تحریک نہیں جس میں آپ کا رول قائدانہ نہ رہا ہو۔ تحریکِ خلافت چلی تو آپ اُس کا ہراول دستہ بنے۔ مسجد شہید گنج کا مسئلہ آیا تو اس موقع پر آپ کو "امیر ملتؒ ملت" کے باوقار لقب سے نوازا گیا۔ مسجد کانپور شہید ہوئی تو آپ کا کردار غازیانہ رہا۔ غازی علم الدین شہید کا کیس چلا تو آپ پیش پیش تھے اور اس شہید کی محبت کا مزار بھی آپ نے بنوایا۔ ردِ قادیانیت میں 1904ء سے 1908ء تک کفن بردوش رہے اور تا زیست یہ فرض

نبھایا۔رہ گئی تحریکِ پاکستان تو برصغیر پاک و ہند کا وہ کونسا شہر، قصبہ، قریہ، گوشہ، کونہ یا چپہ ہے جہاں آپ کے قدم نہیں پہنچے۔ 1944ء میں سری نگر میں قائداعظم کی شاندار ضیافت کر کے قائد اور تحریکِ پاکستان کے ساتھ اپنی غیر مشروط محبت اور معاونت کا مظاہرہ کیا۔ مسلم لیگ کی حمایت کے سلسلے میں مشائخ کرام کی قیادت فرمائی۔ 1925ء میں مراد آباد میں آل انڈیا سنی کانفرنس ہوئی ۔ 1935ء میں اسی نوع کی کانفرنس بدایوں میں منعقد ہوئی اور مشہور عالم سنی کانفرنس، 1948ء میں بنارس شہر میں برپا ہوئی۔ جس کی صبح کا حسن ہمارے اردو ادب کا حسین استعارہ ہے اور حقیقت ہے کہ بنارس ہی کی کانفرنس قیامِ پاکستان کے لیے نوید صبح ثابت ہوئی، ان تینوں کانفرنسوں کی صدرات کا اعزاز آپؒ کو حاصل ہوا۔ واقعہ یہ ہے کہ اس مردِ قلندر نے علی پور جیسے دور اُفتادہ قصبے میں بیٹھ کر خود کو محسوس نہیں کر لیا تھا بلکہ ہر قوم میں اپنے آپ کو محسوس کرایا۔ وہ گوشہ عافیت کے آدمی نہیں تھے بلکہ جادہ مزاحمت کے راہی تھے۔ وہ محض مراقبہ و ذکر کرنے والے نہیں ملت کی فکر رکھنے والے تھے۔ وہ شب بیدار بھی تھے اور میدان سیاست و قیادت کے شہسوار بھی تھے۔ اگر چہ وہ زاہد مرتاض تھے لیکن ساتھ ساتھ اسلامیان ہند کے ماہر فیاض بھی تھے۔ تبھی تو مولانا شوکت علی نے آپؒ کو "سنوسیٔ ہند" کا لقب دی۔ آپ فقط خلوت کی نہیں مرجعیت کی شان رکھنے والے تھے۔ علم و شریعت کے کتنے آفتاب و ماہتاب تھے جو علی پور سیّداں کی چمک دیکھنے آئے۔ اُمور سے سیّد دیدار علی شاہ چل کر آئے، کچھوچھے سے سیّد محمد احمد یہاں پہنچے، مراد آباد سے مولانا ابوالحسنات قادری کا آنا ہوا۔ اسی طرح نامور شخصیات بھی حصول فیض اور شرف ملاقات کو بے تاب رہیں۔ سر آغا خان، نواب وقار الملک، مولانا شوکت علی، نواب احمد یار دولتانہ، سر شاہنواز ممدوٹ، نواب افتخار الدین، مولانا ظفر علی خان، مولانا عبدالستار خان نیازی اور مولانا ممتاز دولتانہ بھی آپ کی دُعا، تعاون اور تعلق کے طالب رہے۔

حضرت امیر ملتؒ کو ہمہ پہلو ذات ان کی روشن خدمات اور آپ کے امت سے درد کے لیے جذبات کو سامنے رکھ کر میرا قلم یک بیک اور بے ساختہ اس موضوع پر اُٹھ جاتا ہے کہ آج بھی مشائخ کرام پر لازم ہے کہ وہ اپنے بزرگوں کی روایات کے مطابق معاشرے میں پیشوا کا کردار ادا کریں۔ جہاں پہلے اندھیرے رہتے ہوں وہاں مشائخ بھی مقتداء کے بجائے مقتدی بن جائیں تو روشنی کہاں

سے آئے گی؟ اگر مشائخ بھی قناعت پر آمادہ ہو جائیں تو قیادت کون سنبھالے گا؟ اگر مشائخ بھی حکمرانوں کے پہلو میں آسائش اور عزت تلاش کرنے میں لگ جائیں تو عزیمت و استقامت کی مثال کون بنے گا؟ اگر مشائخ بھی اطلس و کمخواب کے لباس اوڑھنے پہ لگ جائیں تو غریبوں کی آس کون بندھائے گا؟ ایک بار نواب افتخار ممدوٹ نے حضرت امیر ملتؒ کے پاس آنا تھا۔ آپ نے مدینہ منورہ کا کھدر پہن رکھا تھا۔ خادم نے کہا قبلہ! ذرا لباس تبدیل کر لیجیے۔ آپؒ نے فرمایا اس وقت میرے بدن پر مدینے کا کھدر ہے اس کے ہوتے ہوئے کسی کی نوابی اور ممدوٹی نہیں چلتی۔

میں سوچتا ہو بلکہ دِل ہی دِل میں کڑھتا ہوں کہ اتنا زوردار قلم کہاں سے لاؤں، جو مشائخ کی داستانِ فضیلت و عظمت ایسے انداز میں لکھے کہ انھیں یقین ہو جائے کہ وُہ خاک بازی کے لیے نہیں بلکہ اندیشہ فلاح کی اصلاح کے لیے پیدا کیے گئے ہیں۔ میں ایسے الفاظ کہاں سے لاؤں جن کا ایک ایک شوشہ مشائخ کرام کی شان کا ترجمان بن جائے اور وہ جان جائیں کہ ان کے دامن فقر میں پیوند تو ہر دور میں رہے ہیں لیکن دھبہ کبھی دکھائی نہیں دیا۔ میں ایسے پیرایہ بیاں کہاں سے ڈھونڈوں جو مشائخ کرام کو ان کے منصب اور نسبت کا توانا احساس دلائے کہ حکمرانوں کے یہ پایہء تخت چوبی ہیں اور سخت بے تمکیں ہیں جبکہ مشائخ کی مسند دراصل رسول خدا ﷺ کی مسند ہے جسے نہ وقت کی کروٹیں کمزور کر سکتی ہیں اور نہ زمانے کی آندھیاں اپنی جگہ سے ہٹا سکتی ہیں یہ حکمران زروجاگیر اصل نہیں سایہ ہے جو وقت کے ساتھ ڈھل سکتا ہے جبکہ مشائخ کی عزت علم سے اور طاقتِ عرفان سے ہے جسے نہ آگ جلا سکتی ہے اور نہ زمین کھا سکتی ہے۔ مشائخ کسی حکمران کا پہلوئے عاطفت کیوں تلاش کرتے ہیں؟ مانا کہ صدر مملکت کا گھر سنگ مرمر کی سِلوں سے آراستہ ہے مگر پھر بھی خانہ خدا کی نیچی اور ٹیڑھی اینٹوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا تسلیم کہ گورنر ہاؤس فانوسوں سے آراستہ ہے مگر مسجد کے مٹی کے دیئے سے زیادہ مقدس نہیں۔ بلاشبہ ایوانِ صدارت اور قیصرِ وزارت میں بیش و بہا قیمتی قالین ہوتے ہیں مگر مسجد کی چٹائی کا ایک تنکا ان سے زیادہ پاکیزہ اور لائق احترام ہے۔ صدارتی محل کی مرمریں راہداریوں کو جوتے کے تلووں سے لتاڑا جا سکتا ہے لیکن مسجد کے بچے کچے صحن پر صدرِ مملکت کو بھی اپنی پیشانی رگڑنی پڑتی ہے۔ فرمایے کس کا مرکز اچھا اور کس کی نسبت بڑی ہے؟ فقیروں کی یا حکمرانوں کی؟ اگر مشائخ بھی حکمران کی

باہوں میں باہیں ڈال کر ان سے بیقرار ہو جائیں ان سے ملاقات کو ملاقات مسیحا و خضر کا درجہ دیں تو امام احمد بن حنبلؒ اور مجدد الف ثانیؒ کی میراث کون سنبھالے گا؟ اہلِ اللہ تو سوکھے ٹکڑے کھا کر گھر سے نکلتے اور مرغ دہانی کی قابو کو اپنے خندہ استہزائے سے پھیکا بنا دیتے تھے مٹی کا پیالہ ہاتھ میں لے کر میخانے وساغر کی محفل کا رنگ بدل کر آتے تھے دو پیسے کی ٹوپی سر پر رکھ کر جاتے اور تاج وکلاہ کو تار تار کر کے آتے تھے۔ دانائے راز اقبال نے اسی لیے تو کہا ہے

نہ تاج وتخت میں نہ لشکر و سپاہ میں ہے
جو بات مردِ قلندر کی بارگاہ میں ہے

ماشاء اللہ میں بڑے فخر سے کہتا ہوں کہ حضرت امیر ملتؒ کی ساری اولادِ پاک حضرت کے مشن کو جاری وساری رکھے ہوئے ہے اور کسی امیر یا غریب میں کبھی کوئی فرق روا نہیں رکھا۔ غریب سے پوچھیے تو وہ کہے گا کہ سرکار مجھ سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔ حضرت کی ساری اولاد پاک اپنے سارے یارانِ طریقیت پر خاص مہربانی فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ اس خاندان کو تا قیامت شاد و آباد رکھے آمین۔

امیر ملتؒ کا تحریکِ پاکستان میں کردار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت امیرِ ملتؒ آپ مردِ مجاہد اور صحیح معنوں میں نبی اکرم ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا رکھنے کے لیے ہمہ تن جدوجہد کرتے رہے۔ آپ نے اِسی کوشش کو جاری رکھتے ہوئے مسلم لیگ کا بھرپور ساتھ دیا اور قائداعظم کی راہنمائی فرمائی اور مسلم لیگ کے اکثر جلسوں کی صدارت فرماتے ہوئے برصغیر کے مسلمانوں کو مسلم لیگ کو ووٹ دینے کی ترغیب دی آپ کی حیاتِ مبارکہ مذہبی اور سیاسی خدمات سے عبارت ہے۔ آپ نے پاک و ہند میں مشرق سے لے کر مغرب تک اور شمال سے جنوب تک دورے فرما کر سوئی ہوئی قوم کو خوابِ غفلت سے بیدار کیا اور فتنہ ارتداد تبلیغی شدھی تحریک، خلافت تحریک، ہجرت تحریک، آزادی کشمیر تحریک، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی،

انجمن حمایت الاسلام لاہور، تحریک مسجد شہید گنج لاہور، غرض برصغیر کی تمام مسلم مفاد تحریکوں میں مجاہدانہ اور قائدانہ کردار ادا کیا۔ تحریکِ پاکستان میں آپ کا کردار تاریخ کا ایک سنہری باب میں اور نزادنوں کے لیے مشعل راہ ہے۔ 1906ء جب ڈھاکہ میں سرکردہ لیڈروں مثلاً مولانا محمد علی جوہر، نواب محسن الملک، نواب وقار الملک، حکیم اجمل خان اور جسٹس شاہ دین ہمائیوں وغیرہ نواب سلیم اللہ خان والی ڈھاکہ میں سر جوڑ کر بیٹھے اور مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے آل انڈیا مسلم لیگ کے نام سے سیاسی تنظیم کی بنیاد رکھی تو حضرت امیر ملت حافظ پیر سیّد جماعت علی شاہ صاحب محدث یگانہ کی میلانات طبع اس طرف ملتفت ہونے لگی۔ آپ نے اِس کے سیاسی کارکنوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھا اور قدم قدم پر اُن کی حمایت فرماتے رہے۔ 1936ء میں جب محمد علی جناح مسلم لیگ کے قائداعظم بنے اور دو قومی نظریہ کی آواز بلند کی تو برصغیر میں سب سے پہلے حضرت امیرِ ملتؒ ہی نے قائداعظم کو اپنے مکمل اور بھرپور تعاون کا یقین دلایا۔ آپ اُس وقت حیدرآباد دکن انڈیا میں تشریف فرما تھے۔ وہاں سے قائداعظم کے نام ایک ہمدردانہ اہمیت و محبت سے بھرپور خط لکھا اور آپ کے لیے بہت سے تبرکات بمبئی کے پتے پر ارسال کرتے ہوئے تحریر فرمایا کہ قوم نے مجھے امیرِ ملتؒ فرمایا ہے اور آپ مسلمانوں کے لیے علیحدہ ملک کے قیام کے لیے کام کر رہے ہیں۔ وہ میرا کام تھا لیکن میں سو سال کے قریب عمر کا ضعیف ناتواں ہو۔ یہ بوجھ اَب آپ پر آن پڑا ہے میری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اِس مشن میں کامیابی عطا فرمائے میں اپنی دُعاؤں کے ساتھ آپ کی مدد کرنا اپنا فرض اوّلین سمجھتا ہوں۔ میں اور میرے متوسلین آپ کے ممد و معاون رہیں گے۔ آپ مطمئن رہیں۔ اِس کے بعد حضرت امیرِ ملتؒ نے اپنے تبلیغی اور روحانی دوروں کے دوران پشاور سے راس کماری تک مسلم لیگ کا پیغام گھر گھر پہنچایا۔ یہاں تک مسلم لیگ برصغیر میں چند سالوں میں ہی مقبول عام جماعت بن گئی کیا بوڑھے کیا جوان اور کیا بچے سب کی زبان پر ایک ہی نعرہ گونجنے لگا۔ مسلم لیگ زندہ باد۔ حضرت امیرِ ملتؒ نے اپنے صاحبزادگان خلفاء اور یارانِ طریقت کو حکم دیا کہ وہ دل و جان سے مسلم لیگ کی حمایت کریں اور قائداعظم کے سپاہی بن کر مسلم لیگ کو اپنے دلوں کی دھڑکن بنالیں۔ جیسا کہ مسلم لیگ کے نامور سپاہی پیرزادہ محمد انور عزیز چشتی بیان کرتے ہیں۔ 1936ء میں میرے پیرو مرشد امیر ملت حافظ سیّد جماعت علیؒ شاہ صاحب نے میرے والد صاحب کو مشورہ دیا اور اُن سے اجازت طلب کی کہ وہ میری زندگی مسلم لیگ کے لیے قائداعظم کے

ایک سپاہی کی حیثیت سے وقف کرنا چاہتے ہیں۔ میرے والد صاحب نے اپنے پیر و مُرشد کے حکم کو قبول کرتے ہوئے مجھے مسلم لیگ میں شامل ہونے کی اجازت دے دی۔ اپریل 1936ء کی ایک گرم دوپہر کو آل انڈیا مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کا جب اجلاس لاہور میں موچی دروازے برکت علی محمد ہال میں منعقد ہوا تھا تو میں نے اجلاس کے وقفے کے دوران مسٹر محمد علی جناح کو اپنے پیر و مُرشد اور اپنے والد صاحب کے دو خطوط پیش کیے جن میں اِن دونوں ہستیوں نے میرے لیے تحریر کیا تھا کہ ہمارا یہ بیٹا بہت اچھا مقرر ہے ہم نے اِس کی زندگی مسلم لیگ کے لیے وقف کر دی ہے اسے اپنے ساتھیوں میں شامل کر لیں۔ مسٹر محمد علی جناح۔ نے بہت خوشی کا اظہار کیا اور مولانا شوکت علی سے فرمایا کہ یہ نوجوان منٹگمری (موجودہ ساہیوال) میں ہمارا مجاہد رہا ہے۔ ماہ اپریل 1938ء کے شروع شروع حضرت امیرِ ملتؒ نے کوہاٹ، پشاور اور راولپنڈی کا دورہ فرمایا اور کانگریس کے خوب بھید کھولے اور مسلم لیگ کی تائید و حمایت میں معتبر دلائل کے ساتھ اپنی تقریریں کیں۔ جن کے ذریعے عوام کو نہ صرف کانگریس کے کرتوتوں پر اُبلنے کا عوام کو پتہ چلا بلکہ مسلم لیگ کے بہترین موقف کے متعلق عوام کو آگاہی ہوئی۔

کوہاٹ میں ایک عظیم الشان اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے مسلمانوں کو نصیحت فرمائی کہ سب مسلمان آپس میں مُتفق ہو کر اسلامی جھنڈے تلے آجاؤ۔ ہندو مسلمان کا ہرگز خیرخواہ نہیں ہو سکتا۔ آج کل اطرافِ عالم میں جو مظالم ہندوؤں کی طرف سے مسلمانوں پر ڈھائے جا رہے ہیں۔ کسی فرد و بشر سے پوشیدہ نہیں۔ ایسے مظالم کو دیکھ کر اب بھی کوئی مسلمان ان سے میل جول رکھے خواہ وہ مولوی ہو یا عالم۔ اُس کو اسلام سے کیا تعلق اور مسلمانوں کو اِس سے کیا ملاپ۔ ایسے نام نہاد مولویوں سے اُن کو تقویت پہنچتی ہے اور وہ مسلمانوں کے خلاف ظلم کر رہے ہیں۔ آخر میں آپ نے دُعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں میں اتفاق پیدا فرمائے اور متحد ہو کر رہیں اور ایسے مسلمانوں سے جو صرف نام کے مسلمان ہیں اور ہندوؤں کی پرستش کرتے ہیں اُن کے اور اُن کے حکم کی بجا آوری کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو بچائے آمین ثم آمین۔

22 اپریل 1938ء کو جامع مسجد کلاں میانہ پور سیالکوٹ میں جمعۃ المبارک کا خطبہ فرماتے ہوئے حضرت امیرِ ملتؒ نے ارشاد فرمایا۔ حقانیت اسلام کے موضوع پر اڑھائی گھنٹے ایمان افروز اور باطل کو ختم کرنے والا خطاب فرمایا۔ مسلمانو! آج ایک جھنڈا اسلام کا ہے اور دوسرا کفر کا تم کس کے سائے

تلے رہنا پسند کرتے ہو۔اس کے جواب میں تمام حاضرینِ محفل نے یک زبان ہو کر آواز بُلند کی کہ اسلامی جھنڈے کے سائے تلے۔ پھر حضرت امیرِ ملتؒ نے کلمہءشہادت تمام حاضرینِ محفل سے پڑھوا کر وعدہ لیا سب نے ہاتھ بلند کر کے کہا کہ ہم کفر کے جھنڈے کے نیچے ہرگز جانا پسند نہیں کریں گے۔اپنی گردنیں کٹوا دیں گے مگر اسلام پر قائم رہیں گے اور جو مسلمان کافروں سے جا ملے ہیں اُن سے ہر قسم کا تعلق ختم کر دیں گے اور نہ اُن کی نمازِ جنازہ میں شرکت کریں گے اور نہ اُن کو اپنے قبرستان میں دفن کریں گے۔

11 مئی 1938ء کو انجمن خدام صوفیہ علی پور سیّداں کے پنتیسویں (35) سالانہ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے پُر جوش لہجے میں فرمایا۔اے ہندوستان کے تمام مسلمانو! آپ سب پر لازم ہے کہ مسلم لیگ میں شامل ہو جاؤ کیونکہ اِس وقت کفر اور اسلام کی آپس میں جنگ ہے ایک طرف کفر کا جھنڈا ہے دوسری طرف اسلام کا پرچم جو مسلم لیگ کا ہے تمام مسلمانوں کے لیے لازم ہے بلکہ ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ اِس وقت مسلمانیت کے بچانے کے لیے اور اسلام کی حفاظت کے لیے سر جوڑ کر سر دھڑ کی بازی لگا دیں اس موقع پر حضرت امیرِ ملتؒ نے قائداعظم کی ملت اسلامیہ کے لیے گراں قدر خدمات اور سر توڑ کوششوں کا لوگوں کو بتاتے ہوئے دُعا فرمائی کہ اللہ تبارک تعالیٰ اِس مقصد میں کامیابی عطا فرمائے۔

20 اکتوبر 1938ء کو آپ نے صوبہ سرحد کے تمام یارانِ طریقت کو خصوصی پیغام بھیجا کہ وہ مسلم لیگ میں شامل ہو کر آزادی کی نعمت حاصل کرنے کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا دیں۔ دسمبر 1938ء میں آپ براستہ کراچی حج کی ادائیگی کے لیے روانہ ہوئے۔آپ کے ساتھ بخشی مصطفٰے علی خان خلیفہ امیرِ ملتؒ وفات 1947ء تھے۔جہاز کی روانگی کے انتظار میں چار دِن کراچی میں رُکنا پڑا۔ اُنہی دِنوں میں شہر کے قاضی نے حضرت صابرؒ سے دریافت کیا کہ مسلم لیگ کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے۔یہاں صوبہ سندھ میں مسلمانوں کی دو جماعتوں میں بٹ گیا ہے ایک کانگریس ہے اور دوسرے مسلم لیگی اور دُونوں ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں کہ ہماری جماعت میں شامل ہو جاؤ۔آپ نے اُسی وقت قاضی سے ارشاد فرمایا کہ قاضی آپ کے سامنے دو جھنڈے ہیں ایک حق کا ہے اور دوسرے پر کفر کی مہر ہے پھر فرمایا کہ آپ کونسا پسند کریں گے۔مرنا بھی ہو تو کیا باطل کے علم کے نیچے پسند کرو گے۔قاضی

صاحب نے عرض کی حضور مسئلہ سمجھ میں آ گیا ہے۔

1939ء میں برصغیر میں جب پاکستان کی آواز بلند ہو رہی تھی لیکن کو اس کی علمی اور عملی صورت کو واضع طور پر متعینہ شکل وصورت ابھی تک پیش نہیں کر سکا تھا۔ حضرت امیرِ ملتؒ نے اپنے خاص مرید پروفیسر ڈاکٹر سیّد ظفر الحسین، صدر شعبہ فلسفہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ 1939ء کو اس کام پر لگا یا۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنے شاگرد ڈاکٹر افضال حسین قادری کے تعاون سے ستمبر 1939ء میں ایک سکیم چارٹ اور نقشہ جات کے ذریعے مقدمہ بعنوان ہندوستان کے مسلمانوں کا مسئلہ اور اس کا حل مسلم لیگ کمیٹی کے سامنے پیش کیا جسے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے تمام اُساتذہ کرام کا زبردست بیان سکیم کی حمایت وتائید میں شائع ہوا۔ جلد ہی یہ سکیم پورے برصغیر میں ہر دل کی دھڑکن بن گئی۔ تحریکِ پاکستان کی تاریخ میں علی گڑھ کی سکیم ایک نشانِ اعظم کا درجہ رکھتی ہے۔ ڈاکٹر سیّد ظفر الحسین کا خیال تھا کہ ہندوستان کے تمام مسلمانوں کی اپنی ایک علیحدہ پہچان ہے جو غیر مسلموں سے ہر لحاظ سے مختلف ہے۔ اُس سکیم نے ہندوستان کو تین خود مختار وفاقوں میں تقسیم کرنے کا مشورہ دیا تھا جن میں سے ایک شمال مغرب میں واقع چار مسلم اکثریتی صوبوں اور متعدد چھوٹی ریاستوں پر مشتمل ہو۔ جس کے لیے انہوں نے خصوصی تجویز پیش کی۔ ڈاکٹر صاحب نے یہ تجویز بھی پیش کی کہ ان تینوں وفاقوں کو دفاع اور حملے کے باہمی اتحاد کے لیے اجازت ضرور دی جائے۔

1939ء میں جب کانگریس کے مقابلے میں مسلم لیگ کو فتح حاصل ہوئی اور کانگریس وزارت سے ہٹ گئی تو مسلمانوں میں ہر طرف خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ اِس پر مسٹر محمد علی جناح نے 2 دسمبر 1939ء کو تمام مسلمانوں سے اپیل کی کہ وہ 22 دسمبر 1939ء کو بروز جمعۃ المبارک یوم نجات منائیں گے اور بعد از نمازِ جمعہ دو نفل اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں برائے شکرانہ ادا کریں گے کہ اُس نے ہندوستان اور انگریز کی غلامی سے مسلمانوں کو بچالیا۔ اِس فیصلے کو مسلمانوں اور دوسرے فرقوں نے جوش و خروش سے قبول کیا پورے برصغیر میں جگہ جگہ جلسے منعقد ہوئے۔ جن میں کانگریس کی حکومت کے ظلموں کا ذکر کیا گیا اور اُن سے نجات پانے کا شکر ادا کیا گیا۔ حضرت امیرِ ملتؒ نے دربار عالیہ علی پور سیّداں میں شایانِ شان یوم نجات منانے کا اہتمام فرمایا۔ تاریخی مسجد نور میں لوگوں کی کثیر تعداد کے ساتھ نماز جمعہ ادا کرنے کے بعد آپ نے شکرانے کے نفل ادا کئے اور پھر دلکش انداز میں حاضرین سے مخاطب ہوئے

اور اپنے وہی الفاظ جو آپؒ اپنے خصوصی خطابات میں فرمایا کرتے تھے۔ "دو جھنڈے ہیں، ایک جھنڈا اسلام کا ہے اور دوسرا کفر کا تو مسلمانوں تم کس جھنڈے کے نیچے رہنا پسند کرتے ہو سب نے حسب سابق بلند آواز میں اسلام کے جھنڈے پر لبیک کہا" تب آپؒ نے کہا کہ اگر مسلمان کفر کے جھنڈے کے نیچے کھڑا ہو تو کیا تم اُس کے نمازِ جنازے پڑھو گے تو سب نے یک زبان ہو کر انکار کر دیا پھر آپؒ نے دریافت کیا کہ کیا تم لوگ اُس کی قبر اپنی قبروں کے نزدیک بنانا پسند کرو گے تو سب نے ایک بار پھر اُسی انداز میں انکار کر دیا جسے پہلے پر کیا تھا۔ بعد ازاں اعلیٰ حضرتؒ نے فرمایا اس وقت سیاسی میدان میں اسلامی جھنڈا مسلم لیگ کا ہے اور ہم بھی مسلم لیگ کا ساتھ دیں گے۔ اس لیے سب مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ مسلم لیگ میں شامل ہو جائیں۔ اس سے نا صرف ہماری بقاء ہے بلکہ اسلام کی بقاء ہیں۔

جیسے جیسے قائداعظم کی زریں قیادت اور مسلم لیگ کی خدمات، نکھر کر لوگوں کے سامنے آتی گئیں تو دوسری جانب اعلیٰ حضرت امیر ملتؒ کی محبت اور بڑھتی گئیں اور آپؒ نے مسلم لیگ کے لیے اپنی توجہات میں مزید اضافہ کر دیا۔

23 مارچ 1940ء کو اقبال پارک لاہور میں آل انڈیا مسلم لیگ کا اجلاس "قراردادِ لاہور" منعقد ہوا۔ تو حضرت امیرِ ملتؒ نے آل انڈیا سنی کانفرنس کی نمائندگی کے لیے پیر صاحب آف مانگی شریف (وصال 1960ء)، مولانا عبدالحامد بدایونی (وصال 1970ء)، مولانا عبدالغفور ہزاروی، وزیر آباد (وصال 1970ء) اور پیر عبدالعزیز کوڑی شریف (وصال 1978ء) کو قرارداد میں شمولیت کے لیے بھیجا جبکہ مجاہدِ ملت مولانا عبدالستار خان نیازی نوجوانوں کی طرف سے اس اجلاس میں شامل تھے۔ یہ سب حضرات مسلم لیگ کے باقاعدہ جانثار سپاہی تھے۔ اِس موقع پر حضرت امیرِ ملتؒ نے ایک بیان جاری کیا کہ مسلم لیگ ایک ایسی جماعت ہے جو مسلمانوں کے لیے آزادی کی راہ میں ایک مشعل کی مانند ہے۔ اس لیے اے مسلمانو! اِس جماعت میں شامل ہو جاؤ۔ اگر اِس میں شامل نہ ہو گے تو تمھارا کوئی پُرسانِ حال نہ ہوگا۔ اگر تم یہ کہوں کہ کانگریس بھی مسلمانوں کی ہمدرد ہے تو کانگریس سے اس بات اُمید نہ رکھنا کہ وہ مسلمانوں کی حمایت کرے گی اور اگر تم اس اُمید سے کہ کانگریس میں بھی مسلمانوں شامل ہے اور یہ مسلمانوں کے لیے بھی کام کرے گی تو یہ سوچ تمھاری زندگی کی سب سے بڑی نادانی ہوگی۔

قراردادِ لاہور کے بعد قائداعظم قومیت کی بنا پر جُداگانہ حکومت کا نظریہ منوانے میں کامیاب

ہو گئے تھے۔حضرت امیرِ ملتؒ نے 23 مارچ 1940ء کو قراردادِ پاکستان کے موقع پر قائدِاعظم کو دِل کی گہرائیوں سے مبارکباد بھیجی اور اپنی بھرپور حمایت کا یقین دلایا۔خط کا مضمون یہ تھا کہ فیقر میں نو کروڑ جمعیہ اہلِ اسلام ہند دل و جان سے آپ کے ساتھ ہے اور آپ کی کامیابی پر آپ کو مبارک باد دیتے ہیں اور آپ کی ترقی کے مدارج کے لیے دُعا گو ہیں۔ 26 جولائی 1943ء کو ظہر کے وقت ایک نامراد رفیق صابر نامی شخص آف مزنگ لاہور نے بمبئی میں قائدِاعظم پر قاتلانہ حملہ کیا۔حملہ کی خبر اُسی وقت شام ریڈیو بمبئی نے نشر کی۔حضرت امیرِ ملتؒ اُن دِنوں حیدر آباد دکن میں تشریف فرما تھے۔دس بجے قائدِملت نواب بہادر یار جنگ (وصال 1944ء)، صدر آل انڈیا اسٹیٹس و صدر اتحادِ المسلمین حیدر آباد دکن پریشانی کے عالم میں حضرت امیرملتؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ غم سے بھرپور خبر سنائی۔ آپ کو اِس خبر سے بہت تکلیف ہوئی۔افسوس ہوا۔آپ نے فوراً قبلہ رُخ ہو کر قائدِاعظم کی صحت و سلامتی، درازعمری اور اُن کے مقاصد کی تکمیل کے لیے دُعائیں مانگیں۔دوسرے دِن آپؒ نے قائدِ اعظم محمد علی جناح کی طرف عیادت (مزاج پُرسی) کے طور پر ایک نادر قلمی نسخہ "قرآن مجید" ،ایک مخملی جانماز، ایک تسبیح، ایک شال، ایک نرم ذمی بہت سے دوسرے تحائف اور ایک خط اپنے محبوب خلفیہ حضرت بہشتی مصطفٰے علی خان صاحب کے ہاتھ قائدِاعظم کو روانہ کیا۔ خط کا متن کچھ اس طرح تھا۔اسلام علیکم ورحمتہ اللہ برکاتہ، اُمید ہے اَب آپ اللہ تعالٰی کے فضل و کرام سے بخیریت ہوں گے۔قوم نے مجھے امیرملت اور آپ کو قائدِاعظم مقرر فرمایا۔

امیر ملت ہونے کے ناتے مجھے پاکستان بنانے کے لیے وہ کوششیں کرنی چاہیے جو آپ کر رہے ہیں اور یہ کام بھی میرا ہی ہے لیکن میری عمر سو سال سے زیادہ ہے۔میں ضیعف ار ناتواں شخص ہوں۔میرے کام کا بوجھ اب آپ کے کاندھوں پر آن پڑا ہیں اور میں اُمید کرتا ہوں کہ آپ اس کو پایا تکمیل پر پہنچائے گے جبکہ انشاء اللہ میں بھی آپ کی اس سلسلہ میں ہر قسم کی مدد کرنا اپنا فرض اولین سمجھوں گا۔آپ مطمئین رہیں اللہ تعالٰی کا فضل و کرم آپ کے شاملِ حال ہے۔ان شاء اللہ پاکستان بن کر رہے گا۔ایسے نیک کاموں میں رکاوٹیں آتی رہتی ہیں۔نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ دُشمنی کی، فرعون نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی مخالفت کی۔ابوجہل نے ہمارے پیارے نبی تاجدارِ مدینہ ﷺ کے راستے میں رکاوٹیں ڈالنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا لیکن ان سب کو اپنے مقاصد میں کامیابی حاصل نہ ہو

سکی۔ بلکہ ہمیشہ حق ہی غالب آیا۔ اَب جو حملہ آپ پر ہوا وہ آپ کی کامیابی کی دلیل ہے میں آپ کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ آپ انشاءاللہ اپنے مقصد میں کامیاب ہونگے۔ اِس مقصد میں آپ خواہ کتنی ہی مصیبتوں اور پریشانیوں کا سامنا کیوں نہ کرنا پڑے۔ تو آپ پرواہ نہ کریں، پیچھے نہ ہٹیں۔ اللہ تعالیٰ جس شخص کو کامیاب کرنا چاہتا ہے۔ اُس کے دُشمن پیدا کر دیتا ہے۔ میں دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے دشمنوں کو ذلیل خوار کرے اور آپ کو کامیابی اور کامرانی عطاء کرے۔ آپ بھی وعدہ کریں کہ آپ اپنے مقصد میں پیچھے نہ ہٹیں گے۔ بخشی صاحب یہ خط اور تحائف لے کر بمبئی قائداعظم کی علاج گاہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ ڈاکٹروں نے قائداعظم سے ملاقات پر پابندی لگا رکھی ہے اور وہ خط اور تحائف محترمہ فاطمہ جناح کی تحویل میں دے کر واپسی پر حضرت امیر ملت کو خریت مزاج سے مطلع کیا۔ چند روز بعد 11 اگست 1943ء کو قائداعظم محمد علی جناح کی جانب سے جوابی لکھا ہوا خط موصول ہوا۔ جس میں قائداعظم محمد علی جناح نے آپ کو دُعا سلام کے بعد لکھا تھا کہ جب تک آپ جیسے بزرگ ہستیوں کی دُعائیں میرے شامل حال ہے۔ میں اور مسلمان قوم انشاءاللہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوں اور میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ میری راہ میں کتنی رکاوٹیں اور تکلیفیں کیوں نہ آئیں میں اپنے مقصد سے کبھی پیچھے نہ ہٹوں گا۔ آپ نے قرآن شریف اِس لیے عنایت فرمایا ہے کہ میں مسلمانوں کا لیڈر رہوں۔ جب تک قرآن شریف اور دین کا علم نہ ہو میں کیسے لیڈری کر سکتا ہوں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ قرآن پڑھوں گا۔ انگریزی ترجمے میں نے منگوا لیے ہیں۔ ایسے عالم کی تلاش میں ہوں۔ جو مجھے انگریزی میں قرآن پاک کی تعلیم دے سکے۔ جاءنماز آپ نے اِس لیے عطا کیا ہے جب میں نماز نہیں پڑھتا۔ اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں مانتا تو مخلوق میر حکم کیسے مانے گی۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ نماز باقاعدگی سے پڑھوں گا۔ تسبیح آپ نے اِس لیے بھیجی ہے کہ میں اس پر درود و سلام پڑھوں جو شخص اپنے پیغمبر ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت طلب نہیں کرتا۔ اُس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کبھی نازل نہیں ہوتی میں اِس ارشاد کی تعمیل بھی کروں گا۔ جب قائداعظم کا خط حضرت امیرِ ملتؒ کو پڑھ کر سُنایا گیا تو آپ بہت خوش ہوئے آپ نے فرمایا میں حیدرآباد دکن میں بیٹھا ہوں اور جناح صاحب بمبئی میں ہیں اتنی مسافت پر اُن کو میرے دل کی خبر کیسے ہوگئی حالانکہ میں نے دِل کی بات کا کسی سے تذکرہ نہیں کیا بیشک جناح صاحب ولی اللہ ہیں کہ انہوں نے میرے دِل کی بات جان لی۔

1944ء میں حضرت امیرِ ملتؒ نے ضلع ہوشیار پور کا دورہ کر کے مسلم لیگ کے پیغام کو عام کیا اور لوگوں کو تحریکِ پاکستان کی طرف گامزن کیا۔ایک ایسے ہی جلسے کی روئیداد مولانا شاہ محمد جعفر پھلواری (وصال 1987ء) کی زبانی سُنی ۔ 1944ء قبلہ پیر سیّد جماعت علی شاہ کی زیر صدارت دوسہا ضلع ہوشیار پور میں بڑا جلسہ تھا۔جس کا مجھ کو بھی دعوت نامہ ملا۔مگر میں معذرت لکھ بھیجی کہ حالات کے پیش نظر نہیں پہنچ سکوں گا۔ جلسے کے ایک دِن پہلے مجھے حضرت امیرِ ملتؒ کی طرف سے ایک تار ملا۔جس میں دوسہہ کے جلسے میں پہنچنے کی تاکید کی گئی تھی۔اب میرے پاس انکار کی کوئی گنجائش باقی نہ رہ گئی۔لہذاء میں جلسہ میں حاضر ہوگیا۔یہ جلسہ بہت ہی زیادہ کامیاب وکامران ثابت ہوا۔جس سمت بھی نظر اُٹھتی لوگوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا۔سمندر نظر آتا اِس جلسہ میں حضرت امیرِ ملتؒ نے مسلم لیگ کی اہمیت اور پاکستان کے موضوع پر دِل موہ لینے والی تقریر فرمائی۔آپ جیسے جیسے الفاظ بولتے ایسے محسوس ہوتا کہ حضرت صاحب کا ہر لفظ دِل کی گہرائیوں میں گھر کرتا جا رہا ہے۔ ہندوؤں کی مکاری اور انگریزوں کی گھناؤنی سازشوں جو باطل میں ہندوؤں کی سرپرستی کرتے تھے۔خوب بے نقاب کیا۔ 28 تا 30 اپریل 1944ء کو تلات شیخ مولا بخش سیالکوٹ کے وسیع پنڈال میں مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس ہوا۔اس کی کامیابی کے لیے حضرت امیرِ ملتؒ نے بھرپور سرپرستی فرمائی۔قائدین مسلم لیگ کو اجلاس میں شرکت کی دعوت دی ۔اس طرح قائدملت نواب بہادر آف جھنگ (وصال 1944ء) کو بھی حضرت امیرِ ملت نے اِس تاریخی یادگار جلسے میں شرکتوں اور خطاب کی دعوت دی۔نواب صاحب مرحوم نے اِس کا ذکر اپنے ایک خط میں جوانہوں نے نے بنام نصر اللہ خان وکیل جنرل سیکرٹری مجلس استقبالیہ پروانشل مسلم لیگ کانفرنس حسام الدین سٹی سیالکوٹ محررہ 10 فروری 1944ء میں اس طرح کیا ہے۔ مکرمی خط اور حضرت پیر سیّد جماعت شاہ صاحب کا ارشاد موصول ہوا۔مجھے اپنا وعدہ یاد ہے لیکن اجلاس کی تواریخ سے واقفیت کا انتظار ہے کیونکہ میں نے اِس دفعہ پنجاب میں آمد پر بعض جلسوں میں شرکت کا وعدہ کرلیا ہے۔جیسے ہی تاریخوں کا تعین ہو مطلع کر کے مشکور وممنون کیجئے۔

جون 1944ء میں حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب سرینگر (کشمیر) میں تشریف فرماتھے کہ آپؒ کے ایک مرید خاص چوہدری غلام عباس (وصال 1967ء) قائداعظم کو ساتھ لے کر حضرت امیرِ ملتؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔آپؒ نے قائداعظم کی پر تکلف دعوت کی۔اس دعوت خوان پر

45 قسم کے کھانے چُنے گئے تھے۔ دعوت کے اختتام پر حضرت امیرِ ملتؒ نے قائداعظم کو بے شمار تحائف عطا کیے اور کامیابی کی دُعا فرمائی اور حاضرین سے فرمایا کہ سب لوگ مسلم لیگ کے لیے وقف ہو جائیں اور ہر طرح کی مدد کر کے اِس تحریک کو کامیابی سے ہمکنار کریں۔ یاد رہے کہ اِس تاریخی اور بے مثال دعوت میں کشمیر اور بیرون کشمیر کے روساء عمائدین بھی شامل تھے۔ اِس دعوت کے بعد حضرت امیر ملت نے بہت زیادہ اشتہارات کے ذریعے مسلم لیگ کی حمایت کا کھلم کھلا اعلان فرمایا اور قائداعظم کی کامیابی کی پیشین گوئی کی چنانچہ اِس پیشن گوئی پر کامل یقین کرتے ہوئے قائداعظم نے لاہور کے ایک عظیم الشان اجتماع میں کہا تھا کہ میرا ایمان ہے کہ پاکستان ضرور بنے گا اور مجھے کامل یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی زبان مبارک کو سچا کریں گے اور انشاءاللہ آپ کی زبان سے جو الفاظ نکلتے ہیں وہ پورے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی بات کبھی ٹالتے نہیں اس یقین کے ساتھ میرا دل گواہی دیتا ہے کہ پاکسان ضرور بنے گا۔

1945ء جون کے آخری دِنوں میں حضرت امیرِ ملت نے تحریک پاکستان کی حمایت میں ایک زبردست بیان جاری فرمایا۔ جس کا عنوان " تحریکِ پاکستان اور صوفیاء کرام " تھا۔ اِس بیان کا اہم نقطہ یہ تھا کہ قائداعظم محمد علی جناح ہمارا بہترین وکیل ہے اور مسلم لیگ مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے۔ لہٰذا سب مسلمان قیام پاکستان کی جدوجہد میں شریک ہوں۔ آپ کے اس بیان کی تائید صاحبزادہ ظہور الحق (وصال 1984ء) سجادہ نشین خانقاہ ساجیہ گورداس پور خواجہ غلام سدید الدین سجادہ نشین آف تونسہ شریف (وصال 1960ء) پیر سیّد محمد فضل شاہ امیر حزب اللہ جلالپور شریف ضلع جہلم (وصال 1966ء) میاں علی محمد خان سجادہ نشین (وصال 1975ء) اور سیّد محمد حسین سجادہ نشین چک ضلع گورداس پور (وصال 1978ء) اور بہت سے مشائخ کرام نے کی۔

1945ء جب کانگریسی علماء نے پاکستان کی مخالفت میں سر دھڑ کی بازی لگا دی تو حضرت امیرِ ملت نے قیام پاکستان کی حمایت میں برصغیر کے کونے کونے کے دورے کیٔ اور قائداعظم کے بارے میں فضا سازگار بنائی۔ آپ کی جامع پُر اثر تقریر سے متاثر ہو کر لوگ کانگریس سے الگ ہو کر مسلم لیگ میں شامل ہونے لگے تو علماء ہند اور مجلس احرار نے قائداعظم کی ذات وصفات پر گھناؤنے حملے شروع کر دیے تب آپ نے پنجاب مسلم لیگ کے اجلاس عام منعقدہ لاہور کی صدارت فرماتے ہوئے

ارشاد کیا کہ دو قومی نظریہ سب سے پہلے سرسیّد احمد خان نے پیش کیا تھا اور اقبال نے اپنے قیام کے ذریعے قوم کو متاثر کیا۔ اب قائداعظم نے اسی دو قومی نظریے کے بار آور ہونے کے لیے مسلمانوں کا علیحدہ وطن قائم کرنے کا بیڑا اُٹھایا ہے۔ قاعدہ اور اصول یہ ہے کہ ہر شخص اپنے مقدمے کی پیروی کے لیے قابل اور تجربہ کار وکیل تلاش کرتا ہے۔ بلا تمیز غیر کے وہ وکیل ہندو ہے یا کہ مسلمان یا کہ عیسائی اب ہمارا مقدمہ انگریز اور ہندوؤں کے ساتھ ہے۔ مسلمانوں نے قائداعظم کو اِس مقدمے کا وکیل بنایا ہے اور پھر ان کی ذات پر کیچڑ اُچھالنا من گھڑت اور بے بنیاد الزام لگانے کا کیا جواز ہے۔ یہ سوائے ذاتی کدورت اور حسد کے اور کچھ بھی نہیں یہ تو تھی ایک اُصول کی بات اب رہی دِل کی بات تو میں کہتا ہوں کہ اگر چراغ لے کر بھی ڈھونڈھو تو پورے ہندوستان میں ایک بھی جناح صاحب جیسا ایمان والا مسلمان نظر نہیں آتا جو ایسی اسلام کی خدمت بجا لا رہا ہو۔ اِس کے بعد حضرت امیرِ ملت ؒ نے قائداعظم اور تحریک پاکستان کی حمایت کے لیے سرگرمی کا ایسا مظاہرہ فرمایا کہ مخالفین کی نیندیں حرام ہوگئیں۔ پیرانہ سالی کے باوجود طوفانی دوروں کا سلسلہ شروع فرمایا۔ ستمبر کی پہلی تاریخوں **1945**ء میں رہتک (حالیہ بھارت) کا دورہ فرمایا اور حسب سابق شہری و ضلع مسلم لیگ کے سیکریٹری مالیات صاحبزادہ اختر علی صدیقی کو شرف میزبانی بخشا اور قلعہ میں ان کے دیوان خانہ میں قیام فرمایا اور رات کو عظیم الشان جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے لوگوں کو مسلم لیگ کی حمایت کی تلقین کی حاضرین نے ایک ساتھ بلند آواز میں مسلم لیگ کا ساتھ دینے کا اعلان کیا۔ پھر آپ نے شہری مسلم لیگ کے ممبران مقرر کیے۔ راؤ خورشید علی، چوہدری حسین علی اور محبوب الٰہی وغیرہ وغیرہ

(**14** تا **16** ستمبر **1945**ء) بروز جمعہ، ہفتہ اور اتوار دارالعلوم مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور کے سالانہ اجلاس کے موقع پر ہندوستان بھر کے اکابر علماء اہلسنت و جماعت تشریف لائے۔ اجلاس کی صدارت حضرت امیرِ ملت ؒ نے کی۔ صوبائی سُنّی کانفرنس پنجاب کا قیام عمل میں لایا گیا اور فیصلہ کیا گیا کہ کانگریس احرار، خاکسار اور یونینسٹ ہرگز ہرگز مسلمانوں کی ہمدرد جماعتیں نہیں ہیں۔ کانگریس مشرکین، مرتدین کی جماعت ہے اور اسلام اور مسلمانوں کی بدترین دُشمن ہے۔ اِس سے مسلمانوں کو ہرگز بہتری کی اُمید نہیں رکھنی چاہیے۔ اِس لیے مسلمانوں کو اپنا قیمتی ووٹ کانگریس کو دینا حرام جاننا جائے گا۔ احرار، خاکسار، یونینسٹیٹ وغیرہ وغیرہ اُن پارٹیوں کے نمائندگی کا کوئی حق

نہیں۔ مسلمانوں کے ووٹ حاصل کرنے کا حق صرف اور صرف سنّیعقیدہ رکھنے والے مسلمانوں کو ہے۔ جو اس اسمبلی میں جا کر مسلمانوں کے جائز حقوق کی نگہداشت کریں اور احکام شریعت کے مطابق کوششیں کریں۔ حضرت امیرِ ملتؒ کی زیرِ صدارت اِس اعلان میں حق سے مخالفین پاکستان کے دِلوں میں کھلبلی مچ گئی۔ مشہور کانگریسی رہنما مولوی حفظ الرحمان (وصال 1962ء) نے اپنی بوکھلاہٹ کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ گزشتہ دِنوں لاہور حزب الاحناف کے سالانہ جلسے میں ایک بدعتی پیر جماعت علی شاہ علی پوری نے کانگریس میں شریک ممبران کو حرام اور اُن کو ووٹ دینا بھی حرام قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ کانگریس مشرکوں اور مرتدوں کی پارٹی ہے۔ اِس اعلان سے مسلم لیگیوں کی جس قدر حوصلہ افزائی ہوئی وہ تمام کی تمام شرانگیزی پر مبنی ہے۔

31 دسمبر 1945ء کو سہ روزہ الامان دہلی میں حضرت امیرِ ملتؒ کا ایک بیان شائع ہوا۔ جس میں مسلمانوں سے اپیل کے آخر میں آپ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ مسٹر جناح کی عمر دراز کرے جو مسلمانوں کے واحد لیڈر اور واقعی قائداعظم ہیں۔ 28 دسمبر 1945ء کو روزنامہ خلافت میں جمعیت علماء اسلام کلکتہ کی طرف سے مسلم لیگ کی تائید و حمایت میں علماء مشائخ کا مشترکہ بیان چھپا۔ جس میں حضرت امیرِ ملتؒ کا نام مبارک سرفہرست تھا اور بہت سے نام علماء کرام کے جیسے مولانا ظفر علی خان، خواجہ حسن نظامی، دہلوی مولانا محمد بخش مسلم شامل تھے۔ ستمبر 1945ء کے آخر میں حضرت امیرِ ملتؒ نے ایک بیان ارشاد فرمایا کہ اِس بناء پر فقیر تمام مسلمانانِ ہند سے اپیل کرتا ہے کہ جس طرح فقیر نے شملہ کانفرنس کے موقعہ پر اعلان کیا تھا کہ مسلم لیگ ہی مسلمانان ہند کی واحد سیاسی جماعت ہے۔ اب چونکہ نئے انتخاب ہونے والے ہیں۔ اِس موقع پر جیسے کہ قائداعظم محمد علی جناح صاحب نے مسلمانوں سے یہ اپیل کی ہے کہ ہر ایک مسلمان کو مُسلم لیگ کے اُمیدوار کو ووٹ دینا چاہیے اور اپنی حیثیت سے زیادہ سے زیادہ چندہ دینا چاہیے۔ فقیر باحیثیت حضرت امیرِ ملتؒ قائداعظم کی اِس اپیل کی پُرزور تائید کرتا ہے کہ اِس موقع پر اپنے خطاب میں کہا کہ مسلم لیگ کی پُرزور امداد کریں۔ میرے متوسلین ان شاءاللہ تعالیٰ مسلم لیگ کی پُرزور امداد کرتے رہیں گے۔ اِس کے بعد آپؒ نے اور زیادہ گرم جوشی سے مسلم لیگ اور قائداعظم کی حمایت میں سرگرمی دکھائی۔ آپ نے تمام علماء دین اور مشائخ عظام کو خاص طور پر تاکید فرمائی کہ اَب گوشہ نشینی چھوڑ کر میدان عمل میں آئیں اور اپنا فرض ادا کریں۔ چنانچہ اطرافِ عالم سے آپ کو خطوط

اور تاروں کے ذریعے تعاون کے پیغامات موصول ہوئے۔ پیر صاحب آف مانکی شریف (وصال 1960ء) خود بانفس نفیس علی پور شریف میں حاضر ہوئے اور غیر مشروط طور پر اپنی خدمات پیش کرتے ہوئے کہا آپ نے فرمایا میں حاضر ہو گیا ہوں۔ اب جو حکم ہوگا میں تعمیل کروں گا۔ حضرت امیرِ ملتؒ نے فرمایا۔ اب دین اور ملت کی خدمت کی ضرورت ہے یہ کام جو جناح صاحب کر رہے ہیں۔ ہم سب کا فرض ہے کہ ہم ان کی مدد کریں۔ حضرت امیرِ ملتؒ کے اِس ارشاد کی تعمیل میں پیر صاحب مانکی شریف 14 اکتوبر 1945ء کو مانکی شریف ضلع نوشہرہ میں برصغیر کے نامور علماء مشائخ کی ایک کانفرنس بلائی۔ تاکہ صوبہ سرحد میں مسلم لیگ کے کام کو تیز کیا جائے یہ کانفرنس رات کو پیر بادشاہ معصوم فاروقی سجادہ نشین چورہ شریف ضلع اٹک (وصال 1957ء) کی زیر صدارت ہوئی۔ اِس کانفرنس میں حضرت امیرِ ملتؒ کو صدارت کی خصوصی دعوت دی گئی۔ آپ نے اِس غرض سے معذرت کر لی کہ میرے پیر خانے کے ہوتے ہوئے میں صدارت کی سیٹ پر نہیں بیٹھوں گا۔ علاوہ ازیں صدر الافاضل مولانا سیّد نعیم الدین مرادآبادی (وصال 1948ء) خواجہ غلام سدید الدین سجادہ نشین تونسہ شریف (وصال 1960ء) فخرِ ملت مولانا عبدالحامد بدایونی (وصال 1970ء) مجاہد سرحد پیر محمد عبداللطیف سجادہ نشین آف زکوڑی شریف ضلع ڈیرہ اسماعیل خان اور حاجی فضل الحق پیر صاحب کار بوغہ شریف جیسے پانچ جید علماء کرام و مشائخ عظام اِس کانفرنس میں جلوہ افروز ہوئے۔ حضرت امیرِ ملتؒ نے اپنے روح پرور خطاب میں قائداعظم اور مسلم لیگ کی زبردست حمایت کی حضرت امیرِ ملتؒ کا خطاب سُن کر تمام حاضرین نے مسلم لیگ کے لیے تن من دھن کی بازی لگا کر کامیاب کرنے کرانے کا عہد کیا۔

26 تا 28 اکتوبر 1945ء انجمن تبلیغ الحاف امرتسر کے زیر اہتمام جامع مسجد میاں جان محمد مرحوم نے حضرت امیرِ ملتؒ کی زیر صدارت وزیر سرپرستی حضرت امام اعظم کے سالانہ عرس مبارک کی تقریر بڑے جوش خروش سے منعقد ہوئی۔ متحدہ ہندوستان کے جلیل القدر علماء مشائخ نے اِس سہ روزہ پروگرام میں شریک کی۔ 28 اکتوبر کے پروگرام میں حضرت امیرِ ملتؒ بانفس نفیس جلسہ میں رونق افروز ہوئے اور پیرانہ سالی کے باوجود دو گھنٹے مسلسل پاکستان اور مسلم لیگ کے متعلق پُر جوش تقریر فرمائی۔ حاضرین کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر اور جوش تقریر فرمائی۔ حاضرین کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر اور جوش خُروش دیکھنے کے قابل تھا۔ امرتسر جو کبھی احرار پارٹی کا گڑھ تھا۔ اب گلی گلی کوچے مُسلم لیگ

زندہ باد، امیرِ ملتؒ زندہ باد کے نعروں سے گونج رہا تھا۔ اِس سہ روزہ تقریب سعید سے صدر فاضل مولانا سیّد محمد نعیم الدین مراد آبادی (وصال 1948ء) ابو یوسف مولانا محمد شریف کوٹلوی (وصال 1951ء) حضرت سیّد محمد محدث کچھوچھوی (وصال 1969ء) شیخ القرآن علامہ عبدالغفور ہزاروی (وصال 1970ء) خطیب بے مثل سیّد محمود شاہ گجراتی (وصال 1987ء) صاحبزادہ پیر سیّد انور حسین جماعتی علی پوری (وصال 1973ء) ابو النور مولانا محمد بشیر کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ نے بھی مسلم لیگ اور تحریک پاکستان کی حمایت میں پُر زور تقریریں کیں۔ عرس مبارک کی اختتام تقریب کو پہنچی تو حضرت امیرِ ملتؒ نے امرتسر کا دورہ فرمایا اور تحریکِ پاکستان کو کامیاب بنانے کے لیے پُر مغز تقریریں کیں۔ آپ کے ساتھ صدر الا فاضل مراد آبادی حضرت محدث کچھوچھوی اور سیّد بوٹے شاہ رمداسی (وصال 1997ء) بھی تھے۔ یہ نورانی قافلہ جدھر سے گذرتا۔ فضا میں خوشبو بکھر جاتی۔ لوگ نعرہ تکبیر و رسالت کے بعد امیر ملتؒ زندہ باد۔ قائداعظم زندہ باد مسلم لیگ زندہ باد کے فلک شگاف نعرے لگاتے۔ اگر چہ حضرت امیرِ ملت ضعیف العمر تھے۔ مگر جب جلسہ سے خطاب فرماتے تو آپ کی آواز مبارک دور دور تک ایسے سنائی دیتی۔ جیسے پہلی صفوں میں سامعین کے دِلوں میں حضرت کی آواز ایسے اُتر جاتی۔ جیسے اِن کے اپنے ہی دِلوں کی آواز ہو حاضرین پر ایسی رقت تاری ہو جاتی۔ خود بخود ان کے دِل مسلم لیگ کی طرف راغب ہو جاتے۔ اِس دورہ کے بعد کانگریس یا دوسری نیم کانگریسی جماعتوں کا کوئی بھی جلسہ کامیاب نہ ہوتا۔ انھی جگہوں پر جہاں کانگریسی لیڈروں کے گلے میں ہار پہنائے۔ وہاں انہیں پتھر پڑتے دیکھا گیا۔

مشرقی پنجاب کی فضا میں یہ نعرہ گونجنے لگا۔ مُسلم ہے تو مسلم لیگ میں آ۔

30 اکتوبر 1945ء کو روزنامہ "وحدت" دہلی کے صفحہ 3 کالم 3 پر مُسلم لیگ کی حمایت میں حضرت امیرِ ملتؒ کا تہلکہ خیز بیان شائع ہوا۔ جس نے فضا میں ارتعاش پیدا کر دیا اور کانگریسی علماء کی نیندیں حرام ہو گئیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہندوستان میں مُسلم لیگ ہی ایسی جماعت ہے۔ جو صحیح طور پر مسلمانانِ ہند کے حقوق کی حفاظت کر رہی ہے۔ اِس لیے جہاں تک ہو سکے مسلم لیگ کی امداد کریں اور جو مسلم لیگ کی مخالفت کر رہے ہیں۔ انہیں اپنا دوست کبھی تصور نہ کریں۔ وہ صحیح معنوں میں اسلام کے دُشمن ہیں۔ اِس لیے تمام مسلمانوں پر لازم ہے کہ مسلم لیگ کے مخالفوں کے ساتھ مکمل بائیکاٹ کریں اور ان کے مرنے پر ان کے جنازوں میں بھی شامل نہ ہوں اور نہ انہیں اپنے قبرستانوں میں دفن کرنے

دیں۔ اِس بیان کے بعد میں گجراتی اخباروں میں جن میں صف اوّل روزنامہ وطن بمبئی نے اپنی اشاعت 6 نومبر 1945ء صفحہ نمبر 5 پر شائع کیا۔ یوں حضرت امیرِ ملتؒ کے یہ سونے جیسے ارشادات ہندوستان کے کونے کونے میں گونج اُٹھے اور ہر مسلمان کے دِل کی دھڑکن بن گئے۔

2 نومبر 1945ء کو جامع مسجد میاں جان محمد میں ایک کانفرنس ہوئی۔ جس میں حضرت امیرِ ملتؒ نے اِس کانفرنس میں حضرت نے شعلہ بار خطاب فرمایا۔ 24 نومبر 1945ء کو پیر صاحب مانکی شریف نے مانکی شریف ضلع نوشہرہ میں قائداعظم محمد علی جناح کی عظیم الشان دعوت کی اور بہت بڑے جلسے کا اہتمام کیا۔ جس کی صدرات کی دعوت حضرت امیرِ ملتؒ کو دی مگر آپ ناسازی طبع کی وجہ سے تشریف نہ لے جاسکے۔ آپ نے اپنی جگہ اپنے فرزند اکبر قبلہ سراج الملتؒ پیر محمد حسین شاہ صاحب جماعتی (وصال 1961ء) کو قائداعظم کو سونے کا ایک تمغہ اور تین سو روپے کی تھیلی اور بہت سارے تحائف دے کر بھیجا پیر صاحب مانکی شریف نے قبلہ سراج الملتؒ کی بہت عزت افزائی کی اور جلسہ کی صدارت آپ کے سُپرد کی۔ جب قائداعظم محمد علی جناح جلسہ میں آئے تو حضرت سراج الملتؒ نے آگے بڑھ کر سونے کا تمغہ جس پر کلمہ طیبہ لکھا تھا۔ قائداعظم کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا کہ حضرت امیرِ ملتؒ نے آپ کی کامیابی کا طلائی تمغہ بھیجا ہے۔ یہ سُن کر قائداعظم بہت خوش ہوئے۔ کرسی سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور آپ نے سینہ تان کر کہا پھر تو میں کامیاب ہوں۔ آپ تمغہ میرے سینے پر لگا دیجیے۔ اِس پر مُسلم لیگ کے کارکن ملک شاد محمد نے آگے بڑھ کر تمغہ حضرت سراج الملتؒ سے لیا اور قائداعظم کی شیروانی کی بائیں جانب سینے پر ٹانک دیا۔ قائداعظم نے مُسکرا کر شکریہ ادا کیا اور بیٹھ گئے۔

نومبر 1945ء کے آخر میں حضرت امیرِ ملتؒ کا مسلم لیگیوں کی حمایت میں ایک اور بیان شائع ہوا۔ جس میں آپ نے فرمایا کہ دس کروڑ مسلمانانِ ہند نے فقیر کو امیرِ ملتؒ مانا ہے۔ مسلمانوں کو اپنے امیرِ ملتؒ کی رہنمائی پر عمل کرنا قطعی طور پر واجب ہے۔ امیرِ ملتؒ فرمانبردار خدا اور رسول ﷺ کا فرمانبردار ہے۔ امیرِ ملتؒ کا نافرمان خدا اور رسول ﷺ کا نافرمان ہے۔ قائداعظم محمد علی جناح کی اس اپیل پر فقیر بھی بحیثیت امیرِ ملتؒ پرزور تائید کرتا ہے کہ ہر مسلمان صرف اور صرف مُسلم لیگ کے اُمیدوار کو ہی ووٹ دے اور اپنی حیثیت سے زیادہ چندہ دے اوائل دسمبر 1945ء میں پنجاب کے نامور صوفیا کرام نے مُسلم لیگ کی حمایت میں ایک اعلان جاری فرمایا۔ جس میں مریدین کے علاوہ تمام

مسلمانوں سے ہدایت کی گئی تھی کہ مسلم لیگ کی حمایت کریں۔ حضرت امیرِ ملتؒ نے اِس موقع پر بھی یہی فرمایا کہ جو مُسلم لیگ میں شامل نہ ہو اور مر جائے تو اُن کے مرید ایسے شخص کا جنازہ نہ پڑھیں۔

1945-46ء کے انتخابات کے سلسلے میں حضرت امیرِ ملتؒ نے ایک تاریخی بیان جاری فرمایا۔ جس سے کانگریس اور دوسری پارٹیوں میں صف ماتم بچھ گئی۔ بیان ملاحظہ فرمایئے اور حضرت امیرِ ملتؒ کے مجاہدانہ دلیرانہ کردار کی داد دیجیے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان کہ ہندوستان کہ دس کروڑ مسلمانوں نے فقیر کو امیرِ ملت ؒ تسلیم کیا ہے۔ اب تمام مسلمانوں کو اپنے امیرِ ملتؒ کی باتوں پر عمل کرنا واجب ہے۔ یہ امر فقیر اپنی ہی طرف سے پیش نہیں کرتا۔ بلکہ حقیقی طور پر ثابت کرتا ہے کہ جس نے امیر کی اطاعت کی۔ اُس نے نبی اکرم ﷺ کی فرمانبرداری اور جس نے نبی اکرم ﷺ کی فرمانبرداری کی اُس نے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور جس نے امیر یعنی بادشاہ سے نافرمانی کی۔ اُس نے رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کی اور جس نے رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کی اُس نے اللہ تعالیٰ کی گستاخی کی۔ پس اِس بنا پر فقیر تمام برصغیر کے مسلمانوں سے اپیل کرتا ہے کہ جس طرح فقیر نے شملہ کانفرنس کے موقع پر اعلان کیا تھا کہ مُسلم لیگ ہی برصغیر کے تمام مسلمانوں کی واحد سیاسی جماعت ہے۔ اب چونکہ نئے انتخابات ہونے والے ہیں۔ اِس موقع پر جیسا کہ قائداعظم محمد علی جناح نے تمام مسلمانوں سے اپیل کی ہے کہ ہر مسلمان کو مسلم لیگ کے اُمیدوار ہی کو ووٹ دینا چاہیئے۔ فقیر بھی بحیثیت امیرِ ملتؒ، قائداعظم کی اس اپیل کی پُرزور تائید کرتا ہے کہ تمام برصغیر کے مسلمانوں کو عموماً اپنے یارانِ طریقت سے خصوصاً جو لاکھوں کی تعداد میں برصغیر کے کونے کونے میں پھیلے ہوئے ہیں۔ پُرزور اپیل کرتا ہوں کہ اِس موقع پر ہر طرح سے مسلم لیگ کی امداد کریں اور میرے متوسلین بھی انشاءاللہ مسلم لیگ کی امداد کرتے رہیں گے۔

11 دسمبر 1945 کو روزنامہ وحدت دہلی میں حضرت امیرِ ملتؒ اپنے فتویٰ کا اعادہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔۔۔۔ میں فتویٰ دے چکا ہوں کہ جو مسلمان مسلم لیگ کو ووٹ نہ دے۔ اُسے مسلمان کے قبرستان میں دفن نہ کرو اور اُس کا جنازہ نہ پڑھو۔ فقیر اپنا فتویٰ دے چکا ہے کہ جو مسلمان مسلم لیگ کو ووٹ نہ دے اُسے مسلمان کے قبرستان میں دفن نہ کرو اور اُس کا جنازہ نہ پڑھو۔ فقیر اپنے فتویٰ کا دوبارہ کھلم کھلا اعلان کرتا ہے کہ جو مسلم لیگ کا مخالف ہے خواہ وہ کوئی بھی ہو وہ مر جائے تو اس کا جنازہ نہ پڑھا جائے اور نہ ہی اُسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے۔ ہفت روزہ الفقیہ 12 تا

20 دسمبر 1945 میں آپ کا ایک مجاہدانہ اور دلیرانہ بیان شائع ہوا۔ پڑھیے اور اپنے ایمان اور روح کو تازہ کیجیے۔ آپؒ نے فرمایا کہ اِس وقت حمیت کا تقاضا یہ ہے کہ آپ سنی کانفرنسوں کو کامیاب کر کے مسلم لیگ کے ہاتھ مضبوط کریں تا کہ جتنے کانگریسی پارٹیوں کے لوگ ہیں نہ صرف اُن کی حوصلہ شکنی ہو بلکہ اُن کے مکروہ اور گھناؤنے ارادے خاک میں مل جائیں۔

1945-46ء کے انتخابات مسلمانوں کی قسمت کا فیصلہ تھے۔ حضرت امیرِ ملتؒ اور آپؒ کی اولادِ مبارکہ نے رات دن ایک کر کے مسلم لیگ کی خاطر برصغیر کے کونے کونے کے دورے کئے اور تحریک پاکستان کے مخالفوں کے تمام ناجائز ارادوں کو ناکام بنا دیا۔ یعنی اُن کے تمام منصوبے خاک میں مل گئے۔ انہی دِنوں آپ کو سیالکوٹ میں تشریف لا کر خطاب کرنے کی دعوت دی گئی۔ آپؒ شدید علالت کے باوجود تشریف لائے لیکن نقاہت کے باعث کسی جلسہ میں تقریر نہ کر سکتے تھے۔ آپؒ نے پکا گڑھ سیالکوٹ کی ایک آبادی میں قیام فرمایا۔ آپؒ کے مریدین اور ہزاروں عقیدت مند شہری حاضری دیتے۔ آپؒ چارپائی پر ہی تاہم حاضرین سے خطاب فرماتے اور نصیحت کرتے کی وقت کے تقاضے کے مطابق مسلم لیگی امیدواروں کی ہر طرح بھرپور مدد کی جائے۔ آپؒ کی ہدایت نے ایک نیا جوش ولولہ پیدا کیا اور سیالکوٹ کے شہری والہانہ انداز میں انتخابی مہم کو کامیاب بنانے کے لیے جدوجہد کرنے لگے۔ انتخابات میں مسلم لیگ کی مقبولیت سے بوکھلا کر انگریز حکومت نے ایک قانون جاری کیا جس کی رو سے مذہب اور اللہ کے نام پر ووٹ مانگنا جرم قرار دے دیا گیا اور اِس جرم کی سزا تین سال قید اور جرمانہ بھی مقرر کیا گیا۔ اِس پر لاہور کے ایک جیالے مسلم لیگی چوہدری عبدالکریم آف قلعہ گجر سنگھ (وصال 1981) نے جمعیت علماء اسلام پنجاب کی کانفرنس 11,10,9 جنوری 1946ء کو اسلامیہ کالج لاہور کے گراؤنڈ میں بلائی۔ جس کی صدارت حضرت امیر ملتؒ نے فرمائی۔ کانفرنس میں دوسرے شریک علماء اکرام اور مشائخ عظام بھی شریک تھے۔ جن کے نام مبارک یہ ہیں۔ مولانا ابوالحسنات محمد احمد قادری لاہوری (وصال 1961ء)، پیر صاحب مانکی شریف (وصال 1960ء) عبدالحامد بدایونی (وصال 1970ء)، مخدوم سیّد محمد رضا شاہ گیلانی ملتانی (وصال 1949ء)، مولانا عبدالغفور ہزاروی (وصال 1970ء)، خواجہ قمرالدین سیالوی (وصال 1981ء)، خواجہ غلام محی الدین گولڑوی (وصال 1974ء)، مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی (وصال 2003ء)، مولانا جمال میاں فرنگی محل کے علاوہ اور

بہت سے علماء اکرام اور عوام کی بہت بڑی تعداد میں لوگوں نے شرکت کی۔ کانفرنس میں گورنر کے نافذ کردہ قانون کے خلاف ورزی کا فیصلہ کیا گیا۔ چوہدری عبدالکریم نے عوام سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اسلام کے نام پر مسلم لیگ کو ووٹ نہ دیا تو نبی اکرم ﷺ بھی ناراض ہونگے اور اللہ تعالیٰ کا عذاب بھی نازل ہوگا۔ حضرت امیرِ ملت ؒ نے اپنے صدراتی خطبہ میں فرمایا حکومت اور کانگریس دونوں کان کھول کر سن لیں کہ اب مسلمان بیدار ہو چکے ہیں۔ اُنھوں نے اپنی منزل مقصود متعین کر لی ہے۔ اَب دُنیا کی کوئی طاقت اُن کے مطالبہ پاکستان کو نہیں ٹال سکتی۔ بعض دین فروش نام نہاد لیڈر مسٹر قائداعظم کو بُری بُری گالیاں دیتے ہیں لیکن جناح نے آج تک کسی کو بُرا نہیں کہا۔ یہی اُن کے سچا راہنما ہونے کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔ خاکساروں نے مجھے بھی قتل کی دھمکیاں دی ہیں لیکن میں انہیں بتا دینا چاہتا ہوں کہ میں سیّد ہوں اور سیّد موت سے نہیں ڈرتا۔ میں اپنے یاران طریقت اور حلقہ بگوشوں کو تاکید کرتا ہوں کہ وہ صرف اور صرف مسلم لیگ کے اُمیدواروں کو ووٹ دیں اور میں تمام مسلمانوں سے یہ اپیل کرتا ہوں کہ وہ بھی مسلم لیگ کو کامیاب و کامران بنائیں۔ اِس کانفرنس کے بعد حضرت امیرِ ملت ؒ نے بحیثیت صدر آل انڈیا سنی کانفرنس مسلم لیگ کی حمایت میں اپنا ایک دستخطی بیان ہفت روزہ الفقیہ امرتسر کی اشاعت 21 تا 22 جنوری 1946ء کو شائع کروایا۔ مسلم لیگ بڑی جماعت اہل اسلام ہے اور اِس سے الگ رہنے والے اسلام کے دُشمن ہیں۔

21 اپریل 1946ء کو پشاور میں پاکستان کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس کی صدارت حضرت امیرِ ملت ؒ نے کی۔ اِس کانفرنس میں علماء اور مشائخ کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ حضرت امیرِ ملت ؒ نے حسب معمول یہاں بھی تحریکِ پاکستان اور مسلم لیگ کی حمایت میں ولولہ انگیز اور فکر خیز خطاب فرمایا۔ اسی دوران آپ ؒ سرحدی گاندھی عبدالغفار (وصال 1988ء) کے گاؤں شاہی باغ میں تشریف لے گئے اور کلمہ حق بلند کیا۔ آپ ؒ نے کانگریس اور سُرخ پوشوں کی اپنی تقریر میں دھجیاں بکھیر دیں مگر غفار خان اور اُس کے کسی پیروکار کو حضرت ؒ کے سامنے آنے کی جرأت نہ ہوئی۔

27 اپریل 1946ء کو آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس میں ہوئی۔ یہ اُس وقت کی تاریخ کا سب سے بڑا جلسہ تھا۔ کانگریسی علماء نے اپنے ایجنٹ بھیج کر جلسہ کو درہم برہم کرنے کی ناکام کوشش کی جب وہ ناکام ہوئے تو انہوں نے اپنی ایک میٹنگ میں یہ قرارداد منظور کی۔ جس میں قائداعظم کو کافر اور

ملعون اور مرتد قرار دیا گیا اور مطالبہ کیا گیا کہ حضرت امیرِ ملتؒ نے قائداعظم کے بارے میں تعریفی الفاظ فرمائے ہیں وہ واپس لیں ورنہ صدارت چھوڑ دیں۔ جب آپ اپنے معتمد خاص صدرالافاضل مولانا سیّد نعیم محمد الدین مراد آبادی (وصال 1948ء) کے ساتھ سٹیج پر تشریف لا رہے تھے کہ کسی نے راستہ میں ہی حضرت کو یہ خبر دے دی۔ آپؒ جلسہ گاہ میں پہنچے تو آپؒ کو کُرسی پر بیٹھا کر سٹیج پر لایا گیا۔ آپؒ کی صدارت کا اعلان ہوا۔ تلاوتِ قرآن مجید کے بعد آپؒ پورے جوش اور جذبہ کے ساتھ جلسہ سے مخاطب ہوئے اور فرمایا کہ جناح صاحب کو کوئی کافر کہتا ہے اور کوئی مرتد بناتا ہے اور کوئی ملعون ٹھہراتا ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ وہ ولی اللہ ہیں۔ آپ لوگ اپنی رائے سے کہتے ہیں لیکن میں قرآن وحدیث کی رو سے کہتا ہوں۔ غور سے سنُو اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں

ان الذین آمنو و عملو الصلحت سیجعل لہم الرحمٰن ودا

(پارہ 6) سورۃ مریم 66

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیۓ اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت پیدا کر دیتا ہے۔

اس کے بعد آپؒ نے لاکھوں کے اجتماع سے سوال کیا کہ تم بتاؤ ہے کوئی مائی کا لال یا مسلمان ہے جس کے ساتھ برصغیر کے دس کروڑ مسلمان قائداعظم جیسی والہانہ محبت رکھتے ہوں یہ تو قرآن کا فیصلہ ہے۔ اب رہی میری عقیدت تم اُس کو کافر کہو یا مرتد ۔۔۔ میںؒ اُسے ولی اللہ کہتا ہوں۔ اب رہا میری صدارت کا مسئلہ تو الحمد اللہ میں حسبی نسبی سیّد ہوں اور سیّد ماں کے شکم میں صدر ہوتا ہے۔ تمام اُمتؒ آل رسول ﷺ پر درود بھیجتی ہے۔ اِس لیے مجھے صدارت سے شرف نہیں بلکہ صدارت کو مجھ سے شرف حاصل ہے۔ آپ کے اِن دلائل کے سامنے کسی کو بولنے کی جرأت نہ ہوئی اور مخالفین اپنا منہ نیچے کے نیچے کر کے ہی بیٹھے رہے۔ اِس ہنگامہ خیز اجلاس میں حضرت امیرِ ملتؒ نے حسب عادت مسلم لیگ کی حمایت میں ارشاد فرمایا کہ لوگو! دل وجان سے مسلم لیگ کے ساتھ ہو جاؤ۔ یہی جماعت صحیح معنوں میں مسلمانوں کے حقوق کی خاطر لڑتی جا رہی ہے۔ باقی تمام پارٹیاں مسلمانوں کی ہمدرد نہیں بلکہ اندر سے دُشمن ہیں۔ اس لیے مسلم لیگ کو کامیاب کرانے کے لیے کمربستہ ہو جاؤ۔ کانگریس اور اس کی اتحادی پارٹیوں کی سازشوں کو بے نقاب کر کے انہیں خاسر و نامراد کر دیں۔ آپؒ کے پُراثر اور دندان شکن خطاب

کے بعد مولانا محمد نعیم الدین مرادی آبادی اور فخر اہلسنت مولانا عبدالحامد بدایونی نے اپنی اپنی تقریروں میں تحریکِ پاکستان کی پُر زور حمایت کی ۔ بلکہ مولانا عبدالحامد بدایونی نے تو تین گھنٹے تک جاری رہے بہت بڑے ہنگامے کے بعد کانگریس کے حمایتوں کو مُنہ کی کھانا پڑی اور تمام حاضرین نے مسلم لیگ اور مطالبہءِ پاکستان کی حمایت میں اعلان کیا۔ پھر تو حضرت امیرِ ملت زندہ باد، مسلم لیگ زندہ باد، پاکستان زندہ باد کے نعرے گونجنے لگے ہر سمت سے انہی نعروں کی آواز آئی۔ اب مخالفوں کو خاموشی سے راہ فرار اختیار کرنے کے سواء اور کوئی راستہ نظر نہ آیا۔

11 تا 13 اکتوبر 1946ء بروز جمعہ، ہفتہ اور اتوار جامع مسجد میاں جان محمد خان مرحوم امرتسر میں حضرت امام ابو حنیفہ کا 37 سواں سالانہ عرس مبارک منعقد ہوا۔ جس کی صدارت حضرت امیرِ ملت نے کی ۔ اِس شاندار تاریخی کانفرنس میں مولانا سیدّ محمد نعیم الدین مرآدآبادی، مولانا قطب الدین جھنگوی (وصال 1959ء)، مولانا عبدالغفور ہزاروی، پیر سیدّ محمود شاہ گجراتی (وصال 1987ء) اور سیدّ ولایت شاہ سرحدی نے مسلم لیگ کی حمایت میں شاندار تقریریں کیں۔ آخر میں حضرت امیرِ ملت نے صدارتی خطاب میں ارشاد فرمایا۔ اِس وقت مسلمانوں کو ایک جھنڈے کے نیچے یک جان ہو جانا چاہیئے اور وہ جھنڈا صرف اور صرف مسلم لیگ کا ہے جو مسلمانوں کے اِس نازک وقت میں دل و جان سے خدمت کر رہا ہے۔ قائداعظم ہمارے سیاسی وکیل ہیں۔ ہم اُن کے کہنے پر پاکستان جیسی مقدس سرزمین حاصل کرنے کے لیے کسی بھی بڑی سے بڑی قربانی دینے سے دریغ نہیں کریں گے۔ آپ کے خطاب کے دوران بعض مخالفین نے سوال کیا کہ جناح کافر ہے کہ مسلمان۔ آپ نے پُر جوش لہجے میں جواب دیا۔ تمہیں کونسی اُس کے ساتھ رشتے داری کرنی ہے جو اُس کا مذہب پوچھ رہے ہو۔ پھر فرمایا ہم نے جناح صاحب کو اپنا امام یا قاضی یا نکاح خواں مقرر نہیں کیا بلکہ وہ ہمارے وکیل ہیں جو کام وہ کر رہے ہیں ہم سب کی بھلائی کے لیے ہی ہے پھر یہ پوچھنے کی کیا ضرورت ہے کہ اُن کا مذہب یا مسلک کیا ہے۔ اہل جلسہ اِس اسلوبِ بیان سے مطمئن ہو گئے ۔ مولانا سیدّ محمد نعیم الدین مراد آبادی نے بڑھ کر حضرت امیرِ ملت کے قدم پکڑ لیے اور عرض کی کہ اب مسئلہ حل ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ مولانا صاحب وہ پاکستان بنانے کی کوشش کر رہا ہے۔ اُسے ضرور کامیابی ہو گی۔ پھر فرمایا پاکستان کے مخالفین کان کھول کر سُن لیں پاکستان ضرور بن کر رہے گا۔ اِس کی تمام ترکاوٹیں دب کر رہ

جائیں گی۔ کیونکہ بارگاہ رب العزت سے اِس کی منظوری ہو چکی ہے۔ پاکستان ہم سب کا ہے۔ اکیلے قائداعظم محمد علی جناح کا نہیں۔ وہ ہم سب کے لیے پاکستان بنانے کی کوشش کر رہے ہیں اور ہمارے وکیل ہیں۔ آپؒ نے بڑھاپے، علالت اور نقاہت کے باوجود ڈیڑھ گھنٹہ مسلسل خطاب فرمایا۔ آپؒ کے ارشادات کا حاضرین پر گہرا اثر ہوا اور لوگوں نے اس جلسہ سے واپس جا کر اپنے شب و روز تحریکِ پاکستان کے لیے وقف کر دیے۔ 46-1945ء کے انتخابات میں آپؒ نے پیرانہ سالی کے باوجود ملک گیر دورے کیے اور قائداعظم کی استدعا پر بڑھ چڑھ کر مسلم لیگ کے رہنماؤں اور کارکنوں کی اعانت کی۔ آپ کی شب و روز کاوشوں کی بدولت مسلم لیگ کو بے مثال کامیابی ہوئی۔ قائداعظم نے بمبئی میں حضرت امیرِ ملتؒ کے مرید صادق سیٹھ محمد علی کو مبارک باد دی اور کہا کہ یہ سب تمہارے پیر صاحب کی کوششوں اور دُعاؤں کا نتیجہ ہے۔ حضرت امیرِ ملتؒ نے قائداعظم کو مبارکباد کا تار دیا۔ جواباً انھوں نے بھی آپ کو تار دیا اور لکھا کہ یہ سب آپ کی ہمت اور دُعا کا نتیجہ ہے۔ اب یقیناً پاکستان بن کر رہے گا۔

17 جولائی 1946ء کو آپ نے انتخابات میں شاندار کامیابی حاصل ہونے پر قائداعظم کو مبارک باد کا خط لکھا۔

علی پور سیدّاں ضلع سیالکوٹ

17 جولائی 1946ء

قائداعظم صاحب

السلام وعلیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ !

گزشتہ ہفتے میں ایک پیغام عازم حج کی مبارک بادی پر بھیج چکا ہوں۔ اب دوسری مرتبہ آپ کو مسلم لیگ کی کامیابی پر مبارک باد دیتا ہوں کیونکہ مسلم لیگ کی کامیابی کا سہرا ہندوستان کے دس کروڑ مسلمانوں میں سے خداوند کریم نے آپ کو ہی نصیب فرمایا اور باوجود پانچ گروہوں کی شدید مخالفت کے خدا تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے محض آپ کو کامیابی بخشی۔ حالانکہ مخالفین کو ہر مرتبہ آپ کی مخالفت میں لاکھوں نہیں کروڑوں روپیہ صرف کر کے بھی روسیاہی اور ذلت نصیب ہوئی۔ انہوں نے کوشش کی مسلمانوں کو آپ سے برگشتہ کر کے بقول کشمیریاں گاندھی کا ۔۔۔۔۔۔ بنایا جائے مگر سوائے تین شخصوں کے اور کسی کو بھی وہ گاندھی کا ۔۔۔۔۔۔ نہ بنا سکے۔

آفرین بدبریں ہمت مردانہ تو

ایں کارازتو آید و مرداں چنیں کنند

الراقم

سیدؒ جماعت علی شاہؒ

قائداعظم نے 13 اگست 1946ء کو حضرت امیرِ ملتؒ کی خدمت میں عریضہ لکھ کر شکریہ ادا کیا اور دعاؤں کے خواہستگار ہوئے۔

14 جولائی 1947ء کو صوبہ سرحد میں ریفرنڈم ہونا قرار پایا تو سرحدی گاندھی عبدالغفار خان (وصال 1988ء) کی سازشوں کو ناکام بنانے کے لیے متحدہ ہندوستان سے مسلم لیگی رہنما اور کارکن اِس مہم میں شامل ہونے کے لیے سرحد میں پہنچ گئے۔ حضرت امیرِ ملتؒ نے اپنی انتہائی پیرانہ سالی اور علالت طبع کی وجہ سے خود تشریف نہ لے جا سکے۔ انہوں نے اپنے صاحبزادوں، مریدوں اور ارادتمندوں کو اِس جہاد میں حصہ لینے کے لیے بھیجا۔ سیالکوٹ سے اپنے مرید خاص علامہ محمد یعقوب خان کی زیرِ قیادت ایک وفد آپؒ کے حکم پر تشکیل دی گیا۔ وفد کے نائب امیر مولانا غلام فرید قریشی آف چٹی شیخاں (وصال 1976ء) اِس فود نے حویلیاں مانسہرہ اور نواحی علاقہ میں پاکستان کی حمایت حاصل کرنے کے لیے بھرپور تگ ودو کی۔

جب پاکستان کی منزل قریب آ گئی تو برصغیر کے مسلمانوں کی قربانیاں رنگ لانے لگیں اور آزادی کی صبح طلوع ہونے کا اعلان ہو گیا تو حضرت امیرِ ملتؒ نے قائداعظم کو مبارکباد دی اور خط لکھا جس کے جواب میں قائداعظم نے 6 اگست 1947 کو جو خط لکھا وہ درج ذیل ہے۔

10 اورنگ زیب روڑ، نیو دہلی

اگست 1947ء

السلام وعلیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ !

آپؒ کی نیک تمناؤں اور مبارک بادوں کا بہت بہت شکریہ۔ مجھے یقین ہے کہ مسلمانوں کو خوشی ہے کہ آخر کار ہم نے دوسال بعد غلامی کا دور ختم کر کے خود اپنی پاکستان کی آزاد اور خود مختار مملکت بنا لی۔ آپ نے ازراہ لطف مجھے شفتاؤوں کا جو پارسل ارسال کیا ہے۔ میں اِس کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں۔

بہترین تمناؤں کے ساتھ

ایم اے جناح

14 اگست 1947ء کو جب آزادی کی صبح طلوع ہوئی اور پاکستان کی شکل سے ہمیں سورج سے بھی زیادہ روشن منزل مل گئی تو حضرت امیرِ ملتؒ حضرت قائداعظم اور دوسرے زعماء کو مبارک باد کے تار ارسال کیئے۔قائداعظم کو مبارک باد کے تار میں تحریر فرمایا۔

" ملک گیری آسان ہے۔ملک داری بہت مشکل ہے۔اللہ تعالیٰ آپ کو ملک داری کی توفیق عطا فرمائے۔

پاکستان بننے کے بعد آپ نے مہاجرین کی آبادکاری کے لیے بہت کام کیا۔لٹے پٹے قافلوں اور مہاجرین کی ہر طرح سے امداد کی۔11 ستمبر 1948ء کو قائداعظم کی رحلت ہوئی تو آپؒ کو بہت صدمہ ہوا۔ آپؒ نے حضرت قائداعظم کیلیے دُعائے مغفرت فرمائی اور یارانِ طریقت کو بھی دُعائے مغفرت کا ارشادہ فرمایا۔

12 ستمبر 1948ء کو اپنے خلیفہ مجاز الحاج قاری چوہدری محمد شہاب الدین (وصال 1963ء) بیگم بازار حیدرآباد دکن کے نام اپنے گرامی نامہ میں جناح صاحب کی رحلت کا ذکر فرماتے ہوئے یوں رقم طراز ہیں۔

ابھی ابھی جناح صاحب کی وفات حسرت آیات کی خبر سُن کر جس قدر صدمہ ہوا ہے۔وہ احاطِ تحریر سے خارج ہے۔خیر مرضی مولیٰ از ہمہ مولیٰ۔اِس وقت سارے پاکستان اور ہندوستان میں مرحوم کا کوئی جانشین کو نظر نہیں آتا۔

قائداعظم کی وفات کے بعد ان کو جانشینوں نے مسلم لیگ کے وعدہ کے مطابق اسلامی قانون نافذ کرنے سے روگردانی کی اور مل کو لادینیت کی طرف دھکیل دیا۔حضرت امیرِ ملتؒ اُس وقت میدان میں آگئے۔آپؒ نے پیر صاحب مانکی شریف اور مولانا عبدالستار خان نیازی جیسے اسلام کے فدائیوں کو ساتھ لے کر تحریک نفاذ شریعت چلائی۔جیسا کہ قاری محمد شہاب الدین آف حیدرآباد دکن کو 8 مئی 1948ء کو آپ نے ایک خط میں تحریر فرمایا۔ پاکستان تو بن گیا مگر یہاں کے حکمران اسلامی قانون کو جاری نہیں کرتے بلکہ اسلام کے خلاف دوسرے قانون کو زیادہ ترقی دے رہے ہیں۔چنانچہ

شراب خانہ اور بازاری عورتوں کی گرم بازاری بے پردگی، رشوت، سودخوری پہلے کی نسبت بہت زیادہ ترقی پاگئی ہے۔ہم توپردہ کی حمایت ہی کی بات کررہے تھے۔مگران لوگوں نے بے پردگی سے آگے بڑھ کرعورتوں کی فوج بناڈالی ہے۔حضرت آدمؑ سے لے کرآج تک کبھی نہ کبھی اور نہ سنی گئی۔اب میں پیرصاحب مانکی شریف اور مولوی عبدالستارخان نیازی کوساتھ لے کرشہرشہرجاکرجلسے کرکے عام لوگوں کوخبردار کرکے اِن سے عہد لے رہاہوں۔کہ وہ اسلامی قانون کی مانگ کریں تاکہ موجودہ شیطانی قانون کی الحمدللہ تمام لوگ فیقرکاساتھ دے رہے ہیں۔اورفقیرنے الاعلان کہہ دیاہے کہ جہاں سب سے پہلے منافقومددگار یہ فیقرتھا۔وہی دوسرے صورت میں مخالفت بھی یہی ہوگا۔حضرت امیرِ ملتؒ کا جہادآخری دم تک جاری رہا۔آپؒ کی وفات 30 اگست 1951ء کے بعد 14اگست 1987ء حکومت پنجاب نے حضرت امیرِ ملتؒ کی تحریکِ پاکستان میں بے مثال خدمات کااعتراف کرتے ہوئے تحریک پاکستان ایوارڈ کااعزازدیا لیکن میں سمجھتاہوں کہ حضرت امیرِ ملتؒ نے اِن ایوارڈوں کی خاطر پاکستان بنانے میں قائداعظم کی مددنہیں کی تھی بلکہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطریہ سب کچھ کیاتھا۔آپ کویہ علم تھاکہ جوحال آج ہندوستان کے مسلمانوں کاہے یعنیٰ مسلمانوں کی عزتوں کو پامال کیاجارہا ہےاور ہندوستان میں مسلمانوں کی عبادت گاہوں کوگھناؤنی سازش کےتحت ختم کیاجارہاہے۔انہیں بے جابے وقت تنگ کیاجارہاہےاورمسلمانوں سے کشمیرمیں جانوروں سے بھی بدترسلوک کیاجارہاہے۔ بھارتی فوجی درندوں کی طرح گھروں میں گھس کرعورتوں کی عزتیں لوٹ لیتے ہیں۔اگرآج پاکستان بھی انڈیامیں شامل ہوتاتوآج ہمارابھی یہی حال ہوتا۔جو حال انڈیاکےمسلمانوں کاہے۔انہی باتوں کو حضرت امیرملتؒ کوتوعلم تھاکہ ہندومسلمانوں کےساتھ بہت بُراسلوک کریں گے۔اِس لیےآپ نے قائداعظم اورمسلم لیگ کابھرپورساتھ دیا۔ قائداعظم نے خط کی تحریرکےمطابق حضرت امیرِ ملتؒ اوربزرگوں کی دُعاؤں کانتیجہ بھی ہےکی پاکستان بن گیااورآج ہم اِس میں سکون کی سانس لےرہے ہیں اوراپنی مرضی کےمطابق زندگی گذاررہے ہیں۔میری دُعاہےکہ اللہ تعالیٰ پاکستان کوقیامت تک قائم ودائم رکھے۔تاکہ ہماری آنے والی نسلیں اس میں ازادی کےستھ زندگی گذاریں۔

(آمین ثم آمین)

یہ مضمون ان کتابوں سے لیا گیا ہے۔

1. پاکستان ناگزیر تھا۔ — از سید حسن ریاض (کراچی 1986ء)

2. تذکرہ شہ جماعتؒ — از عبدالقادر فیاض بگوڈی میسور (1947)

3. اقبال کا سیاسی کارنامہ — از محمد احمد خان لاہور (1977)

4. قائداعظم اور سرحد — از عزیز جاوید لاہور (1978)

5. تحریک پاکستان میں سیالکوٹ کا کردار — از خواجہ محمد طفیل سیالکوٹ

ا6. نوادر امیرِ ملتؒ — از محمد صادق قصوری (1979)

7. فدیان امیرِ ملتؒ — از محمد صادق قصوری (1981)

8. قرار داد پاکستان — از لطیف احمد شیروانی کراچی (1975)

9. سیرت حضرت امیرِ ملتؒ — از پروفیسر محمد طاہر فاروقی (1975)

10. قائداعظم پر قاتلانہ حملہ لاہور

11. اسلام اور قائداعظم — از محمد حنیف شاہد لاہور (1976)

12. قائداعظم خطوط کے آئینے میں — از خواجہ رضی حیدر کراچی (1985)

13. مشائخ ہوشیار پور — از میاں عطاء اللہ ساگرواتی لاہور (1991)

14. مٹی کی محبت — از پیرزادہ محمد انور عزیز لاہور (1988)

خطبات آل انڈیا کانفرنس — از محمد جلال الدین قادری لاہور (1988)

ستر باادب سوالات دینی وایمانی — از مولانا حشمت علی خان لکھنوی پیلی بھارت انڈیا (1946)

قائداعظم اور ان کا عہد — از رئیس احمد جعفری لاہور (1966)

کاروانِ شوق — از حکیم آفتاب احمد قریشی لاہور (1984)

فیضان امیرِ ملتؒ — از مرزا ذوالفقار علی بیگ حیدرآباد دکن (1959)

ہفت روزہ الفقیہہ امرتسر — 1940ء تا 1946 کی فائلیں

دیگر ہفت روزہ جات و ماہنامہ جات و دیگر روزنامے

تمت بالخیر